www.KitaboSunnat.com

سے اس پر نگاہ رکھے تاکہ اس کی کمزوریوں سے آگاہ ہو سکے، یہ طرز عمل ٹھیک نہیں، اس کی ممانعت ہے۔

جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللهُ عَزَّوَجَلَّ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ»

”غیرت کے کچھ پہلو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اور کچھ ناپسندیدہ بھی ہیں۔ جو بات اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، وہ یہ ہے کہ تہمت اور شبہے کی بنا پر غیرت کا اظہار کرے اور جو بات اللہ کو ناپسند ہے، وہ یہ ہے کہ بغیر کسی شبہے کے غیرت کا اظہار کرے۔“ [1]

بیوی بچوں کا حسب استطاعت نان نفقہ: شوہر بیوی بچوں کو حسب استطاعت نان نفقہ دے اور کنجوسی نہ کرے، تاہم اگر معاشی حالات کمزور ہوں اور شوہر تنگدستی سے دوچار ہو تو بیوی کو صبر سے کام لینا چاہیے۔

جناب حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم پر بیویوں کا کیا حق لازم ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

«أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ» أَوِ «اكْتَسَبْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ»

”جب تو کھائے تو اسے بھی کھلائے، جب تو پہنے“ یا فرمایا ”تو کمائے تو اسے بھی پہنائے، چہرے پر مت مار، اسے برا بھلا مت کہہ اور اس سے علیحدگی مت اختیار کر مگر گھر کے اندر ہی۔“ [2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہے، مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، سوائے اس کے جو میں اس سے اس کی بے خبری میں لے لوں؟ تو آپ نے فرمایا:

«خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ»

”تم اتنا لے سکتی ہو جو تمھیں اور تمھارے بچوں کے لیے معروف انداز سے کافی ہو۔“ [3]

www.KitaboSunnat.com

[1] [حسن] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الخيلاء في الحرب، حديث: 2659، وسنن النسائي، الزكاة، باب الاختيال في الصدقة، حديث: 2559. [2] [صحيح] سنن أبي داود، النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، حديث: 2142، وسنن ابن ماجه، النكاح، باب حق المرأة على الزوج، حديث: 1850. [3] صحيح البخاري، النفقات، باب إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه......، حديث: 5364، وصحيح مسلم، الأقضية، باب قضية هند، حديث: 1714.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی کے ذمے شوہر کے حقوق

شوہر کی اطاعت لازم ہے: بیوی پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی کوئی بات نہ مانے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا﴾

''اگر وہ تمھاری اطاعت کریں تو پھر ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ ڈھونڈو۔'' [1]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ»

''مسلمان آدمی کے ذمے ہے کہ سنے اور اطاعت کرے، چاہے اسے پسند ہو یا ناپسند، جب تک کہ نافرمانی کی بات نہ کہی جائے، اگر کسی نافرمانی کے لیے کہا جائے تو ایسی بات ہرگز نہ سنی جائے، نہ اس کی اطاعت کی جائے۔'' [2]

شوہر کی عدم موجودگی میں کسی غیر محرم کو گھر نہ آنے دے: عورت پر لازم ہے کہ شوہر کی غیر حاضری میں کسی غیر محرم کو گھر میں نہ آنے دے، ایسے شخص کو بھی نہ آنے دے جسے شوہر ناپسند کرتا ہو، چاہے وہ محارم ہی میں سے ہو۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ» ''عورتوں کے ہاں جانے سے بچو۔''

ایک انصاری نے کہا: اے اللہ کے رسول! دیور کے بارے میں کیا فرمان ہے؟ فرمایا:

«اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ» ''دیور تو موت ہے۔'' [3]

عربی زبان میں حَمْوٌ سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں جن کا تعلق شوہر کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے۔ اور لفظ صِھْر بھی دونوں طرف کے رشتہ داروں پر بولا جاتا ہے، یعنی سسرالی رشتے دار اور مذکورہ بالا حدیث میں حمو سے مراد شوہر کے بھائی ہیں، یعنی دیور یا جیٹھ وغیرہ اور یہ عورت کے کسی طرح محرم نہیں ہوتے، البتہ شوہر کا باپ

[1] النسآء 4:24 [2] صحيح البخاري، الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام......، حديث: 7144، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية......، حديث: 1839. [3] صحيح البخاري، النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة......، حديث: 5232، وصحيح مسلم، السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية والدخول عليها، حديث: 2172.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(سسر) محرم ہوتا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

«وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهُ»

''تمھاری عورتوں کے ذمے ہے کہ وہ تمھارے بستروں تک ان افراد کو نہ آنے دیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو «فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ» تم انھیں ایسی مار مارو جو شدید نہ ہو......۔'' [1]

اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ عورت کے لیے ہرگز روا نہیں کہ وہ شوہر کے گھر میں کسی غیر کو داخل ہونے کی اجازت دے، چاہے وہ عورت ہو یا مرد، محرم ہو یا غیر محرم الا یہ کہ اسے اپنے شوہر کے متعلق غالب گمان ہو کہ اس کا آنا اسے ناگوار نہیں گزرے گا۔

شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی کو گھر سے نکلنا منع ہے: اگر بغیر اجازت نکلے گی تو نافرمان ہوگی اور سزا کی مستحق ٹھہرے گی: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَأْذَنَ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَهُوَ كَارِهٌ، وَلَا تَخْرُجَ وَهُوَ كَارِهٌ، وَلَا تُطِيعَ فِيهِ أَحَدًا، وَلَا تَخْشِنَ بِصَدْرِهِ، وَلَا تَعْتَزِلَ فِرَاشَهُ وَلَا تَضْرِبَهُ، فَإِنْ كَانَ هُوَ أَظْلَمَ فَلْتَأْتِهِ حَتّٰى تُرْضِيَهُ فَإِنْ كَانَ هُوَ قَبِلَ مِنْهَا فَبِهَا وَنِعْمَتْ، وَقَبِلَ اللهُ عُذْرَهَا وَأَفْلَحَ حُجَّتَهَا، وَلَا إِثْمَ عَلَيْهَا وَإِنْ هُوَ أَبٰى بِرِضَاهَا عَنْهَا فَقَدْ أَبْلَغَتْ عِنْدَ اللهِ عُذْرَهَا»

''کسی عورت کو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو، حلال نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے فرد کو آنے کی اجازت دے جسے وہ ناپسند کرتا ہو، نہ وہ خود گھر سے نکلے جبکہ شوہر ناپسند کرتا ہو، اس کے معاملے میں کسی کی بات نہ مانے، نہ اس کے غصے کو بھڑکائے، نہ اس کے بستر سے علیحدہ رہے، نہ اس پر ہاتھ اٹھائے، شوہر نے ظلم بھی کیا ہو تو چاہیے کہ اس کے قریب رہے حتی کہ اسے راضی کر لے، اگر اس نے اس کی معذرت قبول کر لی تو بہتر ہے، اللہ بھی اس کا عذر قبول کر لے گا اور اس کی معذرت کو کامیاب بنا دے گا اور اس پر کوئی گناہ نہیں، اگر شوہر نے اس سے راضی ہونے سے انکار کر دیا تو بلاشبہ عورت نے اپنا عذر اللہ کے ہاں پیش کر دیا۔'' [2]

---

[1] صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218. [2] المستدرك للحاكم: 190,189/2، حديث: 2770، والسنن الكبرىٰ للبيهقي: 293/7، مزید فائدے کے لیے ملاحظہ ہو، مجموع الفتاوىٰ لابن تيمية: 281/32، مسئلة: خروج المرأة من بيتها بغير إذن زوجها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوہر کے مال کی حفاظت کرے: بیوی پر لازم ہے کہ شوہر کے مال کی حفاظت کرے اور اس کی رضامندی اور اسے بتائے بغیر کہیں خرچ نہ کرے، ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، وَلَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا»

''اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے اور کسی بیوی کو حق نہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں سے کچھ خرچ کرے۔''

دریافت کیا گیا: کیا کھانا بھی نہیں؟ اے اللہ کے رسول! فرمایا:

«ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا» ''یہ تو ہمارے افضل اموال میں سے ہے.......۔'' [1]

بیوی کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا منع ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

''شوہر موجود ہو تو بیوی کو اس کی اجازت کے بغیر روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔'' [2]

بیوی شوہر کے حسن سلوک کی شکر گزار رہے: بیوی کو شوہر کے حسنِ سلوک پر ہمیشہ شکر گزار رہنا چاہیے اور وہ اس کی احسان فراموش نہ بنے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَرَأَيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ»، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: «يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْ أَحْسَنْتَ إِلٰى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ»

''میں نے جہنم دیکھی تو دیکھا کہ اس میں اکثریت عورتوں کی ہے جو کفر کرتی ہیں۔'' دریافت کیا گیا: کیا اللہ سے کفر کرتی ہیں؟ فرمایا: ''(نہیں) اپنے شوہروں کا کفران کرتی ہیں، احسان فراموشی کا مظاہرہ کرتی ہیں، تم ان میں سے کسی کے ساتھ مدتوں احسان کرتے رہو، اس کے باوجود اگر وہ کوئی کوتاہی دیکھ لے تو کہہ اٹھتی ہے: میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں پائی۔'' [3]

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في تضمين العارية، حديث: 3565، وجامع الترمذي، الزكاة، باب ماجاء في نفقة المرأة من بيت زوجها، حديث: 670. [2] صحيح البخاري، النكاح، باب صوم المرأة بإذن زوجها تطوعًا، حديث: 5192، وصحيح مسلم، الزكاة، باب ما أنفق العبد من مال مولاه، حديث: 1026. [3] صحيح البخاري، الإيمان، باب كفران العشير وكفر دون كفر، حديث: 29.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیوی گھریلو کاموں میں شوہر کی خدمت سے غافل نہ رہے: اور حسنِ معاملات کے لیے بھرپور تعاون کرے۔ اس طرح شوہر کو اپنے فرائض ادا کرنے میں بہت مدد ملے گی بالخصوص جب وہ علمی کاموں میں مشغول ہو تو اسے بڑی طمانیت میسر آئے گی۔

علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے کی مشقت تھی۔ انھوں نے اس کی شکایت کی، اس اثنا میں نبی ﷺ کے پاس کچھ گرفتار شدہ عورتیں لائی گئیں، فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے در دولت پر گئیں مگر آپ کو گھر میں نہ پایا تو عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملیں اور انھیں بتایا (کہ میں اس کام سے آئی ہوں)۔ جب رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنے کی اطلاع دی، چنانچہ نبی ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے، ہم اپنے بستروں پر تھے، میں اٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: ''آرام کرو۔'' اور آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ میں نے آپ کے قدموں کی ٹھنڈک اپنے سینے پر محسوس کی۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تمھیں اس سے بہتر متاع نہ بتاؤں جس کا تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ جب تم اپنے بستروں پر آنے لگو تو چونتیس بار: اللہ اکبر، تینتیس بار: سبحان اللہ اور تینتیس بار: الحمد للہ پڑھ لیا کرو، یہ تمھارے لیے خادم سے بڑھ کر ہے۔'' [1]

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ عورت پر شوہر کی خدمت واجب نہیں، ان کے اس دعوے پر ہمیں کوئی دلیل نہیں ملی۔ [2]

طلاق کا بیان

مشروعیت طلاق اور اس کے احکام

طلاق کے لغوی معنی: اس کے لغوی معنی ہیں: بندھن کھول دینا، یہ لفظ اطلاق سے لیا گیا ہے جو چھوڑ دینے اور ترک کر دینے کے معنوں میں آتا ہے۔ کہا جاتا ہے: «فُلَانٌ طَلْقُ الْيَدَيْنِ بِالْخَيْرِ» ''فلاں آدمی خیر کے کاموں میں کھلے ہاتھوں والا ہے۔'' یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو امورِ خیر کے لیے بہت کھلے رکھتا ہے۔

طلاق کے اصطلاحی معنی: اصطلاحِ شریعت میں طلاق سے مراد ہے: نکاح کا بندھن کھول دینا، یعنی بیوی کو

[1] صحیح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب علي بن أبي طالب......، حديث: 3705، وصحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب التسبيح أول النهار وعند النوم، حديث: 2727. [2] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو آداب الزفاف، از الشيخ المحدث الألباني رحمه الله، ص: 118-120 زیر عنوان: وجوب خدمة المرأة لزوجها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی قیدِ نکاح اور زوجیت سے نکال دینا۔

امام الحرمین کہتے ہیں کہ یہ لفظ دورِ جاہلیت میں بھی استعمال ہوتا تھا جسے اسلام نے برقرار رکھا۔

طلاق دینا مشروع ہے: سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾

”طلاق دو بار ہے، پھر یا تو بھلے انداز سے اسے بیوی بنا کے رکھے یا بہ طریق احسن اپنے سے جدا کر دے۔“ [1]

جناب ابن شہاب کی سند سے مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی جبکہ وہ ایام میں تھی۔ (میرے والد) عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے عرض کر دی۔ آپ بہت غصے ہوئے اور فرمایا: ”اسے چاہیے کہ رجوع کرے، پھر روکے رکھے حتی کہ وہ پاک ہو، پھر ایام آئیں، پھر پاک ہو، تب وہ طلاق دینا چاہتا ہو تو دے دے جبکہ وہ پاک ہو اس سے پہلے کہ اس سے قربت کرے، یہی وہ عدت ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔“ [2]

جبری طلاق واقع نہیں ہوتی: شوہر سے قہراً جبراً طلاق کہلوائی یا لکھوائی جائے تو وہ واقع نہیں ہوتی۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرماتے تھے:

«لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ»

”جبر اور زبردستی کے ذریعے سے نہ کوئی طلاق ہے اور نہ غلام کی کوئی آزادی۔“ [3]

مذاقاً کہی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ»

”تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت تو (بہر حال) حقیقت ہوتی ہی ہے، ان میں مذاق بھی حقیقت ہی ہوتی ہے: نکاح، طلاق اور رجوع۔“ [4]

طلاق دینا کون سے طہر میں جائز ہے؟ طلاق اسی طہر میں جائز ہے جس میں میاں بیوی کی قربت نہ ہوئی

[1] البقرة 2:229. [2] صحيح البخاري، التفسير، سورة الطلاق، باب: 1، حديث: 4908، وصحيح مسلم، الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض......، حديث: 1471. [3] [حسن] سنن أبي داود، الطلاق، باب في الطلاق على غلط، حديث: 2193. [4] [حسن] سنن أبي داود، الطلاق، باب في الطلاق على الهزل، حديث: 2194، وجامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في الجد والهزل في الطلاق، حديث: 1184.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، نہ پچھلے حیض میں طلاق دے چکا ہو، البتہ حمل واضح ہو چکا ہو تو طلاق جائز ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنی بیوی کو ایامِ حیض میں طلاق دے دی، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

«مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ»

''اسے کہو کہ اس سے رجوع کر لے، پھر اسے روکے رکھے حتی کہ وہ پاک ہو، پھر اسے حیض آئے، پھر پاک ہو، پھر روکنا چاہے تو روک لے اور طلاق دینا چاہے تو طلاق دے دے مگر قربت سے پہلے۔ یہی عدت ہے جس کے مطابق اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔'' [1]

صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنی بیوی کو اس کے ایامِ حیض میں طلاق دے دی، یہ بات عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تو آپ نے فرمایا: «مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا»

''اسے حکم دو کہ رجوع کر لے، پھر چاہے تو طلاق دے جب وہ طہر میں ہو یا حمل سے ہو۔'' [2]

ایک مجلس کی تین طلاقیں، ایک ہی طلاق شمار ہوتی ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، عہدِ ابوبکر میں اور خلافتِ عمر کے پہلے دو سالوں تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے ایک ایسے معاملے میں جلدی شروع کر دی ہے جس میں انھیں مہلت حاصل تھی، اگر ہم اسے ان پر نافذ کر دیں (تو وہ یہ جلد بازی نہیں کریں گے) چنانچہ انھوں نے اسے نافذ کر دیا۔ [3]

طلاق کس کس صورت سے واقع ہو جاتی ہے؟

کسی اشارے کنائے کے لفظ سے طلاق کا حکم: اگر انسان بیوی کو طلاق دینے کی نیت سے اشارے کنائے کے الفاظ بولے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اِبنۃ الْجَوْن ''جون کی لڑکی'' کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل کیا گیا اور آپ اس کے قریب ہوئے تو اس نے کہا: «أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ» ''میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی

[1] صحیح البخاري، الطلاق، باب و قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ ......﴾، حدیث:5251، وصحیح مسلم، الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض......، حدیث:1471. [2] صحیح مسلم، الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض......، حدیث:1471. [3] صحیح مسلم، الطلاق، باب طلاق الثلاث، حدیث:1472.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔“ تو آپ نے فرمایا: ”تم نے ایک عظیم ذات کی پناہ چاہی ہے، جاؤ اپنے اہل میں چلی جاؤ۔“ [1]

جناب کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعے میں بتایا گیا ہے کہ جب وہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے اور ان سے مقاطعہ کیا گیا تو ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ، انھوں نے پوچھا: کیا اسے طلاق دے دوں؟ فرمایا: نہیں بلکہ اس سے دور رہو، اس کے قریب نہ جاؤ تو کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: جاؤ اپنے اہل میں چلی جاؤ۔ [2]

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ اپنے اہل میں چلی جاؤ یا میکے چلی جاؤ کا لفظ اسی صورت میں طلاق بنتا ہے جب طلاق کی نیت ہو۔ جب نیت نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی۔ یہی حکم اشارے کنائے کے دیگر الفاظ کا بھی ہے۔ البتہ طلاق کے صریح الفاظ بول کر یہ کہنا کہ نیت طلاق کی نہیں تھی، قابلِ قبول نہیں ہے۔

بیوی کو طلاق کا اختیار دینا: اگر بیوی کو اختیار دیا اور اس نے علیحدگی اختیار کر لی تو طلاق ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝﴾

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ (دنیوی) فائدہ دوں اور تمھیں اچھے طریقے سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو، تو اللہ نے تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“ [3]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول ہی کو اختیار کیا اور اسے ہم پر کچھ بھی شمار نہیں کیا گیا۔ [4]

بذریعہ وکیل طلاق دینا: اگر شوہر نے طلاق کا معاملہ کسی غیر کے سپرد کر دیا اور وہ طلاق دے دے تو طلاق ہو

[1] صحيح البخاري، الطلاق، باب من طلق وهل يواجه الرجل امرأته بالطلاق؟ حديث: 5254. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث كعب بن مالك......، حديث: 4418، وصحيح مسلم، التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه، حديث: 2769. [3] الأحزاب 33:28,29. [4] صحيح البخاري، الطلاق، باب من خير أزواجه......، حديث: 5262، وصحيح مسلم، الطلاق، باب بيان أن تخييره امرأته لا يكون طلاقا إلا بالنية، حديث: 1477. جبکہ دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ نفس اختیار دینے سے عورتوں کو حق طلاق حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ مردوں کا حق ہے۔ البتہ اس صورت میں اگر عورت شوہر کو پسند نہ کرے تو طلاق دینا لازم ہے اور یہی حق ہے۔ دیکھیے: المحلی لابن حزم: 10/116 و216. (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گی کیونکہ طلاق کا مسئلہ ہو یا کوئی اور، اس کے لیے وکیل مقرر کرنا جائز ہے، ہاں! اس معاملے سے وہی چیز خارج ہوگی جو شرعی دلیل کے تحت خارج ہو۔

رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام نے تنفیذ حد میں وکیل بنایا تھا جیسا کہ ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اے انیس! صبح کو اس کی بیوی کی طرف جاؤ، اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دو۔'' چنانچہ وہ اس کی طرف گئے، اس نے اعتراف کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسے سنگسار کر دیا گیا۔ [1]

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے زکاۃِ رمضان (فطرانے) کی حفاظت کے لیے اپنا ایک وکیل بنایا تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرانے کی حفاظت میرے ذمے لگائی۔ [2]

شوہر بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے: یا یہ عورت مجھ پر حرام ہے۔ کیا اس طرح طلاق ہو جاتی ہے؟ ''حرام'' کے لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ یہ طلاق کے لیے واضح لفظ نہیں ہے، نہ یہ کنائے میں سے ہے بلکہ یہ ایک طرح کی قسم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ''حرام کہنے'' کے الفاظ کو قسم شمار کرتے تھے کہ آدمی اس کا کفارہ دے۔ وہ کہا کرتے تھے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ ''تمھارے لیے اللہ کے رسول بہترین نمونہ ہیں۔'' [3]

اگر طلاق رجعی ہو تو ایامِ عدت کے دوران میں رجوع کر لینا شوہر کا حق ہے: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ﴾

''اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے پیٹ میں جو کچھ پیدا کیا ہے، اسے چھپائیں، اگر وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہیں (تو ایسا ہرگز نہ کریں) اور ان کے خاوند اگر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ زیادہ حق دار ہیں کہ انھیں اس (مدت) میں لوٹا لیں۔'' [4]

---

[1] صحيح البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، حديث: 2696,2695، وصحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث: 1698,1697. [2] صحيح البخاري، الوكالة، باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا......، حديث: 2311. [3] الأحزاب 21:33. صحيح البخاري، التفسير، سورة التحريم، باب: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ...﴾، حديث: 4911، وكتاب الطلاق، حديث: 5266، وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الكفارة على من حرم امرأته ولم ينو الطلاق، حديث: 1473 مزید دیکھیے: زادالمعاد لابن القيم: 5/302-306. [4] البقرة 2:228.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ صورت حال یہ تھی کہ آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا تو وہ اس کے سلسلے میں رجوع کا حق دار بھی ہوتا تھا، چاہے اس نے تین طلاقیں دی ہوتیں، بالآخر شریعت نے اس (کثرتِ طلاق) کو منسوخ کر دیا اور کہا گیا: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ﴾

''طلاق (رجعی) دو مرتبہ ہے، پھر یا تو (عورت کو) دستور کے مطابق روک لیا جائے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔'' [1]

خلع کا بیان

خُلْع: (خائے منقوط پر ضمہ اور لام ساکن ہے) اس کا مفہوم یہ ہے کہ شوہر بیوی کو مال کے عوض اپنے سے علیحدہ کر دے۔ یہ لفظ اصل میں «خَلَعَ الثَّوْبَ خَلْعًا» ''اس نے اپنا کپڑا اتار دیا'' کی ترکیب سے لیا گیا ہے، چونکہ بیوی بھی ایک اعتبار سے مرد کا لباس ہوتی ہے تو اس مفہومِ خلع کے لیے مصدر کی خاء پر ضمہ پڑھا جاتا ہے تاکہ دونوں مفہوموں میں فرق رہے۔ اس کے جواز میں اللہ کا یہ فرمان عالی ہے:

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ﴾

''پس اگر تمھیں ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ عورت فدیے میں وہ مال دے (کر خلع حاصل کر لے۔)'' [2]

خلع کی مشروعیت: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! مجھے ثابت بن قیس کے اخلاق اور دین پر کوئی اعتراض نہیں ہے مگر میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: «أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ؟» ''تو کیا تو اس کا باغ اسے لوٹا دے گی؟'' اس نے کہا: ہاں! تو آپ علیہ السلام نے ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«اِقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً» ''اس سے باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو۔'' [3]

خلع زوجین کی رضا مندی سے ہوتا ہے یا حاکم / قاضی کے لازم کرنے سے: اللہ عز وجل کا فرمان ہے:

﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ﴾

---

[1] البقرة 2:229، [صحيح] سنن أبي داود، الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، حديث: 2195. [2] البقرة 2:229. [3] صحيح البخاري، الطلاق، باب الخلع وكيف الطلاق فيه……، حديث: 5273، وسنن النسائي، الطلاق، باب ماجاء في الخلع، حديث: 3493.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں کسی طرح صلح کر لیں، اور صلح ہی اچھی ہے۔“ [1]
حاکم / قاضی کی طرف سے لازم کر دیے جانے کی دلیل ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ باغ لے لو اور اسے ایک طلاق دے دو جیسا کہ ابھی مذکورہ بالا سطروں میں گزرا ہے۔

خلع فسخ ہوتا ہے نہ کہ طلاق: رُبَیِّع بنت مُعَوِّذ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا، پھر میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان سے پوچھا کہ مجھ پر کتنی عدت ہے؟ انھوں نے کہا: تجھ پر کوئی عدت نہیں ہے الا یہ کہ اگر قریبی دنوں (اس طہر) میں قربت ہوئی ہو تو انتظار کرنا حتی کہ ایک حیض آ جائے اور کہا کہ میں نے اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلے کی اتباع کی ہے جو آپ نے مریم مَغَالِیَّہ کے بارے میں کیا تھا جو ثابت بن قیس کی زوجیت میں تھی اور اس نے اپنے شوہر سے خلع لیا تھا۔“ [2]

خلع میں عدت ایک حیض ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے اس سے خلع لیا تو نبی ﷺ نے اس کی عدت ایک حیض مقرر فرمائی تھی۔ [3]

ایلاء کا بیان

ایلاء کے لغوی معنی: ایلاء کا لغوی معنی قسم اٹھانا ہے۔ اور شریعت میں اس سے یہ مراد ہوتا ہے کہ شوہر قسم اٹھا لے کہ اپنی بیوی سے مباشرت نہیں کرے گا۔

ایلاء کی مدت: اگر اس نے چار ماہ سے کم مدت کے لیے یہ قسم اٹھائی ہو تو وہ اپنی قسم کے مطابق اپنی بیوی سے علیحدہ رہے۔ جیسا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے قسم اٹھا لی کہ وہ ایک ماہ تک کسی بیوی پر داخل نہیں ہوں گے، چنانچہ جب انتیس دن گزر گئے تو آپ ان کے ہاں آئے، تو کہا گیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے قسم اٹھائی تھی کہ ایک مہینے تک نہیں آئیں گے؟ فرمایا: ”مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔“ [4]

[1] النسآء 4:128. [2] [صحيح] جامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في الخلع، حديث: 1185، وسنن النسائي، الطلاق، باب عدة المختلعة، حديث: 3528، وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب عدة المختلعة، حديث: 2058. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الطلاق، باب في الخلع، حديث: 2229، وجامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في الخلع، حديث: 1185. [4] صحيح البخاري، النكاح، باب هجرة النبي ﷺ نساءهُ......، حديث: 5202، وصحيح مسلم، الصيام، باب الشهر يكون تسعا وعشرين، حديث: 1085.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایلاء کا حکم: اگر اس نے چار ماہ سے زیادہ مدت کی قسم اٹھائی ہوئی ہو تو اسے چار مہینے پورے ہونے کے بعد اختیار دیا جائے گا کہ یا تو رجوع کرے یا طلاق دے دے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ﴾

"جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں، انھیں چاہیے کہ چار ماہ انتظار کریں۔"[1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو شوہر کو (قاضی کے سامنے) پیش کیا جائے اور اسے موقوف رکھا جائے حتی کہ طلاق دے دے اور جب تک وہ خود طلاق نہیں دے گا، طلاق نہیں ہو گی۔[2]

ظِہار کا بیان

* ظِهَار: "ظ" منقوط کے کسرے کے ساتھ، ظَهْر (پشت، کمر) سے مشتق ہے۔ اور اسے ظِہار اس لیے کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو کہتا ہے: أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي "تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔" یعنی تو مجھ پر حرام ہے۔

ظہار کا کفارہ: سورۂ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ ﴾

"اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرتے ہیں، تو ایک گردن آزاد کرنی ہے، اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں، اس (حکم) کی تمھیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ پھر جو شخص نہ پائے (غلام) تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنے ہیں اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں، پھر جو شخص (اس کی) استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دینا ہے۔ یہ (حکم) اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے۔"[3]

---

[1] البقرة 2:226. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب قول الله تعالى: ﴿ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ..... ﴾، حديث: 5291.
[3] المجادلة 58:3،4.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام کو ظِہار کرنے والے کی مدد کرنی چاہیے: جناب سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں عورتوں کی طرف اس قدر راغب تھا کہ شاید ہی کوئی اور ہو۔ جب رمضان آیا، مجھے اپنے متعلق اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں اپنی بیوی کے ساتھ ہی لگا رہوں اور صبح ہو جائے، چنانچہ میں نے اس سے ظہار کر لیا تاکہ رمضان گزر جائے۔ اتفاق سے ایک رات میری بیوی میری خدمت کر رہی تھی کہ میرے سامنے اس کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو گیا، چنانچہ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اس سے مباشرت کر لی۔ صبح ہوئی تو میں اپنی قوم کی طرف نکلا، انھیں اپنا قصہ بتایا اور ان سے کہا: میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلو۔ انھوں نے انکار کر دیا، بالآخر میں خود رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''تو نے اے سلمہ!؟'' میں نے عرض کی: جی ہاں! میں نے ہی اے اللہ کے رسول! دو بار یہی کہا اور عرض کی کہ میں اللہ کے حکم پر راضی ہوں، میرے بارے میں وہ فیصلہ فرما دیجیے جو آپ کو اللہ سجھائے۔ آپ نے فرمایا: «حَرِّرْ رَقَبَةً» ''ایک گردن آزاد کر دو۔''

میں نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں تو بس اسی کا مالک ہوں، یہ کہتے ہوئے میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مارا۔ آپ نے فرمایا: «فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ» ''پھر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھو۔''

میں نے عرض کی: میں جس مشکل میں پڑا ہوں، روزے ہی کی وجہ سے پڑا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

«فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِّنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكِينًا»

''پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (ساٹھ صاع) کھجور کھلا دو۔''

میں نے عرض کی: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! ہم نے کھائے بغیر رات گزاری ہے، ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا:

«فَانْطَلِقْ إِلٰى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِي زُرَيْقٍ فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَّسْقًا مِّنْ تَمْرٍ وَّكُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ بَقِيَّتَهَا»

''بنی زریق کے صدقے کے عامل کے پاس چلے جاؤ، وہ تمھیں دے گا تو یہ وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دینا اور باقی تم اور تمھارے عیال اپنے لیے رکھ لیں۔''

میں اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور ان سے کہا: تم بڑے تنگ دل ہو، تمھاری رائے بھی اچھی نہ تھی، میں نے نبی علیہ السلام کے ہاں بہت وسعت اور بہترین رائے پائی۔ آپ نے تم لوگوں کا صدقہ مجھے دینے کا حکم دیا ہے۔ [1]

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطلاق، باب في الظهار، حديث: 2213، وجامع الترمذي، الطلاق و اللعان، باب ماجاء في كفارة الظهار، حديث: 1200.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفارہ قربت سے پہلے دینا چاہیے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا، پھر کفارہ دینے سے پہلے مباشرت کر لی، پھر نبی ﷺ کے پاس آیا اور اپنی بات بتائی۔ آپ نے پوچھا:

«مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ؟» ”تجھے اس پر کس چیز نے آمادہ کر دیا؟“

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! چاند کی چاندنی پھیلی ہوئی تھی اور میری نظر بیوی کی پازیب پر پڑ گئی تو میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا، چنانچہ اس پر مائل ہو گیا۔ نبی ﷺ ہنس پڑے۔ اسے حکم دیا کہ جب تک کفارہ ادا نہ کرو اس کے قریب نہ جانا۔[1]

لعان کا بیان

یہ لفظ لَعْن سے ماخوذ ہے۔ شرعاً اس سے مراد یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کے بارے میں بدکاری کا دعویٰ کرے تو وہ چار بار قسم اٹھا کر کہے کہ اس نے زنا کیا ہے، پانچویں بار کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اس کے مقابلے میں بیوی چار بار قسم اٹھا کر کہے کہ شوہر یہ الزام دینے میں جھوٹا ہے۔ پانچویں بار کہے کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔ شوہر کی قسمیں اس کے حق میں حد قذف (تہمت) کی قائم مقام اور عورت کی گواہیاں اپنے بارے میں حد زنا کی قائم مقام ہوں گی۔

لعان کی مشروعیت: اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو سورۂ نور کی آیات: 6 تا 10 میں مذکور ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾

”اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے ایک کی شہادت اس طرح ہوگی کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار یہ کہے: اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت سے سزا کو (یہ شے) ٹالتی

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطلاق، باب في الظهار، حديث: 2223، وجامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء في المظاهر يواقع قبل أن يكفر، حديث: 1199 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ وہ (اس کا خاوند) جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ نہ ہوتا کہ بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور خوب حکمت والا ہے (تو جھوٹوں کو سزا ملتی)۔'' [1]

لعان کی مشروعیت کا ذکر صحیح احادیث میں بھی ہے، مثلاً: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ یہ شریک بن سحماء کے ساتھ ملوث ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْبَيِّنَةُ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ» ''گواہ لے آؤ ورنہ تیری پشت پر حد لگے گی۔

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب ہم میں سے کوئی ایک اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ بینہ (گواہ) ڈھونڈنے جائے گا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے رہے:

«اَلْبَيِّنَةُ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ» ''گواہ لے آؤ ورنہ تیری پشت پر حد نافذ کی جائے گی۔

ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! یقیناً میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور اب حکم نازل فرمائے گا جو میری پشت کو حد سے بری کر دے گا۔ تو جبریل آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات اتاریں:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ ﴾

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے ایک کی شہادت اس طرح ہوگی کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار یہ کہے: اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت سے سزا کو (یہ شے) ٹالتی ہے کہ وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بلاشبہ وہ (اس کا خاوند) جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچوں میں سے ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو۔'' [2]

بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلا بھیجا۔ ہلال رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے گواہیاں دیں اور آپ فرما رہے تھے:

[1] النور 24:6-10. [2] النور 24:6-9.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»

"بلاشبہ اللہ عزوجل جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟"

پھر وہ عورت اٹھی، اس نے بھی گواہیاں دیں اور جب وہ پانچویں پر تھی تو اسے روکا گیا اور کہا گیا کہ یہ قسم (اللہ کے غضب کو) لازم کر دینے والی ہے تو وہ ٹھٹک گئی اور پیچھے ہٹنے لگی۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ رجوع کر لے گی۔ لیکن وہ کہنے لگی: میں باقی زمانہ اپنی قوم کو رسوا نہیں کر سکتی، چنانچہ اس نے پانچویں گواہی بھی بول دی۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ»

"اس کو دیکھنا اگر یہ سرمئی آنکھوں والا، بھرپور سرینوں والا اور موٹی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو یہ شریک بن سحماء کا بچہ ہوگا۔"

چنانچہ اس نے ایسا ہی بچہ جنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ»

"اگر کتاب اللہ کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا تو میں اس کے ساتھ ایک برتاؤ کرتا۔" [1]

لعان کرنے والا پانچویں قسم اٹھانے لگے تو امام کسی سے کہے کہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھو: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جب دو لعان کرنے والوں کو قسمیں اٹھانے کے لیے کہا تو پانچویں قسم پر ایک آدمی سے فرمایا کہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اور اس سے کہے کہ یہ واجب کر دینے والی ہے۔ [2]

امام لعان کرنے والوں کو توبہ کی نصیحت کرے: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا مفصل روایت میں ہے کہ جب ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر الزام لگایا اور نبی ﷺ کے پاس آ کر قسمیں اٹھائیں تو نبی ﷺ فرما رہے تھے:

«إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ؟»

"بلاشبہ اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم میں سے کوئی ہے توبہ کرنے والا؟" [3]

لعان کرنے والوں میں تفریق اور جدائی کرا دینا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فلاں شخص نے پوچھا: اے

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ ﴾، حديث:4747، ومسند أحمد:1/239,238. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الطلاق، باب في اللعان، حديث:2255. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ ﴾، حديث:4747.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے رسول! کوئی اپنی بیوی کو فحش کاری میں مبتلا دیکھے تو کیا کرے؟ بولتا ہے تو بہت بڑی بات بولتا ہے، خاموش رہتا ہے تو بہت بڑی بات پر خاموش رہتا ہے۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ بات ہو چکی تو بعد میں وہ پھر آپ کے پاس آیا، کہنے لگا کہ جس امر کے متعلق میں نے آپ سے پوچھا تھا، میں اسی میں مبتلا ہو گیا ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی آیات نازل فرمائیں۔ آپ نے ان آیات کی تلاوت کی، اسے وعظ و نصیحت کی اور فرمایا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے کہیں ہلکا ہے۔ اس نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا، پھر آپ نے اس عورت کو بلایا، اسے بھی نصیحت کی۔ تو اس نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! بلاشبہ وہ جھوٹا ہے، چنانچہ آپ نے مرد سے ابتدا کی، اس نے اللہ کے نام سے چار قسمیں اٹھائیں، اس کے بعد عورت سے قسمیں اٹھوائیں اور پھر ان دونوں کے درمیان جدائی کرا دی۔ [1]

لعان کے بعد بچہ ماں سے منسوب ہوگا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور عورت کے درمیان لعان کرایا، مرد نے بچے کو اپنا ماننے سے انکار کر دیا، آپ نے ان دونوں کے درمیان تفریق کرا دی اور بچے کو عورت سے منسوب کر دیا۔ [2]

لعان کرنے والی عورت کے حق مہر کا مسئلہ: سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لعان کرنے والوں کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا تھا:

«حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! مَالِي؟ قَالَ: «لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا»

''تمھارا حساب اللہ کے ہاں ہے، تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور تجھے اس عورت پر کوئی حق نہیں ہے۔'' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرا مال؟ فرمایا: ''تیرے لیے کوئی مال نہیں، اگر تو نے اس کے متعلق سچ کہا ہے تو یہ اس کے عوض ہے کہ تو نے اس کی عصمت کو اپنے لیے حلال کیا تھا اور اگر جھوٹ بولا ہے تو پھر تیرے لیے یکسر ناممکن ہے۔'' [3]

[1] صحيح مسلم، اللعان، حديث: 1493. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب يلحق الولد بالملاعنة، حديث: 5315، وصحيح مسلم، اللعان، حديث: 1494. [3] صحيح مسلم، اللعان، حديث: 1493، وسنن أبي داود، الطلاق، باب في اللعان، حديث: 2257.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الزام کا اشارہ کرنا قذف اور تہمت نہیں ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا: میری بیوی نے ایک بچہ جنم دیا ہے جو کالے رنگ کا ہے۔ میں نے اسے منکر (عجیب) جانا ہے۔ آپ نے فرمایا: «هَلْ لَّكَ مِنْ إِبِلٍ؟» "کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟"

اس نے کہا: جی ہاں، آپ نے پوچھا: «فَمَا أَلْوَانُهَا؟» "کس رنگ کے ہیں؟"

وہ بولا: سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ نے پوچھا:

«هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟» "کیا ان میں کوئی سیاہی مائل بھی ہے؟"

اس نے کہا: جی ہاں، ان میں سیاہی مائل بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

«فَأَنّٰى تُرٰى ذٰلِكَ جَاءَهَا؟» "کیا خیال ہے، وہ کہاں سے آ گئے؟"

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! رگیں ہیں، کسی نے اسے کھینچ لیا ہو گا۔ آپ نے فرمایا:

«وَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَّزَعَهُ» "تو ممکن ہے اس کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو۔"

اور اسے اجازت نہ دی کہ وہ اس بچے کی اپنے سے نفی کر دے۔[1]

عدت کا بیان

حاملہ کی عدت وضعِ حمل ہے: سورۂ طلاق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

"اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔"[2]

جس عورت کو حیض آتا ہو، اس کی عدت تین حیض ہے: سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ "اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک توقف کریں۔"[3]

اَلْقُرُوْءُ (واحد اَلْقَرْءُ) بمعنی حیض ہے۔

عدی بن ثابت اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کے متعلق فرمایا:

«تَدَعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ فِيهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتَتَوَضَّأُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ، وَتَصُومُ وَتُصَلِّي»

[1] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب من شبه أصلًا معلومًا بأصل مبين……، حديث: 7314، وصحيح مسلم، اللعان، حديث: 1500. [2] الطلاق 65:4. [3] البقرة 2:228.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”وہ اپنے ان اقراء (حیض) کے دنوں میں جن میں اسے حیض آتا ہے، نماز چھوڑے رکھے، پھر غسل کرے اور ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے، روزے رکھے اور نماز پڑھتی رہے۔“ [1]

صغیرہ (نابالغہ) لڑکی اور حیض سے ناامید بڑی عمر کی عورت کی عدت: سورۂ طلاق میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالّٰٓـِٔىْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ ﴾

”اور وہ جو حیض سے مایوس ہو جائیں تمھاری (طلاق یافتہ) عورتوں میں سے، اگر تم شک میں پڑو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور (اسی طرح) ان کی بھی جنھیں (ابھی) حیض نہیں آیا۔“ [2]

جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس کی عدت: سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ ﴾

”اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔“ [3]

یہ اس صورت میں ہے جب عورت حمل سے نہ ہو، اگر حمل سے ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کی سُبَیْعَہ نامی ایک عورت ایک آدمی کی زوجیت میں تھی، وہ فوت ہو گیا جبکہ یہ حاملہ تھی۔ (پھر جلد ہی اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو) اسے ابوسنابل بن بعکک نے نکاح کا پیغام بھیجا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! روا نہیں کہ تو نکاح کر سکے حتی کہ عدت گزار لے اور وہ مدت جو دو عدتوں میں سے زیادہ ہو۔ چنانچہ وہ تقریباً دس دن رکی ہو گی، پھر وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئی تو آپ نے فرمایا: ”نکاح کر لو۔“ [4]

نیز سورۂ طلاق کی آیت نمبر 4 میں بھی یہی ہے:

﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾

”اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔“ [5]

---

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب من قال تغتسل من طهر إلى طهر، حديث: 297، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن المستحاضة تتوضأ لكل صلاة، حديث: 126 واللفظ له. وصححه الألباني في إرواء الغليل (225/1) لفظ «قُرء» حیض اور طہر دونوں معانی میں مستعمل ہے۔ اور اس حدیث مبارکہ میں بمعنی حیض آیا ہے، جو دلیل ہے کہ آیت مبارکہ میں وارد اس لفظ کے معنی حیض ہی ہیں۔ [2] الطلاق 4:65. [3] البقرة 2:234. [4] صحيح البخاري، الطلاق، باب: ﴿ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ ﴾، حديث: 5318. [5] الطلاق 4:65.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح کے بعد جماع سے قبل طلاق کی عدت: جس عورت کی نکاح کے بعد رخصتی نہ ہوئی ہو اور شوہر نے اس کے ساتھ جماع نہ کیا ہو اور شوہر اسے طلاق دے دے تو اس عورت پر عدت نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ﴾

”اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں چھونے سے پہلے ان کو طلاق دے دو تو تمھاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں کہ تم اس (عدت) کو شمار کرو۔“ [1]

جو خاتون عدتِ وفات میں ہو، وہ زیب و زینت سے بچے: ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں اس بات سے روکا جاتا تھا کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں سوائے اس کے کہ وفات پانے والا اس کا شوہر ہو، اس کے لیے چار ماہ دس دن تک کا سوگ ہے، ان دنوں میں ہم سرمہ نہ لگائیں، خوشبو استعمال نہ کریں، نہ کوئی رنگین کپڑا پہنیں سوائے اس کے کہ کوئی دھاری دار (یا چار خانہ) کپڑا ہو، یہ رخصت بھی دی گئی ہے کہ جب کوئی اپنے ایام سے طہر کے لیے غسل کرے تو کُست (قُسط) اظفار کی خوشبو کا پھایا رکھ لے، ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے بھی روکا جاتا تھا۔ [2]

عدتِ وفات کے دنوں میں عورت اپنے گھر میں رہے: فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اس کے شوہر نے کچھ غلام اجرت پر لیے کہ اس کے لیے کام کریں گے مگر انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ فریعہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اور بتایا کہ میں اس کے مکان میں نہیں ہوں، نہ مجھے اس کی جانب سے کوئی خرچ مہیا ہے تو کیا میں اپنے گھر والوں اور اپنے یتیم بچوں کی طرف منتقل ہو جاؤں اور ان کی خبر گیری کروں؟ آپ نے فرمایا: ”عدت وہیں گزارو جہاں خبر پہنچی ہے۔“ [3]

---

[1] الأحزاب 49:33. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب القسط للحادة عند الطهر، حديث: 5341، وصحيح مسلم، الطلاق، باب وجوب الاحداد في عدة الوفاة......، حديث: 938 بعد الحديث: 1491. اس حدیث میں وارد لفظ ثَوْبَ عَصْبٍ (دھاری دار کپڑا) سے مراد وہ خالص یمنی کپڑا ہے جسے بنائی کے وقت اس کے تانے کو خاص انداز سے باندھ کر رنگا جاتا تھا...... کُست (یا قُسط) اور اَظفَار دو معروف خوشبوئیں ہیں۔ اس سے مقصود ماہانہ طہارت کے وقت خوشبو کا پھاہا رکھنا ہے، یہ کوئی مقصودی خوشبو نہیں ہیں۔

[3] [صحيح] سنن أبي داود، الطلاق، باب في المتوفّى عنها تنتقل، حديث: 2300، وجامع الترمذي، الطلاق واللعان، باب ماجاء أين تعتد المتوفّى عنها زوجها؟ حديث: 1204، و سنن النسائي، الطلاق، باب مقام المتوفّى عنها زوجها في بيتها حتى تحل، حديث: 3559، وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب أين تعتد المتوفّى عنها زوجها؟، حديث: 2031.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ میں گرفتار شدہ یا خریدی ہوئی لونڈی کا استبرا کرنا

وہ لونڈی جو قید میں ملے یا خریدی گئی ہو اس کا استبرا کرنا ضروری ہے: یعنی مالک اس لونڈی سے ہم بستری کرنے سے پہلے ایک حیض انتظار کرے، جو اس امر کی علامت ہو گا کہ اس کا رحم حمل سے صاف ہے۔ اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کا استبرا وضع حمل ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے قیدیوں کے متعلق فرمایا تھا:

''کسی حاملہ لونڈی سے اس وقت تک مباشرت نہ کی جائے جب تک کہ وہ بچے کو جنم نہ دے اور غیر حاملہ سے بھی حتی کہ اسے ایک حیض آ جائے۔'' [1]

قید میں آنے والی حاملہ عورت سے مباشرت پر وعید: ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ اس شخص پر لعنت کریں جو ایک قیدی حاملہ عورت سے مباشرت کا ارادہ کیے ہوئے تھا، ایسی لعنت جو اس کے ساتھ قبر میں داخل ہو۔ [2]

جو عورت کسی غیر سے حاملہ ہو اس سے ہرگز مباشرت نہ کی جائے: رُوَیفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَسْقِ مَاءَهُ وَلَدَ غَيْرِهِ»

''جس شخص کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے، وہ کسی دوسرے کے بچے کو اپنا پانی مت دے۔'' [3]

کنواری یا نابالغ گرفتار شدہ لڑکی کے استبرا کی ضرورت نہیں: کیونکہ اس کے بارے میں کوئی منصوص دلیل وارد نہیں ہے، نہ کوئی صحیح قیاس ہے۔

اخراجات و نفقے کا بیان

بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمے واجب ہے: اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حکیم بن معاویہ قشیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہا کہ میں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق

[1] [صحيح] سنن أبي داود، النكاح، باب في وطء السبايا، حديث: 2157، ومسند أحمد: 62/3. ''اوطاس'' ہوازن کے علاقے میں ایک وادی کا نام ہے جہاں ان لوگوں سے غزوۂ حنین ہوا تھا۔ [2] صحيح مسلم، النكاح، باب تحريم وطء الحامل المسبية، حديث: 1441. [3] [حسن] جامع الترمذي، النكاح، باب ماجاء في الرجل يشتري الجارية وهي حامل، حديث: 1131، وسنن أبي داود، النكاح، باب في وطء السبايا، حديث: 2158، ومسند أحمد: 108/4.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

« أَنْ تُطْعِمَهَا أذا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ» أَوِ « اكْتَسَبْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ »

''اسے کھلا جب تو کھائے، اسے پہنا جب تو پہنے۔'' یا فرمایا: ''جب تو کمائے۔ اس کے چہرے پر مت مار، بدگوئی سے باز رہ، اس سے علیحدگی مت اختیار کر مگر گھر کے اندر ہی۔'' [1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ابوسفیان کی بیوی) ہند بنت عتبہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ابو سفیان بڑا بخیل ہے۔ مجھے اس قدر خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو سوائے اس کے جو میں اس کی لاعلمی میں لے لوں۔ تو آپ نے فرمایا: «خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ بِالْمَعْرُوفِ»

''جس قدر تجھے اور تیرے بچوں کو معروف انداز سے کافی ہو، وہ لے لیا کر۔'' [2]

رجعی طلاق والی کا خرچہ شوہر کے ذمے ہے: فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور عرض کی کہ میں آلِ خالد کی بیٹی ہوں، فلاں نامی میرے شوہر نے مجھے طلاق بھیجی ہے، میں نے اس کے متعلقین سے نفقہ اور رہائش کا کہا ہے مگر انھوں نے انکار کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں پوری کر دی ہیں، چنانچہ وہ کہا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّمَا النَّفَقَةُ وَالسُّكْنٰى لِلْمَرْأَةِ إِذَا كَانَ لِزَوْجِهَا عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ»

''نفقہ اور رہائش عورت کو تبھی ملے گی جب شوہر کو اس کی طرف رجوع کا حق حاصل ہو۔'' [3]

قرآن مجید میں بھی عورت کے لیے سکنیٰ اسی صورت میں بیان ہوا ہے جب اسے رجعی طلاق ملی ہو۔ سورۂ طلاق میں فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ ﴾

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انھیں ان کی عدت کے (آغاز) وقت میں طلاق دو اور عدت

[1] [صحيح] سنن أبي داود، النكاح، باب في حق المرأة على زوجها، حديث: 2142، وسنن ابن ماجه، النكاح، باب حق المرأة على الزوج، حديث: 1850. [2] صحيح البخاري، النفقات، باب إذا لم ينفق الرجل فللمرأة أن تأخذ بغير علمه......، حديث: 5364، وصحيح مسلم، الأقضية، باب قضية هند، حديث: 1714. [3] [صحيح] سنن النسائي، الطلاق، باب الرخصة في ذلك، حديث: 3432، ومسند أحمد: 416/6.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنتے رہو۔ اور اللہ سے جو تمھارا رب ہے، ڈرو۔ تم انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو۔“ [1]

یہ حکم کہ ”انھیں گھروں سے مت نکالو“ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں رہائش اور خرچ دینا واجب ہے۔ اور اس کی تائید سورۂ طلاق کی چھٹی آیت سے بھی ہوتی ہے:

﴿ أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ﴾

”تم انھیں رہائش دو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور ان کو تنگ کرنے کے لیے انھیں تکلیف نہ دو۔“ [2]

اور سورۂ بقرہ میں ہے: ﴿ وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ○ ﴾

”اور جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہو انھیں بھی دستور کے مطابق کچھ دے دلا کر رخصت کیا جائے، (یہ) متقی لوگوں پر لازم ہے۔“ [3]

طلاق بائنہ والی عورت کے لیے کوئی نان و نفقہ نہیں الا یہ کہ وہ حاملہ ہو: ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن چلا گیا، پھر اس نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو اس کی آخری (تیسری) طلاق بھیج دی جو ابھی باقی تھی۔ اور ساتھ ہی اس نے حارث بن ہشام اور عیاش بن ابو ربیعہ کو کہلا بھیجا کہ فاطمہ کو خرچہ دیں تو ان دونوں نے فاطمہ سے کہا کہ تیرے لیے کوئی خرچہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ تو حمل سے ہو، چنانچہ وہ نبی ﷺ کے پاس آ گئی اور ان کی یہ بات نبی ﷺ کو بتائی، تو آپ نے فرمایا: «لَا نَفَقَةَ لَكِ» ”تیرے لیے نفقہ نہیں ہے۔“ [4]

اگر حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے؟ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو اسے شوہر کے ترکے میں سے اپنا حصہ دے دیا جائے گا اور حمل کا حصہ بطور نفقہ ملے گا بشرطیکہ فوت شدہ شوہر کا ترکہ ہو ورنہ حمل کا مالدار وارث (ولی) حاملہ کا نفقہ برداشت کرے گا۔

باپ کا نفقہ بالغ جوان بیٹے کے ذمے ہے اسی طرح نابالغ اور نہ کما سکنے والے بیٹے کا باپ کے ذمے: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أَطْيَبَ مَا أَكَلَ الرَّجُلُ، مِنْ كَسْبِهِ، وَإِنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ مِنْ كَسْبِهِ»

[1] الطلاق 1:65. [2] الطلاق 6:65. [3] البقرة 241:2. [4] صحیح مسلم، الطلاق، باب المطلقة البائن لا نفقة لها، حدیث: 1480.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بہترین پاکیزہ مال وہی ہے جو آدمی خود کما کر کھائے اور آدمی کی اولاد اس کی کمائی ہی ہوتی ہے۔" [1]

مملوک غلام کا خرچ اس کے آقا کے ذمے ہے: معرور بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا گزر ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف ہوا جو ربذہ مقام پر مقیم تھے۔ انھوں نے ایک اونی چادر اوڑھ رکھی تھی اور ان کے غلام کے کندھوں پر بھی اسی قسم کی چادر تھی۔ ہم نے کہا: اگر آپ ان دونوں کو ملا لیتے تو ایک مکمل جوڑا بن جاتا۔ انھوں نے بتایا کہ ایک بار میرے اور ایک (مسلمان) بھائی کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی اس کی ماں عجمی تھی، میں نے اسے اس کی ماں کا طعنہ دیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری شکایت کر دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ» "اے ابوذر! تو ایسا آدمی ہے کہ تجھ میں جاہلیت ہے۔"

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جو لوگوں کو گالی دیتا ہے تو لوگ اس کے ماں باپ کو گالی ہی دیں گے۔ آپ نے فرمایا:

«يَا أَبَا ذَرٍّ! إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، هُمْ إِخْوَانُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ، وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ»

"اے ابوذر! تو ایسا آدمی ہے کہ تجھ میں جاہلیت ہے۔ یہ (غلام) تمھارے بھائی ہیں، اللہ نے انھیں تمھارے ماتحت کر دیا ہے۔ انھیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو، انھیں وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور ان سے ایسا کام مت لو جو ان پر گراں ہو، اگر ان سے کام کراؤ تو پھر ان کی مدد بھی کرو۔" [2]

نفقے کے ساتھ ساتھ لباس اور رہائش دینا بھی واجب ہے: یہ مسئلہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے ثابت ہوتا ہے جن کا بیان اسی باب میں گزر چکا ہے۔

صلہ رحمی کے ناتے نادار عزیز و اقارب پر خرچ کریں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

«إِنَّ الرَّحِمَ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ اللهُ: مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ»

[1] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب الرجل يأكل من مال ولده، حديث: 3528، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ماجاء أن الوالد يأخذ من مال ولده، حديث: 1358، وصحيح ابن حبّان: 10/72، حديث: 4259. و اللفظ له، وانظر أيضا حديث عائشة رضي الله عنها المتقدم في هذا الباب: صحيح البخاري، النفقات، حديث: 5364، وصحيح مسلم، حديث: 1714.

[2] صحيح البخاري، الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية......، حديث: 30، وصحيح مسلم، الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل......، حديث: 1661 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”رحم کا لفظ رحمان سے مربوط ہے، اللہ نے فرمایا ہے: ”جو تجھے جوڑے گا، میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا، میں اسے کاٹ دوں گا۔“ [1]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»

”جو شخص پسند کرتا ہو کہ اس کا رزق وسیع اور فراخ ہو اور وہ لمبی عمر پائے، تو اسے چاہیے کہ اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کیا کرے۔“ [2]

علیحدگی کی صورت میں حضانت، یعنی چھوٹے بچے کی پرورش کا مسئلہ

علیحدگی کے بعد ماں جب تک نکاح نہ کرے، بچے کی پرورش کی وہی مستحق ہے: جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرا یہ بیٹا ہے، میرا پیٹ اس کے لیے برتن، میرا سینہ اس کے لیے مشکیزہ اور میری گود اس کے لیے حصار رہی ہے، اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے مجھ سے چھین لے۔ آپ نے اس سے فرمایا:

«أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي»

”تو ہی اس کی زیادہ حق دار ہے جب تک کہ تو نکاح نہ کرے۔“ [3]

امام ابن منذر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ ماں کا یہ حق اس کے نکاح کر لینے کے بعد ختم ہو جائے گا۔ [4]

ماں کے بعد خالہ مستحق ہے کہ بچے کی پرورش کرے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہونے لگے تو حمزہ کی بیٹی چچا چچا کہتی ہوئی ان کے پیچھے لپکی، علی رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا، اس کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو اٹھا لو۔ تو اس کے متعلق علی، زید اور جعفر رضی اللہ عنہم

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب من وصل وصله الله، حديث: 5988، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث: 2554. [2] صحيح البخاري، الأدب، باب من بسط له في الرزق لصلة الرحم، حديث: 5986، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها، حديث: 2557. [3] [حسن] سنن أبي داود، الطلاق، باب من أحق بالولد؟ حديث: 2276، ومسند أحمد: 182/2، والمستدرك للحاكم: 207/2. [4] الإجماع، ص: 89، مسئلہ: 393,392.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھگڑنے لگے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میرے ہاں ہے۔ زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میری بھتیجی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے حق میں کیا اور فرمایا:

«اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ» ”خالہ ماں کی جگہ ہوتی ہے۔“

اور علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔“ اور جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم صورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔“ اور زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”تم ہمارے بھائی اور دوست ہو۔“ [1]

ماں اور خالہ کے بعد بچے کی پرورش باپ کے ذمے ہے: مذکورہ بالا حدیثِ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ماں جب تک نکاح نہ کرے، وہی بچے کی پرورش کی مستحق ہے۔ اور دوسری حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے معلوم ہوا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے، بالخصوص چھوٹے بچے کی پرورش کے سلسلے میں ان دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ماں اور خالہ کے بعد یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

ماں، خالہ یا باپ موجود نہ ہوں تو یہ ذمہ داری دوسرے قرابت داروں پر آتی ہے: کیونکہ یہ بچے کی فطری ضرورت اور لازمی حق ہے کہ کوئی اس کی پرورش اور نگہداشت کرے اور قرابت داروں سے بڑھ کر اس کے لیے اور کوئی شفیق نہیں ہو سکتا، چنانچہ حاکمِ وقت کو چاہیے کہ بچے کے قرابت داروں میں جسے اس مقصد کے لیے زیادہ مفید سمجھے، اسے اس کا ذمہ دار بنا دے۔ بچے کے جسم و جان کی حفاظت اسی طرح معتبر اور مطلوب ہے جیسے کہ اس کے مال کی حفاظت، چنانچہ کتاب و سنت میں یتیموں کے بارے میں بہت سے ارشادات اور دلائل آئے ہیں۔

مُمَیِّز و باشعور بچے کو اختیار ہے کہ ماں کے ساتھ رہے یا باپ کے: بچہ باشعور ہو جائے اور تمیز کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے اختیار دیا جائے کہ ماں یا باپ میں سے کسی کو اختیار کر لے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو اختیار دیا تھا کہ اپنی ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو چن لے۔ [2]

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک عورت آئی، کہنے لگی: میرا شوہر چاہتا ہے کہ مجھ سے میرے بیٹے کو لے جائے،

[1] صحيح البخاري، الصلح، باب كيف يكتب: هٰذا ما صالح فلان بن فلان......، حديث :2699. [2] [صحيح] جامع الترمذي، الأحكام، باب ماجاء في تخيير الغلام بين أبويه إذا افترقا، حديث : 1357، ومسند أحمد، حديث:7346 تحقیق احمد شاکر.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ یہ مجھے ابی عنبہ کے کنویں سے پانی لا کے دیتا ہے اور میرے بڑے کام کرتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ» ”تم دونوں اس پر قرعہ اندازی کرلو۔“

شوہر نے کہا: کون ہے جو مجھ سے میرے بیٹے کے بارے میں جھگڑا کرے؟ تو نبی ﷺ نے (لڑکے سے) فرمایا: ”یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے، جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو۔“ چنانچہ اس نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر چلی گئی۔ [1]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطلاق، باب من أحق بالولد؟ حديث: 2277.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

7

بیع کے احکام و مسائل

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ

(البقرة2:275)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامِ بیع

بیع، یعنی خرید و فروخت اور تجارت کی مشروعیت: سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ﴾ ''حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔'' [1]

سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ﴾

''اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت ہو۔'' [2]

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا» ''آپس میں سودا کرنے والے دونوں آدمیوں کو اختیار (حاصل) رہتا ہے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں۔'' [3]

اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ تجارتی لین دین، یعنی خرید و فروخت جائز ہے اور معاشرتی زندگی اس کی متقاضی بھی ہے کیونکہ انسان کو بسا اوقات ایسی چیزوں کی ضرورت پڑ جاتی ہے جو اس کے پاس نہیں ہوتیں۔ اور دوسرے بھی اسے بلا عوض نہیں دیتے، چنانچہ خرید و فروخت ہی ایک ایسا معقول شرعی وسیلہ ہے جس کے ذریعے سے انسان بغیر کسی الجھن کے اپنا مطلوب حاصل کر سکتا ہے۔ [4]

خرید و فروخت اور ہاتھ کے ذریعے سے کمائی کرنے کی ترغیب: مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِّنْ أَنْ يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ

[1] البقرة 2:275. [2] النسآء 4:29. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب البيعان بالخيار مالم يتفرقا، حديث: 2110، وصحيح مسلم، البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، حديث: 1532. [4] فتح الباري: 4/287.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ»

''جو شخص اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتا ہو، اس سے بڑھ کر عمدہ کھانا کسی اور کا نہیں ہو سکتا اور اللہ کے نبی داود علیہ السلام خود اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔'' [1]

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ حَطَبٍ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَهَا، فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ، أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ»

''تم میں سے کوئی شخص اپنی رسیاں لے اور پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لائے اور اسے بیچے اور اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو اس کے ذریعے سے ذلت سے بچا لے، یہ اس کے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے مانگتا پھرے اور وہ اسے دیں یا نہ دیں۔'' [2]

رزق کی تلاش میں صبح سویرے نکلنے کی ترغیب: صحابیِ رسول جناب صخر بن وداعہ غامدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ! بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا» وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ، فَأَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهُ»

''اے اللہ! میری امت (کے لوگوں) کے لیے ان کے صبح کے وقت نکلنے میں برکت ڈال دے۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو جب کسی مہم پر روانہ کرتے یا کوئی لشکر بھیجنا چاہتے تو اسے دن کے پہلے حصے ہی میں روانہ فرماتے۔ اس حدیث کے راوی صخر تاجر تھے، یہ اپنا سامانِ تجارت دن کے پہلے حصے میں روانہ کیا کرتے تھے، چنانچہ یہ بہت مال دار ہو گئے تھے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا تھا۔'' [3]

معیشت اور طلبِ رزق کے معاملے میں میانہ روی کی ترغیب: عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالِاقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ»

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب كسب الرجل و عمله بيده، حديث: 2072. [2] صحيح البخاري، الزكاة، باب الاستعفاف عن المسئلة، حديث: 1471. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الابتكار في السفر، حديث: 2606، وجامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في التبكير بالتجارة، حديث: 1212.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آدمی کی ہیئت و حالت کا عمدہ ہونا، جلد بازی نہ کرنا اور اخراجات وغیرہ میں میانہ روی اختیار کرنا نبوت کے چوبیس اجزاء میں سے ایک ہے۔" [1]

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تَسْتَبْطِئُوا الرِّزْقَ فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ عَبْدٌ لِيَمُوتَ حَتّٰى يَبْلُغَ آخِرَ رِزْقٍ هُوَ لَهُ فَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، أَخْذِ الْحَلَالِ، وَتَرْكِ الْحَرَامِ»

"اپنے لیے رزق کی آمد کو مؤخر نہ سمجھو۔ یقیناً کوئی شخص اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ وہ اپنے رزق کا آخری ذرہ تک نہ پا لے۔ لہٰذا حصول رزق میں اعتدال سے کام لو، یعنی حلال حاصل کرنے اور حرام سے بچنے میں۔" [2]

خرید وفروخت، تقاضائے دَین اور ادائے واجبات جیسے امور میں نرمی اور نوازش کا رویہ اپنانے کی ترغیب: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ، سَمْحًا إِذَا اشْتَرٰى، سَمْحًا إِذَا اقْتَضٰى»

"اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جو نرم خو ہو بیچنے میں، خریدنے میں اور تقاضا کرنے میں۔" [3]

تاجروں کو سچائی اپنانے کی ترغیب اور جھوٹ بولنے اور قسمیں کھانے کی ممانعت: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسٰى أَنْ يَّرْبَحَا رِبْحًا وَّيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا»

"خرید وفروخت کرنے والے دونوں فریقوں کو، جب تک کہ وہ جدا جدا نہ ہو جائیں، اختیار حاصل رہتا ہے، اگر دونوں سچی بات کریں اور (معاملہ) اچھی طرح واضح کر دیں تو ان کے سودے میں برکت ہوتی ہے، اگر وہ (کچھ) چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو یہ تو ممکن ہے کہ وہ کوئی نفع حاصل کر لیں مگر ان کے سودے سے

[1] [حسن] سنن أبي داود، الأدب، باب في الوقار، حديث:4776، وجامع الترمذي، البروالصلة، باب ما جاء في التأني والعجلة، حديث: 2010 واللفظ له. [2] [صحيح] صحيح ابن حبان، حديث: 3228، والمستدرك للحاكم: 4/2. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب السهولة والسماحة في الشراء والبيع، ومن طلب حقا فليطلبه في عفاف، حديث: 2076، وسنن ابن ماجه، التجارات، باب السماحة في البيع، حديث: 2203 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برکت اُٹھالی جاتی ہے۔" [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِّلْكَسْبِ» "جھوٹی قسم سودا فروخت تو کروا دیتی ہے مگر کمائی میں گھاٹا دیتی ہے۔" [2]

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو انتباہ! ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت یہ لوگ ناپ تول کے معاملے میں بہت برے تھے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝﴾ "ہلاکت ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔"

اس کے بعد یہ لوگ ناپ تول کے معاملات میں بہترین ہو گئے۔ [3]

تجارتی معاملات میں خیر خواہی ملحوظ رکھنے کا حکم اور دھوکے اور ملاوٹ پر انتباہ! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا، وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا»

"جو شخص ہم پر اسلحہ اٹھائے، وہ ہم میں سے نہیں اور جو ہمیں دھوکہ دے، یعنی ملاوٹ کرے، وہ بھی ہم میں سے نہیں۔" [4]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) رسول اللہ ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر ڈال دیا، آپ کی انگلیوں کو اس میں نمی (تری) محسوس ہوئی، تو آپ نے دریافت فرمایا:

«مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ؟» "یہ کیا ہے اے غلے والے!؟"

اس نے کہا: اللہ کے رسول! اس پر بارش پڑ گئی تھی۔ تو آپ نے فرمایا:

«أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوْقَ الطَّعَامِ حَتّٰى يَرَاهُ النَّاسُ، مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا»

"تو تم نے اسے اوپر کیوں نہیں کیا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیں، جو دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں۔" [5]

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب إذا كان البائع بالخيار هل يجوز البيع؟ حديث: 2114، و صحيح مسلم، البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، حديث: 1532. [2] صحيح البخاري، البيوع، باب: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝﴾، حديث: 2087، وصحيح مسلم، المساقاة، باب النهي عن الحلف في البيع، حديث: 1606. [3] [حسن] سنن ابن ماجه، التجارات، باب التوفي في الكيل، حديث: 2223، وصحيح ابن حبان، حديث: 4898. [4] صحيح مسلم، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: «من غشنا فليس منا»، حديث: 101. [5] صحيح مسلم، الإيمان، باب قول النبي ﷺ: «من غشنا فليس منا»، حديث: 102، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع، حديث: 1315.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممنوع بیوع

شراب، مردار، خنزیر اور مورتیوں کی خرید و فروخت حرام ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے، جبکہ آپ مکہ میں تھے، سنا کہ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالْأَصْنَامِ»، فَقِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهَا يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ، فَقَالَ: «لَا، هُوَ حَرَامٌ» ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَ ذٰلِكَ: «قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ، إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ثُمَّ بَاعُوهُ فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ»

"اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے شراب، مردار، خنزیر اور مورتیوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔" آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں بتائیے کہ اس سے کشتیوں اور چمڑوں کی پالش کی جاتی ہے اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں، فرمایا: "نہیں، یہ حرام ہے۔" پھر آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے! اللہ نے جب ان پر جانوروں کی چربی حرام کر دی تو انھوں نے اسے پگھلا کر بیچنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کھانے لگے۔"[1]

قرآن مجید میں یہودیوں کے لیے اس حکم کا تذکرہ اس طرح آیا ہے:

﴿ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا ﴾

"اور گائے اور بھیڑ، بکری میں سے ہم نے ان پر ان کی چربی حرام کی تھی۔"[2]

کتے کی خرید و فروخت جائز نہیں: ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زانیہ کی اجرت اور کاہن کی شیرینی سے منع فرمایا ہے۔[3]

بلی کو بیچنا جائز نہیں: جناب ابوزبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے اس کی بڑی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔[4]

خون بیچنا حلال نہیں: جناب ابن ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انھوں نے ایک غلام

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع الميتة ......، حديث: 2236، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع الخمر ......، حديث: 1581. [2] الأنعام6:146. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب ثمن ......، حديث: 2237، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث: 1567. [4] صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، حديث: 1569.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خریدا، وہ سینگی لگانے کا کام کرتا تھا۔ میرے والد کے حکم پر اس کے اوزار توڑ دیے گئے۔ میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور جسم گودنے والی اور گدوانے والی عورت، سود کھانے والے اور کھلانے والے اور تصویریں بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ [1]

جفتی کی قیمت ناجائز ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مادہ سے نر کی جفتی کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔ [2]

(ملکیتی زمین میں کنویں، چشمے کا) زائد از ضرورت پانی بیچنا جائز نہیں: ایاس بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زائد از ضرورت پانی بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ [3]

اس روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول دوسرے الفاظ میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی:

«لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ بِهِ الْكَلَأُ»

''گھاس کو روکنے کے لیے ضرورت سے زیادہ پانی نہ روکا جائے۔'' [4]

اور مسلم شریف میں ہے: ''زائد پانی نہ بیچا جائے کہ اس طرح کرنے سے تم گھاس فروخت کرنے لگو۔'' [5]

بیع الغرر، یعنی وہ خرید وفروخت جو غیر واضح ہو اور خفا، خطر اور جہالت پر مشتمل ہو، جائز نہیں: مثلاً: مچھلی جو ابھی پانی کے اندر ہو، دودھ جو تھنوں میں ہو، گھی جو ابھی دودھ میں ہو اور اون جو ابھی جانور سے نہ اتاری گئی ہو، ان کی خرید وفروخت۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری کی بیع اور خِفا و جہالت والی بیع سے منع فرمایا ہے۔ [6]

کنکری کی بیع: امام نووی فرماتے ہیں: اس کے تین مفاہیم ہیں: (1) مثلاً کپڑوں پر کنکری پھینکے اور کہے: جس کپڑے کو کنکری لگ گئی، وہ میں نے تیرے ہاتھ بیچا۔ یا کنکری پھینک کر کہے کہ جہاں تک یہ کنکری جائے، وہاں

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب ثمن الكلب، حديث: 2238. [2] صحيح البخاري، الإجارة، باب عسب الفحل، حديث: 2284. [3] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في بيع فضل الماء، حديث: 3478، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في بيع فضل الماء، حديث: 1271. [4] صحيح البخاري، المساقاة، باب: من قال إن صاحب الماء أحق بالماء حتى يَرْوى، حديث: 2353، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع فضل الماء الذي يكون بالفلاة......، حديث: 1566. [5] صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع فضل الماء الذي يكون بالفلاة......، حديث: 1566. [6] صحيح مسلم، البيوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر، حديث: 1513.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کی زمین تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔

2 کوئی چیز بیچتے ہوئے کہے کہ تجھے واپس کرنے کا اختیار ہے جب تک کہ میں یہ کنکری پھینکوں (اس کے بعد اختیار ختم ہو جائے گا۔)

3 یا کنکری پھینکنے ہی کو سودا قرار دے، مثلاً: جب میں اس کپڑے کو یہ کنکری ماروں تو یہ کپڑا اتنی رقم میں تمھارا ہے۔

غَرر کی بیع سے ممانعت کتاب البیوع کے قواعد میں سے ایک عظیم قاعدہ ہے اور اس میں بہت سے مسائل داخل ہوتے ہیں۔ مثلاً: بھاگے ہوئے غلام کی فروخت، کسی معدوم اور مجہول چیز کی فروخت، جو چیز حوالے نہ کی جا سکتی ہو، اس کی فروخت، جو چیز خود فروخت کرنے والے کی پوری طرح ملکیت میں نہ آئی ہو، اس کی فروخت، بہت زیادہ پانی میں موجود مچھلیوں کی فروخت، حیوان کے تھنوں میں دودھ کی فروخت اور مادہ کے پیٹ میں حمل کی فروخت وغیرہ۔ اس قسم کے تمام سودے ناجائز ہیں کیونکہ ان میں جہالت، خطر وخِفا ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ کتبِ احادیث میں بَیْعِ مُلَامَسَه (ہاتھ لگانے پر بیع) بَیْعِ مُنَابَذَه (چیز پھینک دینے پر بیع) بَیْعِ حَبَلِ الْحَبْلَه (حاملہ جانور کے پیٹ سے جنم لینے والی مادہ کے حاملہ ہونے پر بیع)، بَیْعُ الْحَصَاة (کنکری کی بیع) عَسْبُ الْفَحل (نر کے عمل جفتی کی بیع) کی بصراحت ممانعت آئی ہے، یہ سب غرر وجہالت پر مبنی ہونے کی وجہ ہی سے ممنوع بیوع ہیں، ان کا خصوصیت سے اس لیے تذکرہ کیا گیا ہے کہ یہ دورِ جاہلیت میں خرید وفروخت کے مشہور ومعروف طریقے تھے۔[1]

حَبَلُ الْحَبَلَه (حاملہ اونٹنی کے حمل کے حمل) کی بیع جائز نہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے حاملہ کے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔[2]

اس سے مراد یہ ہے کہ حاملہ اونٹنی کے بچے کی پیدائش سے پہلے حمل کے حمل کی خرید وفروخت طے پا جائے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ یہ حبل الحبلہ کی بیع، جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، اہلِ جاہلیت کی سوداگری کا ایک انداز تھا کہ آدمی اس طرح اونٹ بیچتا تھا کہ اس کی ادائیگی اس وقت ہو گی جب حاملہ اونٹنی سے جنم لینے والی اونٹنی بچہ دے گی۔[3]

مُنَابَذَہ اور مُلَامَسَہ کی بیع جائز نہیں: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دو طرح

[1] شرح صحیح مسلم للنووي، تحت الحديث: 1513. [2] صحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع حبل الحبلة، حديث: 1514. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع الغرر و حبل الحبلة، حديث: 2143، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع حبل الحبلة، حديث: 1514.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سودے کرنے اور دو طرح کے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے، آپ نے ہمیں خرید و فروخت میں ملامسہ اور منابذہ سے روکا ہے۔ ملامسہ یہ ہے کہ آدمی کپڑے کو ہاتھ لگا دے، دن ہو یا رات اور اسی ہاتھ لگانے سے جانچنے ہی کو سودا سمجھا جائے۔ اور منابذہ یوں ہے کہ ایک آدمی اپنا کپڑا دوسرے کی طرف اور دوسرا پہلے شخص کی طرف پھینک دے اور اسی سے بیع مکمل ہو جائے چیز دیکھنے کے بغیر اور رضا مندی کے بغیر۔ [1]

تقسیم سے پہلے ہی مالِ غنیمت بیچ دینے کی ممانعت: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ غنیمتوں کو بیچا جائے جب تک کہ تقسیم نہ ہو جائیں اور (قید میں حاصل ہونے والی) حاملہ لونڈیوں کے ساتھ صحبت کرنے سے منع فرمایا ہے حتی کہ وہ بچہ جنم دے لیں اور ہر کچلی والے درندے کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔ [2]

جب تک پھلوں میں صلاحیت پیدا نہ ہو، ان کی فروخت جائز نہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتی کہ ان کی صلاحیت نمایاں ہو جائے، آپ نے فروخت کرنے والے اور خریدار دونوں کو اس سے روکا ہے۔ [3]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے حتی کہ وہ رنگ پکڑ لیں۔ دریافت کیا گیا کہ رنگ پکڑنے کا کیا مفہوم ہے؟ فرمایا:

«حَتّٰى تَحْمَرَّ» ”حتیٰ کہ سرخ ہو جائے۔“

پھر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: «أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ، بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ؟»

”غور تو کرو اگر اللہ پھل روک لے تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کیونکر لے سکتا ہے؟!“ [4]

جان دار چیزوں کی تصویریں بیچنا جائز نہیں: جناب سعید بن ابی الحسن کہتے ہیں کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاں تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا: اے ابو عباس! میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ دستکاری سے میری روزی ہے اور میں تصویریں بناتا ہوں، انھوں نے کہا: میں تجھے وہی بات بتاتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع الملامسة، حديث: 2144، وصحيح مسلم، البيوع، باب إبطال بيع الملامسة والمنابذة، حديث: 1512 واللفظ له. [2] [صحيح] سنن النسائي، البيوع، بيع المغانم قبل أن تقسم، حديث: 4649. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها، حديث: 2194، وصحيح مسلم، البيوع، باب النهي عن بيع الثمار قبل بدو صلاحها بغير شرط القطع، حديث: 1534. [4] صحيح البخاري، البيوع، باب إذا باع الثمار قبل أن يبدو صلاحها ثم أصابته عاهة فهو من البائع، حديث: 2198، وصحيح مسلم، المساقاة، باب وضع الجوائح، حديث: 1555.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنی ہے، آپ فرماتے تھے: ”جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ اسے عذاب دے گا حتی کہ وہ اس میں روح پھونک دے مگر وہ اس میں کبھی روح نہ پھونک سکے گا۔“ یہ سن کر اس آدمی کی سانس بری طرح پھول گئی اور چہرہ زرد ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تجھ پر افسوس! اگر تو یہی کرنے پر مصر ہے تو ان درختوں کی تصویریں بنا لیا کر اور ہر اس چیز کی جس میں روح نہیں ہے۔ [1]

محاقلہ، مزابنہ، کئی سالوں کے لیے بیع اور کچے پھلوں کی بیع منع ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ بیوع سے منع فرمایا ہے۔ [2]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، معاومہ اور مخابرہ (بٹائی پر زمین دینے) کی بیع سے روکا ہے۔ اور استثنا سے بھی منع فرمایا، البتہ عرایا کی رخصت دی ہے۔ [3]

مُحاقلة: یہ ہے کہ کھیت میں کھڑی کھیتی کو متعین ومعلوم غلے کے بدلے بیچا جائے۔

مُخاضرة: یہ ہے کہ پھلوں کو کچا ہی بیچ دیا جائے، صلاحیت (سرخی، یا زردی) ابھی نہ آئی ہو۔

مُزابَنة: یہ ہے کہ درختوں پر لگی کھجوروں کو متعین کھجوروں کے بدلے بیچ دیا جائے۔

مُعاومة: ایک ہی موقع پر کئی سالوں کے لیے کھجوریں بیچ دی جائیں۔

استثنا کی وضاحت آگے آ رہی ہے اور عرایا کی رخصت مزابنہ کی عام منع میں سے ایک استثنائی رخصت ہے۔

جو شخص شراب بنانا چاہتا ہو تو علم ہونے پر اسے انگور (یا اسی قسم کے پھل) بیچنا منع ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَمُبْتَاعَهَا وَعَاصِرَهَا وَمُعْتَصِرَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُولَةَ إِلَيْهِ»

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع التصاوير التي ليس فيها روح وما يكره من ذلك، حديث: 2225، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......، حديث: 2110. [2] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع المخاضرة، حديث: 2207. [3] صحيح البخاري، المساقاة، باب الرجل يكون له ممر أو شرب في حائط أو في نخل، حديث: 2381، وصحيح مسلم، البيوع، باب النهي عن المحاقلة والمزابنة وعن المخابرة وبيع الثمرة قبل بدوصلاحها، وعن بيع المعاومة وهو بيع السنين، حديث: 1536. اور عرایا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی باغ والے سے سودا کر لے کہ مجھے ایک دو درختوں کی تازہ کھجوریں بیچ دو اور اندازہ کر لو کہ یہ کتنی ہیں، میں اس کے برابر تمھیں خشک کھجوریں دے دیتا ہوں، اس معاملے کی شریعت نے اجازت دی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کی مقدار پانچ وسق سے زیادہ نہ ہو۔ (ایک وسق = ساٹھ صاع 5x = کل 300 صاع)۔ (نہایہ ابن اثیر، مادہ: وس ق)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اللہ تعالیٰ نے شراب پر اور اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، نچوڑنے والے، نچڑوانے والے، اسے اٹھانے والے اور جس کی طرف اسے اٹھایا گیا، ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔“ [1]

مال قبضے میں لینے سے پہلے ہی بیچ دینا منع ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: «إِذَا ابْتَعْتَ طَعَامًا ، فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَهُ»

”جب تو غلہ خریدے تو جب تک اسے اپنے قبضے میں نہ لے لے، فروخت مت کر۔“ [2]

کھانے کی اشیاء کو جب تک ماپ نہ لیا جائے بیچا نہ جائے: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھانے کی اشیاء کے متعلق فرمایا ہے کہ جب تک ان میں دو (صاع) پیمانے استعمال نہ ہو جائیں، اس وقت تک یہ اشیاء بیچنا منع ہے، یعنی بیچنے والے کا پیمانہ اور خریدنے والے کا پیمانہ۔ [3]

استثنا کر لینا منع ہے سوائے اس کے کہ معلوم و متعین ہو: حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استثنا سے منع فرمایا ہے، سنن نسائی میں یہ اضافہ بھی ہے: ”سوائے اس کے کہ معلوم و متعین ہو۔“ [4]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما اپنے اونٹ پر آ رہے تھے، اونٹ تھک کر چلنے سے عاجز آ گیا تھا، انھوں نے چاہا کہ اسے چھوڑ ہی دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسی دوران مجھ سے رسول اللہ ﷺ آ ملے، آپ نے میرے لیے دعا کی اور اونٹ کو ہلکا سا مارا، تو وہ ایسا چلا کہ پہلے ایسی سبک رفتاری سے کبھی نہ چلا تھا۔ آپ نے فرمایا:

«بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ» قُلْتُ: لَا، ثُمَّ قَالَ: «بِعْنِيهِ» فَبِعْتُهُ بِوُقِيَّةٍ، وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلٰى أَهْلِي، فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ، فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ، ثُمَّ رَجَعْتُ، فَأَرْسَلَ فِي أَثَرِي، فَقَالَ: «أَتُرَانِي مَا كَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ؟ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ، فَهُوَ لَكَ».

”یہ اونٹ میرے ہاتھ ایک اوقیہ (40 درہم) قیمت پر بیچ دو۔“ میں نے عرض کیا: نہیں، آپ نے پھر فرمایا:

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الأشربة، باب العصير للخمر، حديث: 3674، وسنن ابن ماجه، الأشربة، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه، حديث: 3380، ومسند أحمد: 97/2. [2] صحيح مسلم، البيوع، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض، حديث: 1529. [3] [حسن] سنن ابن ماجه، التجارات، باب النهي عن بيع الطعام قبل مالم يقبض، حديث: 2228، والدارقطني: 7/3، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 316/5. [4] [صحيح] سنن النسائي، البيوع، النهي عن بيع الثنيا حتى تعلم، حديث: 4637، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في النهي عن الثنيا، حديث: 1290. بیع میں استثنا کا مطلب یہ ہے کہ بیع میں کسی مجہول چیز کا استثنا کیا جائے، مثلاً: میں نے سارا باغ فروخت کر دیا ہے مگر ایک درخت نہیں، یہی مستثنیٰ کی جہالت کی وجہ سے ہے اور اگر مستثنیٰ معلوم و متعین ہو، پھر بیع درست ہے، مثلاً کہے: میں نے سارا باغ فروخت کر دیا مگر یہ درخت نہیں۔ (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ اونٹ میرے ہاتھ بیچ دو۔" چنانچہ میں نے ایک اوقیہ میں اس کا سودا کر دیا اور اس بات کا استثنا کر لیا کہ میں اپنے گھر تک اس پر سواری کروں گا۔ چنانچہ جب میں اپنے گھر پہنچا تو اونٹ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے اس کی قیمت گن کر دے دی۔ میں لوٹ آیا، آپ نے معاً مجھے بلوایا اور فرمایا: "کیا سمجھتے ہو کہ میں نے تمھیں پیسے کم کرنے کا اس لیے کہا تھا کہ میں تمھارا اونٹ حاصل کر لوں؟ جاؤ اپنا اونٹ لے جاؤ اور یہ درہم بھی تمھارے ہوئے۔" [1]

شہری آدمی صحرائی کے لیے فروخت کنندہ نہ بنے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں روکا گیا ہے کہ کوئی شہری آدمی صحرائی شخص کا سودا فروخت کرے، چاہے وہ اس کا بھائی ہو یا باپ۔ [2]

غلام کو بیچنا ہو تو محرموں میں جدائی نہ کی جائے: ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرمارہے تھے:

«مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدَةِ وَوَلَدِهَا ، فَرَّقَ اللهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

"جس نے ماں اور اس کے بچے کے درمیان جدائی کی، اللہ قیامت کے دن اس کے اور اس کے محبوبوں کے درمیان جدائی کر دے گا۔" [3]

دھوکہ دینے کے لیے بولی دینا جائز نہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نَجْش، یعنی دھوکے سے بھاؤ بڑھا دینے سے منع فرمایا ہے۔ [4]

نجش کا مطلب یہ ہے کہ آدمی سودا خریدنا نہ چاہتا ہو بلکہ بھاؤ بڑھاتا ہو اور دوسروں کو دھوکہ دے کر مائل کرتا ہوتا کہ وہ اسے خرید لیں (وہ مہنگا سودا خریدنے پر مجبور ہوں۔)

کسی مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی کے سودے پر سودا کرنا جائز نہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری کسی صحرائی شخص کے لیے سودا کرے یا مصنوعی طور پر

---

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب: إذا اشترط البائع ظهر الدابة إلى مكان مسمى جاز، حديث: 2718، وصحيح مسلم، المساقاة، باب بيع البعير واستثناء ركوبه، حديث: 1599. [2] صحيح البخاري، البيوع، باب: يشتري حاضر لباد بالسمسرة، حديث: 2161، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي، حديث: 1523. [3] [صحيح] جامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في كراهية، الفرق بين الأخوين أو بين الوالدة وولدها في البيع، حديث: 1283. [4] صحيح البخاري، باب النجش، ومن قال: لايجوز ذٰلك البيع، حديث: 2142، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه وسومه على سومه، وتحريم النجش، وتحريم التصرية، حديث: 1516.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھوکے سے قیمت بڑھائے، یا کوئی آدمی دوسرے کے سودے پر سودا کرے یا کوئی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر اپنا پیغام دے۔ (آپ نے مزید فرمایا:) ”عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے کہ اس کے برتن میں جو کچھ ہے، اسے انڈیل دے۔“ یعنی اس کا گھر نہ اجاڑے۔ [1]

خریداری کے لیے قافلوں کو راستے میں ملنا منع ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ»

”قافلوں سے شہر سے باہر جا کر مت ملو اور کوئی شہری کسی صحرائی آدمی کے لیے سودا نہ کرے۔“

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سننے والے نے پوچھا کہ ”شہری دیہی آدمی کے لیے سودا نہ کرے۔“ اس کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس کا دلال (ایجنٹ) نہ بنے۔ [2]

اگر قافلے والے کو معلوم ہو جائے کہ خریدار نے (راستے میں آکر ہمیں) دھوکہ دیا ہے تو اسے سودا واپس کر لینے کا اختیار ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ منڈی میں مال لانے والوں سے ان کے راستے میں نہ ملا جائے، اگر کوئی اس سے ملے اور اس سے کوئی سودا خرید لے اور مال والا جب بازار میں آئے تو اسے اپنے اس سودے کے بارے میں اختیار ہے (چاہے تو نافذ ہی رہنے دے اور چاہے تو واپس لے لے۔) [3]

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت: معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ» ”کوئی خطا کار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔“ [4]

امام نووی رحمہ اللہ (شرح مسلم: 11/43 میں) فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کے نزدیک ذخیرہ اندوزی صرف غلے اور خوراک کی چیزوں میں حرام ہے۔ اس طرح کہ مہنگائی کے دنوں میں غلہ خریدے اور جلد فروخت نہ کرے بلکہ اسے روکے رہے تاکہ وہ اور مہنگا ہو جائے۔ البتہ اگر اسے سستے وقت میں خریدا ہو، یا دیہات سے لایا ہو اور روکے رہا ہو،

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب لايبيع على بيع أخيه، ولايسوم على سوم أخيه حتى يأذن له أويترك، حديث: 2140، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه، وسومه على سومه، و تحريم النجش، وتحريم التصرية، حديث: 1515. [2] صحيح البخاري، البيوع، باب: هل يبيع حاضر لباد بغير أجر؟ وهل يمينه أو ينصحه؟ حديث: 2158، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي حديث: 1521. [3] صحيح مسلم، البيوع، باب تحريم تلقي الجلب، حديث: 1519، وسنن أبي داود، البيوع، باب في التلقي، حديث: 3437، ومسند أحمد: 2/487,488. [4] صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم الاحتكار في الأقوات، حديث: 1605.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا مہنگائی کے دنوں میں اپنی ضرورت کے لیے خریدا ہو، یا اگر خریدے اور انھی دنوں میں فروخت کر دے تو یہ عمل ذخیرہ اندوزی باور نہیں کیا جائے گا، نہ اس میں کوئی حرمت ہے۔ اور غلے کے علاوہ دوسری چیزوں میں کسی طرح کی ذخیرہ اندوزی حرام نہیں، ہمارے مذہب کی یہی تفصیل ہے۔ [1]

بیع میں قرض کی شرط لگانا حلال نہیں نہ ایک سودے میں دو شرطیں جائز ہیں: عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَّبَيْعٌ وَّلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ، وَلَا رِبْحُ مَا لَمْ يُضْمَنْ، وَلَا بَيْعُ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ»

''بیع میں قرض دینے کی شرط لگانا حلال نہیں ہے۔ اور نہ ایک سودے میں دو شرطیں۔ اور نہ اس مال کا نفع جس کی ذمہ داری نہ اٹھائی جائے۔ اور نہ اس چیز کی بیع ہی حلال ہے جو تمھارے پاس موجود نہ ہو۔'' [2]

ایک سودے میں دو نرخ صحیح نہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ بَاعَ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ فَلَهُ أَوْكَسُهُمَا أَوِ الرِّبَا»

''جو شخص ایک سودے میں دو نرخ کرتا ہے، اس کے لیے ان دو نرخوں میں سے کمتر نرخ (قیمت) ہوگا یا سود۔'' [3]

جو چیز ملکیت میں نہ ہو اس کا بیچنا درست نہیں: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آدمی میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کوئی ایسی چیز خریدتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی، تو کیا میں اسے بازار سے خرید کر لا دوں؟ آپ نے فرمایا:

---

[1] جو بھی چیز انسانی ضروریات سے متعلق ہو، اس کی ذخیرہ اندوزی جائز نہیں، طعام اور غلے کی تخصیص کسی صحیح حدیث میں نہیں آئی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے الروضة الندية تعليق الألباني:2/374، ونيل الأوطار: 5/188. (عبدالولی) [2] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب في الرجل يبيع ماليس عنده، حديث: 3504، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع ماليس عنده، حديث: 1234. [3] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب في من باع بيعتين في بيعة، حديث: 3461، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في النهي عن بيعتين في بيعة، حديث: 1231، وسنن النسائي، البيوع، بيعتين في بيعة، وهو أن يقول أبيعك هذه السلعة بمائة درهم نقدًا وبمائتي درهم نسيئة، حديث:4636. اس حدیث سے نقد اور ادھار کی قیمتوں میں فرق کے ناجائز ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، حديث: 2326 اور شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق کا رسالہ «القول الفصل في بيع الأجل» (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ» ”جو چیز تیرے پاس نہ ہو، اسے مت بیچ۔“ [1]

درخت پر لگے پھلوں کو کسی آفت سے ہونے والا نقصان قیمت سے منہا کیا جائے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا، فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ، فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ؟»

”اگر تم اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی پھل فروخت کرو، پھر اسے درخت پر لگے ہوئے کوئی آفت آ پہنچے، تو تمھارے لیے حلال نہیں کہ تم اس سے کچھ لو۔ کسی استحقاق کے بغیر تم اپنے بھائی کا مال کیونکر لے سکتے ہو؟“ [2]

قیمت مقرر کرنا منع ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں، آپ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَلْقَى اللهَ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ يُطَالِبُنِي بِمَظْلِمَةٍ فِي دَمٍ وَّلَا مَالٍ»

”اللہ تعالیٰ ہی قیمتیں مقرر کرنے والا ہے، وہی تنگی لانے والا ہے، وہی فراخ کرنے والا ہے، وہی رزق دینے والا ہے اور مجھے اپنے متعلق یہ امید ہے کہ میں اللہ سے اس حالت میں ملوں کہ تم میں سے کوئی فرد مجھ سے کسی خون یا مال کے سلسلے میں کسی حق کا مطالبہ نہ کرے۔“ [3]

سود کا بیان

سودی لین دین حرام اور کبیرہ گناہ ہے: سود کی حرمت میں قرآن کریم میں کئی آیات آئی ہیں، مثلاً:

﴿وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ ”حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔“ [4]

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في الرجل يبيع ماليس عنده، حديث: 3503، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع ماليس عنده، حديث: 1232. [2] صحيح مسلم، المساقاة، باب وضع الجوائح، حديث: 1554. [3] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في التسعير، حديث: 3451، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في التسعير، حديث: 1314. [4] البقرة 2:275.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سورۂ بقرہ ہی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ○ ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی ہے وہ چھوڑ دو اگر تم مومن ہو، پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہی ہیں، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''[1]

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے، ارشاد فرمایا: «هُمْ سَوَاءٌ» ''یہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔''[2]

درج ذیل چیزوں میں ایک ہی جنس میں کمی بیشی جائز نہیں: مثلاً: سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے (کمی بیشی کے ساتھ) بیچنا حرام ہے، سوائے اس کے کہ دونوں ہم مثل اور ہاتھوں ہاتھ نقد کا معاملہ ہو۔

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں اپنے سو دینار کا درہم سے تبادلہ کرنا چاہتا تھا کہ مجھے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلا لیا، ہم نے آپس میں بات چیت کی، وہ مجھ سے دینار لینے پر راضی ہو گیا، سونا مجھ سے لے لیا۔ اپنے ہاتھ میں گھمانے لگا، پھر کہا: (انتظار کرو) تاکہ میرا خزانچی غابہ سے آ جائے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہمارا یہ معاملہ سن رہے تھے، انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! جب تک اس سے درہم وصول نہ کر لو، اس کے پاس سے نہ ہٹنا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ [بِالشَّعِيرِ] رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ»

''سونا، سونے کے بدلے سود ہے الا یہ کہ دونوں طرف سے یوں ہو کہ یہ لو، یہ لو۔ گندم، گندم کے بدلے سود ہے الا یہ کہ دونوں طرف سے یوں ہو کہ یہ لو، یہ لو۔ اور جو، جو کے بدلے سود ہے الا یہ کہ دونوں طرف سے یوں ہو کہ یہ لو، یہ لو۔ اور کھجور، کھجور کے بدلے سود ہے الا یہ کہ دونوں طرف سے یوں ہو کہ یہ لو، یہ لو۔''[3]

[1] البقرة 2:278,279. [2] صحيح مسلم، المساقاة، باب لعن آكل الربا ومؤكله، حديث: 1598. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع الشعير بالشعير، حديث: 2174، وصحيح مسلم، المساقاة، باب الصرف و بيع الذهب بالورق نقدا، حديث: 1586.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ سونے کی سونے کے ساتھ، چاندی کی چاندی کے ساتھ، گندم کی گندم کے ساتھ، جو کی جو کے ساتھ، کھجور کی کھجور کے ساتھ اور نمک کی نمک کے ساتھ بیع سے منع فرماتے تھے الا یہ کہ دونوں طرف سے برابر برابر یکساں جنس ہو اور جس نے زیادہ دیا یا زیادہ کا مطالبہ کیا، اس نے سود کا معاملہ کیا۔ [1]

ایسی کوئی دلیل نہیں ملی جو ان کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی متذکرہ بالا چھ چیزوں کی فہرست میں شمار کرنے کے لیے مؤثر حجت ہو۔ [2]

دونوں طرف کی اجناس مختلف ہوں تو کمی بیشی جائز ہے، بشرطیکہ سودا نقد ہو: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءً بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ، فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ»

”سونا، سونے کے بدلے، چاندی، چاندی کے بدلے، گندم، گندم کے بدلے، جو، جو کے بدلے، کھجور، کھجور کے بدلے اور نمک، نمک کے بدلے ہم مثل، برابر دست بدست نقد بیچا جائے۔ اور اگر ان کی اصناف مختلف ہوں تو جس طرح چاہو لین دین کرو، بشرطیکہ معاملہ نقد ہو۔“ [3]

برابری کا تعین کیے بغیر ہم جنس چیزیں ایک دوسرے کے بدلے نہیں بیچی جا سکتیں: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کھجور کا ڈھیر جس کی پیمائش اور مقدار معلوم نہ ہو، معلوم مقدار کی کھجور کے بدلے بیچا جائے۔ [4]

ایک ہی جنس کی کھانے والی تازہ اشیاء کا خشک سے سودا کرنا جائز نہیں: کھانے والی اشیاء کا سودا اسی قسم کی

[1] صحيح مسلم، المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا، حديث: 1587. [2] شیخ البانی رحمہ اللہ نے السنن الكبرىٰ للبيهقي: 5/286 میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت، جس میں مذکورہ چھ چیزوں کے بعد وَكُلُّ مَا يُكَالُ أَوْيُوزَنُ (اسی طرح کا حکم ہر اس چیز کا ہے جو ماپی یا تولی جاتی ہے) کے الفاظ ہیں، سے استدلال کیا ہے کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مذکورہ صورت میں سود جاری ہوتا ہے۔ دیکھیے الروضة الندية، تعليق الألباني: 2/386. (عبدالولی) [3] صحيح مسلم، المساقاة، باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا، حديث: 1587. [4] صحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع صبرة التمر المجهولة القدر بتمر، حديث: 1530.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجناس سے اس طرح کرنا کہ ایک طرف جنس تازہ ہو اور دوسری طرف خشک تو یہ جائز نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ تازہ کھجور کو خشک کھجور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے، یا تازہ انگور، کشمش کے بدلے ناپ کر فروخت کیا جائے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی رخصت دی ہے: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی رخصت دی ہے کہ تازے پھل کا اندازہ کر کے اسے معلوم مقدار کے ہم جنس پھل کے بدلے میں فروخت کیا جائے۔ [2]

اس کی توضیح میں یہ کہا گیا ہے کہ جب مزابنہ سے منع کیا گیا، یعنی درخت پر پھل لگا ہو تو اسے متعین مقدار کی خشک کھجور کے عوض بیچنا منع ہے۔ تو اس میں عرایا کی صورت کی خاص اجازت دی گئی ہے، مثلاً: کوئی حاجت مند کھجور کے موسم میں اپنے اہل وعیال کے لیے نقد روپے سے تازہ کھجور خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور نہ اس کے پاس ایسے درخت ہوں جن سے وہ یہ فائدہ اٹھا سکے، مگر اس کے پاس خشک کھجوریں موجود ہوں جو اس کی روزمرہ کی ضروریات سے زیادہ ہوں۔ اب یہ شخص باغ والے کے پاس آئے اور کہے کہ میرے ہاتھ ایک یا دو درختوں کی کھجوریں بیچ دو، پھر وہ درخت پر لگے پھل کا اندازہ کر کے خشک کھجور کے بدلے خرید لے تاکہ موسم کے تازہ پھل سے وہ اور اس کے اہل وعیال اور لوگوں کے ساتھ مستفید ہو سکیں تو اس کی اجازت دی گئی ہے، بشرطیکہ اس کی مقدار پانچ وسق [3] سے زیادہ نہ ہو بلکہ کم ہو۔

ایک وسق = 60 صاع (پیمانہ بھر کر)

ایک صاع = 4 مد

ایک مد = 544 گرام گندم بلحاظ وزن

اس طرح ایک صاع = 4 x 544 =2176 گرام

اور ایک وسق = 2176X60 = 130560 گرام = 130.56 کلوگرام

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب بيع المزابنة، وهي بيع التمر بالتمر وبيع الزبيب بالكرم، وبيع العرايا، حديث:2185، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرطب بالتمر إلا في العرايا، حديث: 1542. [2] صحيح البخاري، البيوع، باب تفسير العرايا، حديث: 2192، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الرطب بالتمر إلا في العرايا، حديث: 1539.

[3] شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ نے پانچ وسق کا وزن 612 کلو بتایا ہے جو پندرہ من بارہ کلو بنتا ہے۔ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ 630 کلو جبکہ حافظ عبدالسلام بن محمد 600 سو کلوگرام بتاتے ہیں جو پورے پندرہ من بنتے ہیں۔ اور راجح یہی ہے۔ دیکھیے: احکام زکاۃ وعشر وغیرہ۔ (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچ وسق = 652.8=130.56x5 کلوگرام=16.32 من۔

جانور کے بدلے گوشت بیچنا جائز نہیں: سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو گوشت کے بدلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔[1]

جانور کو اسی جنس کے دو یا مزید جانوروں کے بدلے بیچنا جائز ہے: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ایک لشکر تیار کرو۔ اس سلسلے میں اونٹ ختم ہو گئے، آپ نے انھیں حکم دیا کہ صدقے کے اونٹ آنے تک کے ادھار پر اونٹ حاصل کرلو۔ چنانچہ عبداللہ رضی اللہ عنہ صدقے کے اونٹوں کے وعدے پر دو دو اونٹ کے بدلے ایک ایک اونٹ حاصل کرنے لگے۔[2]

بیع عینہ جائز نہیں: بیع عینہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہاتھ اپنا سامان ایک خاص مدت تک کے لیے ادھار بیچے، پھر وہی سامان اس سے کم قیمت پر خود خرید لے، تو یہ بیع عینہ کہلاتی ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

«إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ»

"جب تم عینہ کا معاملہ کرنے لگو گے، بیلوں کی دمیں تھام لو گے، کھیتی باڑی پر قانع ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک تمھاری ذلت دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ۔"[3]

خرید وفروخت میں اختیارات

مال میں کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ واضح کر دے ورنہ خریدار کو واپس کرنے کا اختیار حاصل رہے گا:

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

[1] [حسن] المستدرك للحاكم: 35/2، والسنن الكبرى للبيهقي: 296/5 اور دیکھیے: الإرواء: 198/5، حديث: 1351.

[2] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب في الرخصة في ذلك، حديث: 3357. [3] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في النهي عن العينة، حديث: 3462.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اسے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی عیب دار چیز بیچے سوائے اس کے کہ اسے اس کے لیے واضح کر دے۔“ [1]

جناب عدّاء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے یہ تحریر دی تھی:

”عداء بن خالد بن ہوذہ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے یہ غلام یا لونڈی خریدی ہے، اس میں کوئی بیماری نہیں، نہ یہ خائن ہے (یا نہ بھاگنے والا ہے) اور نہ اس میں کوئی بری (خبیث) عادت ہے۔ یہ مسلمان کی مسلمان سے خرید وفروخت ہے۔“ [2]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے ذکر کیا کہ لوگ اسے خرید وفروخت میں دھوکہ دے جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ”جب تو کوئی سودا کیا کرے تو یوں کہہ دیا کر: دھوکہ نہیں!“ [3]

آمدنی اور نفع اصلی مال کے ضمان (ذمہ داری) کی وجہ سے ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ» ”آمدنی اسی کی ہے جو مال کا ضامن اور ذمہ دار بنے۔“ [4]

غرر (ابہام) کی صورت میں خریدار سودا واپس کر سکتا ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَيْعِ بَعْضٍ وَّلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَّحْلُبَهَا، إِنْ رَّضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ»

”منڈی کی طرف آنے والے قافلوں کو رستوں میں مت ملو (راستوں میں ان سے خریداری مت کرو) اور

---

[1] [حسن] سنن ابن ماجه، التجارات، باب من باع عيبا فليبينه، حديث: 2246. [2] [حسن] جامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في كتابة الشروط، حديث: 1216، وسنن ابن ماجه، التجارات، باب شراء الرقيق، حديث: 2251. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب ما يكره من الخداع في البيع، حديث: 2117، وصحيح مسلم، البيوع، باب من يخدع في البيع، حديث: 1533. [4] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب فيمن اشترى عبدا فاستعمله ثم وجد به عيبا، حديث: 3508، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء فيمن يشتري العبد ويستغله ثم يجد به عيبا، حديث: 1285. اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کسی نے ایک غلام خریدا، اس کو کام پر لگایا، نفع کمایا، اب اس میں کوئی ایسا عیب نکلا جو بیچنے والے نے خریدار کو نہیں بتایا تھا اور مشتری نے اس عیب کی وجہ سے وہ غلام بائع کو واپس کر دیا تو مشتری بائع سے اپنی قیمت واپس لے لے اور غلام کی کمائی جو مشتری کے پاس آئی، وہ مشتری ہی کی ہوگی، اس لیے کہ وہ اس غلام کا ضامن اور ذمہ دار تھا، اگر وہ ہلاک ہو جاتا تو اسی کا نقصان ہوتا، نیز ملاحظہ ہو: نيل الأوطار، باب أن الكسب الحادث لا يمنع الرد بالعيب: 5/240.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے (پہلے آدمی کا سودا خراب نہ کرے)، بھاؤ میں دھوکہ دینے کے لیے اضافہ مت کرو، کوئی شہری کسی صحرائی (بدوی) شخص کے لیے اس کی چیز فروخت نہ کرے، بکری کا دودھ نہ روکو (جب اسے بیچنے کا ارادہ ہو) جس نے اسے خرید لیا، اسے اس کو دوہنے کے بعد اختیار ہے، پسند ہو تو رکھ لے اور اگر ناپسند ہو تو واپس کر دے اور ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔“ [1]

بکری کا دودھ روکنے کی صورت میں خریدار یہ گمان کرتا ہے کہ شاید اس جانور کا دودھ ہمیشہ اسی طرح بھرپور ہوتا ہے۔

خرید وفروخت کا سودا کسی ممنوع شکل میں ہوا ہو تو بائع کو اختیار ہوتا ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ، فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ، فَإِذَا أَتٰى سَيِّدُهُ السُّوقَ، فَهُوَ بِالْخِيَارِ»

”منڈی کی طرف مال لانے والوں سے رستوں میں مت ملو، جس نے رستے میں اس سے کچھ خرید لیا، تو بازار پہنچنے (اور جائزہ لینے) پر مالک کو اختیار ہوگا۔“ [2]

جدا ہونے سے پہلے بائع ومشتری دونوں کو اختیار ہوتا ہے: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا»

”دو سودا کرنے والے جب تک علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں، انھیں اپنے سودے کا اختیار رہتا ہے۔ اگر بائع و مشتری بیع میں سچائی سے کام لیں اور معاملہ خوب واضح کر دیں تو ان کے سودے میں برکت ہوتی ہے، اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو ان کے سودے سے برکت اٹھا لی جاتی ہے۔“ [3]

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب النهي للبائع أن لا يحفل الإبل والبقر والغنم وكل محفلة، حديث: 2150، وصحيح مسلم، باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه وسومه على سومه، وتحريم النجش، وتحريم التصرية، حديث: 1515.
[2] صحيح مسلم، البيوع، باب تحريم تلقي الجلب، حديث: 1519. [3] صحيح البخاري، البيوع، باب البيعان بالخيار مالم يتفرقا، حديث: 2110، وصحيح مسلم، البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، حديث: 1532. سودے میں خوب وضاحت کرنے سے مراد ہر وہ بات ہے جس کے بتانے کی حاجت وضرورت ہو، کوئی عیب ہو تو بتا دے۔ قیمت کے معاملے میں بھی کسی طرف سے کوئی بات نہ چھپائی جائے۔ برکت اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ ظاہری یا باطنی طور پر اس سودے میں جو اضافہ ہونا ہوتا ہے، وہ نہیں ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ»

''ہر دو سودا کرنے والوں کی خرید وفروخت اس وقت تک پکی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائیں سوائے اس کے کہ سودا ہی اختیار کا ہو۔'' [1]

اگر اختلاف ہو جائے تو بات بیچنے والے کی معتبر ہوگی: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«إِذَا اخْتَلَفَ الْبَيِّعَانِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا بَيِّنَةٌ فَهُوَ مَا يَقُولُ رَبُّ السِّلْعَةِ أَوْ يَتَتَارَكَانِ»

''جب دو سودا کرنے والوں کا آپس میں اختلاف ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی گواہ نہ ہو تو بات وہی ہوگی جو فروخت کرنے والا کہتا ہے، یا دونوں ہی یہ سودا چھوڑ دیں۔'' [2]

بیعِ سَلَم یا سَلَف کا بیان

بیع سلم کی تعریف: نقد ثمن کے بدلے ایسی مؤجل چیز خریدنا جس کے اوصاف ذکر کیے گئے ہوں۔

بیع سلم کے جائز ہونے کی دلیل: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگ کھجور میں دو دو اور تین تین سال تک کے لیے بیع سلم کر لیتے تھے، آپ نے فرمایا:

«مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ»

''جو کوئی کسی چیز میں بیعِ سَلَف (سَلَم) کرے تو ضروری ہے کہ اس کا ماپ یا وزن معلوم ہو اور وقتِ ادائیگی بھی معلوم ہو۔'' [3]

بیع سلم کے صحیح ہونے کی شروط: (1) جس چیز کا سلم یا سلف کی صورت میں سودا کیا جا رہا ہو، اس کی مقدار،

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب إذا كان البائع بالخيار هل يجوز البيع؟ حديث: 2113، وصحيح مسلم، البيوع، باب تحريم بيع الحاضر للبادي، حديث: 1531. [2] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب إذا اختلف البيعان والمبيع قائم، حديث: 3511، وسنن النسائي، البيوع، خلاف المتبايعين في الثمن، حديث: 4652. [3] صحيح البخاري، السلم، باب السلم في وزن معلوم، حديث: 2240، وصحيح مسلم، المساقاة، باب السلم، حديث: 1604.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنس، نوع اور صفت معلوم ہونی چاہیے۔ اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

2 جس چیز کا سودا کیا جائے، وہ مقررہ وقت پر دستیاب ہونی چاہیے، چاہے سودا طے کرنے کے وقت موجود نہ ہو۔
عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اور عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غنیمتیں حاصل ہوتی تھیں، ہمارے پاس شام کے نبطی لوگ آیا کرتے تھے، ہم ان سے گندم، جو اور زیتون کی بیع سلف کیا کرتے تھے اور اس کا وقت طے کر لیا جاتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا ان لوگوں کی کھیتی باڑی (بھی) ہوتی تھی یا نہیں؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: ہم ان سے یہ سوال نہیں کیا کرتے تھے۔[1]

اور ایک روایت میں ہے کہ ہم ان لوگوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں گندم، جو، زیتون اور کھجور کی بیع سلف کیا کرتے تھے اور یہ چیزیں ہم ان کے پاس دیکھتے نہ تھے۔[2]

3 تیسری شرط یہ ہے کہ مال کی قیمت اس مجلس میں وصول کی گئی ہو، یہ ضروری شرط ہے، اس کے بغیر یہ بیع سلم نہیں ہوگی بلکہ ادھار کی بیع ادھار کے ساتھ ہوگی جو ممنوع ہے۔

4 چوتھی شرط یہ ہے کہ تاریخ ادائیگی معلوم اور متعین ہو۔ اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی گزشتہ روایت ہے۔

قرض اور اس کے مسائل

قرض دینے کی فضیلت: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»

”جس نے کسی مومن کی دنیاوی پریشانیوں میں سے کوئی ایک پریشانی دور کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی پریشانیوں میں سے اس کی کوئی بڑی پریشانی دور فرما دے گا۔ اور جو کسی تنگ دست کے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دنیا اور آخرت میں آسانی فرمائے گا۔“[3]

[1] صحيح البخاري، السلم، باب السلم إلى من ليس عنده أصل، حديث: 2255,2254، ومسند أحمد: 379/4.
[2] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في السلف، حديث: 3464، وسنن ابن ماجه، التجارات، باب السلف في كيل معلوم ووزن معلوم إلى أجل معلوم، حديث: 2282. [3] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن وعلى الذكر، حديث: 2699.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو چیز قرض لی گئی ہو اسے واپس کرنا واجب ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو واپس کردو، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمھیں بہت ہی اچھی بات کی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔''[1]

قرض لینے والا اگر قرض دینے والے کے ساتھ کوئی غیر مشروط احسان کرے تو یہ جائز ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مسجد میں تھے، ضحیٰ کا وقت تھا، آپ نے فرمایا: ''دو رکعتیں پڑھ لو۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے میرا کچھ قرض تھا، وہ آپ نے مجھے ادا فرمایا بلکہ زیادہ ہی دیا۔[2]

تنگ دست کو مہلت دینا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اور اگر (تمھارا مقروض) تنگدست ہو تو آسانی تک اسے مہلت دو اور تمھارا صدقہ کرنا (قرض معاف کر دینا) تو تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔''[3]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

''ایک آدمی مر گیا، اس سے پوچھا گیا: تو کیا کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا: میں لوگوں سے لین دین کرتا تھا، جو وسعت والا ہوتا میں اس سے آسانی کرتا تھا، جو تنگ دست ہوتا تھا، اس کے ساتھ تخفیف کرتا تھا، چنانچہ اسے بخش دیا گیا۔'' جناب ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔[4]

غنی کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ» ''غنی آدمی کا قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔''[5]

[1] النسآء 4:58. [2] صحيح البخاري، الاستقراض، باب حسن القضاء، حديث: 2394، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحية المسجد بركعتين، وكراهة الجلوس قبل صلاتهما، وأنها مشروعة في جميع الأوقات، حديث: 715. [3] البقرة 2:280. [4] صحيح البخاري، الاستقراض، باب حسن التقاضي، حديث: 2391. [5] صحيح البخاري، الاستقراض، باب مطل الغني ظلم، حديث: 2400، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم مطل الغني وصحة الحوالة، واستحباب قبولها إذا أحيل على ملي، حديث: 1564.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص لوگوں سے مال لے اور ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو یا مار لینا چاہتا ہو: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ أَدَاءَهَا أَدَّى اللهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَخَذَ يُرِيدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللهُ»

”جس نے لوگوں سے مال لیا اور اسے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ اس سے ادا کر دیتا ہے۔ اور جو مال لے اور مار لینا چاہے، اللہ اسے برباد کر دیتا ہے۔“[1]

احسن انداز سے قرض ادا کرنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ایک اونٹ دینا تھا، جو ایک خاص عمر کا تھا، وہ اپنا قرض طلب کرنے آ گیا۔ آپ نے فرمایا:

«أَعْطُوهُ»، فَطَلَبُوا سِنَّهُ فَلَمْ يَجِدُوا لَهُ إِلَّا سِنًّا فَوْقَهَا، فَقَالَ: «أَعْطُوهُ»، فَقَالَ: أَوْفَيْتَنِي أَوْفَى اللهُ بِكَ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً»

”اسے دے دو۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی عمر کا مطلوبہ اونٹ نہ ملا اور جو ملا، وہ اس سے بڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہی دے دو۔“ اس نے کہا: آپ نے پورا پورا ادا کر دیا، اللہ آپ کو پورا بدلہ دے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں بہترین لوگ وہی ہیں جو ادا کرنے میں بہترین ہوں۔“[2]

شُفعہ کے مسائل

شُفعہ کے لغوی معنی: اس کے لغوی معنی ہیں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملا دینا۔ اور اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے: «اِنْتِقَالُ حِصَّةِ شَرِيكٍ إِلٰى شَرِيكٍ، كَانَتِ انْتَقَلَتْ إِلٰى أَجْنَبِيٍّ بِمِثْلِ الْعِوَضِ الْمُسَمّٰى» ”شریک کا حصہ اپنے شریک کی طرف منتقل ہونا جو پہلے کسی اجنبی کو فروخت کیا گیا تھا، اسی طے شدہ قیمت کے بدلے۔“ چونکہ اس معاملے میں ایک آدمی کے حق اور حصے کو دوسرے کے حق اور حصے کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے تو اسے ”شفعہ“ کہا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چند لوگوں کی کوئی مشترکہ زمین یا گھر ہو اور ان میں سے کوئی اپنا

[1] صحيح البخاري، الاستقراض، باب من أخذ أموال الناس يريد أداءها أو إتلافها، حديث: 2387. [2] صحيح البخاري، الوكالة، باب الوكالة في قضاء الديون، حديث: 2306، وصحيح مسلم، المساقاة، باب جواز اقتراض الحيوان واستحباب توفيته خيرا مما عليه، حديث: 1601.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ کسی غیر حصہ دار کو بیچ دے، تو ان حصہ دار شریکوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہی قیمت دے کر اسے خرید لیں۔

شفعہ کے استحقاق کی صورت: شفعہ کا استحقاق اسی صورت میں ہے جب اس میں (یا اس کے متعلقات، یعنی راستے میں) شراکت اور حصہ داری ہو، خواہ وہ چیز منقول ہی ہو۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شفعہ کا حق ہر اس مال میں رکھا ہے جو تقسیم نہ کیا گیا ہو، تو جب حدیں قائم ہو جائیں اور رستے بدل جائیں تو کوئی شفعہ نہیں۔ [1]

مشترک مال کے تقسیم ہو جانے کے بعد سابق شریک کا حقِ شفعہ باطل ہو جاتا ہے: اس کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔

شراکت دار کے لیے جائز نہیں کہ اپنے شریک کو بتائے بغیر اپنا حصہ بیچ دے: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مشترکہ مال میں شفعہ کا فیصلہ فرمایا ہے جو تقسیم نہ ہوا ہو، کوئی زمین کا ٹکڑا ہو یا باغ وغیرہ، کسی شریک کو اپنا حصہ بیچنا حلال نہیں جب تک کہ اپنے حصہ دار کو اطلاع نہ کر دے، پھر اگر وہ چاہے تو لے لے یا چھوڑ دے، اگر اس نے بیچ دیا اور اطلاع نہ دی تو حصہ دار شریک اس کا زیادہ حق دار ہے۔ [2]

قدرے تاخیر کرنے سے حقِّ شفعہ باطل نہیں ہوتا: کیونکہ اس مفہوم کی احادیث میں اطلاق اور عموم ہے، فوری جواب کی اس میں کوئی شرط نہیں جو اس کی دلیل بن سکے۔

اجرت اور کرایہ داری کے مسائل

اجرت پر کام: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾

”پھر اگر وہ تمھارے لیے (تمھارے بچے کو) دودھ پلائیں تو تم انھیں ان کی اجرت دو۔“ [3]

موسیٰ علیہ السلام اور شیخ مدین کے قصے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾

”ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) نے کہا: اے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے، بلاشبہ بہترین شخص، جسے آپ

[1] صحيح البخاري، الشفعة، باب الشفعة فيما لم يقسم فإذا وقعت الحدود فلا شفعة، حديث: 2257. [2] صحيح مسلم، المساقاة، باب الشفعة، حديث: 1608. [3] الطلاق 6:65.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملازم رکھیں، وہی ہو سکتا ہے جو طاقتور ہو، امانت دار ہو۔‘‘ [1]

جناب موسیٰ اور خضر علیہ السلام کے واقعے میں ہے:

﴿فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ ۖ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا﴾

’’پھر ان دونوں نے اس میں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی، تو اس (خضر) نے وہ سیدھی کر دی۔ اس (موسیٰ) نے کہا: اگر تو چاہتا تو اس پر ضرور اجرت لے لیتا۔‘‘ [2]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بنو دیل (جو بنو عبد بن عدی کی شاخ ہے) کا ایک آدمی اجرت پر رکھا، وہ جنگلوں اور پہاڑوں کے رستوں سے خوب آگاہ تھا۔ [3]

ہر کام پر اجرت لی اور دی جا سکتی ہے: بشرطیکہ کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ جیسا کہ اس بارے میں عمومی دلائل سے ثابت ہے، مثلاً: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا رَعَى الْغَنَمَ»، فَقَالَ أَصْحَابُهُ: وَأَنْتَ؟ فَقَالَ: «نَعَمْ، كُنْتُ أَرْعَاهَا عَلَى قَرَارِيطَ لِأَهْلِ مَكَّةَ»

’’اللہ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر اس نے بکریاں چرائی ہیں۔‘‘ صحابہ نے کہا: اور آپ نے بھی؟ فرمایا: ’’ہاں، میں بھی چند سکوں کے عوض اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔‘‘ [4]

جناب سوید بن قیس بیان کرتے ہیں کہ میں اور مخرمہ عبدی رضی اللہ عنہ یمن کے علاقے ہجر سے کپڑا لے کر مکہ پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس چل کر آئے اور ہم سے ایک شلوار کا سودا کیا، جو ہم نے آپ کے ہاتھ فروخت کر دی، وہیں ایک آدمی اجرت پر لوگوں کا مال تولتا تھا، آپ نے اس سے فرمایا:

«زِنْ، وَأَرْجِحْ» ’’تولو اور جھکتا تولو۔‘‘ [5]

جب کسی کام کی اجرت متعین نہ کی گئی ہو تو مزدور اور محنت کش کو اس کے کام کے مطابق وہ اجرت دی جائے جو اس قسم کا کام کرنے والوں کے ہاں معروف اور مروج ہو جیسے کہ سوید بن قیس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث میں گزرا۔

اذان دینے پر تنخواہ لینا منع ہے: جناب عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] القصص 26:28. [2] الكهف 77:18. [3] صحيح البخاري، الإجارة، باب استئجار المشركين عند الضرورة، أو إذا لم يوجد أهل الإسلام، حديث: 2263. [4] صحيح البخاري، الإجارة، باب رعي الغنم على قراريط، حديث: 2262. [5] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في الرجحان في الوزن والوزن بالأجر، حديث: 3336، وجامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في الرجحان في الوزن، حديث: 1305.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض کیا: مجھے میری قوم کا امام بنا دیجیے، آپ نے فرمایا:

«أَنْتَ إِمَامُهُمْ، وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ، وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا»

''تم ان کے امام ہو، ان کے کمزور کا خیال رکھنا اور مؤذن اسے بنانا جو اذان پر اجرت (تنخواہ) نہ لے۔'' [1]

چکی والے کو غلہ پیسنے پر کاٹ کی ممانعت: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نر سے جفتی کرانے پر معاوضہ لینے سے منع کیا ہے اور چکی والے کی کاٹ (کچھ غلہ لے کر آٹا پیسنا) سے بھی منع کیا۔ [2]

شرعی دم پر اجرت لے لینا جائز ہے: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت کا ایک چشمے یا تالاب کے قریب سے گزر ہوا۔ وہاں کے لوگوں میں سے کسی کو سانپ (یا بچھو) نے ڈس لیا۔ ان میں سے ایک شخص اس جماعت کے پاس آیا اور پوچھا کہ آیا تم میں کوئی دم جھاڑ کرنے والا موجود ہے؟ اس چشمے پر ایک آدمی کو ڈس لیا گیا ہے۔ چنانچہ ان (صحابہ) میں سے ایک آدمی چل دیا اور اس پر فاتحہ پڑھ کر دم کیا، اس شرط پر کہ وہ اسے بکریاں دیں گے۔ چنانچہ وہ آدمی ٹھیک ہو گیا۔ تو دم کرنے والا بکریاں اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا۔ اس کے ساتھیوں نے یہ معاملہ ناپسند کیا۔ کہنے لگے کہ تو نے اللہ کی کتاب پر مزدوری لی ہے، حتی کہ وہ مدینہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس نے کتاب اللہ پر مزدوری لی ہے۔ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللهِ»

''بے شک سب سے زیادہ حقدار چیز جس پر تم مزدوری لے سکتے ہو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔'' [3]

کیا تعلیمِ قرآن پر معاوضہ لینا جائز ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن کریم پڑھایا، اس نے مجھے ہدیے میں ایک کمان پیش کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا:

«إِنْ أَخَذْتَهَا أَخَذْتَ قَوْسًا مِّنْ نَّارٍ» ''اگر تو نے یہ لی ہے تو آگ کی کمان لی ہے۔''

چنانچہ میں نے کمان واپس کر دی۔ [4]

چیزیں کرائے پر لینا دینا جائز ہے، جبکہ مدت معلوم اور کرایہ متعین ہو: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے

www.KitaboSunnat.com

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين، حديث:531، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في كراهية أن يأخذ المؤذن على الأذان أجرا، حديث:209. [2] [صحيح] سنن الدارقطني: 46/3، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 339/5. [3] صحيح البخاري، الطب، باب الشروط في الرقية بفاتحة الكتاب، حديث:5737. [4] [صحيح] سنن ابن ماجه، التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن، حديث: 2158، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 126,125/6. حاجت مند کے لیے اجرت کا لینا جائز ہے، اس مسئلے میں تفصیلی فتویٰ مجموع الفتاوی لشیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: 30/204-207 میں ملاحظہ ہو۔ (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ہم انصاریوں میں بہت سے لوگ زمینوں والے تھے، ہم اپنی زمین کرائے پر بھی دیا کرتے تھے، اس شرط پر کہ اس جگہ کی کھیتی ہماری ہوگی اور فلاں جگہ کی ان کی، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ فصل اُگ آتی اور کبھی نہ اگتی، نبی ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرما دیا، البتہ چاندی (دراہم پر سودا کرنے) سے منع نہیں فرمایا۔ [1]

عوضانہ معلوم ہونے میں زمین ٹھیکے پر دینا جائز ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے زمانے میں زمینیں حصے پر لیتے دیتے تھے، ہمیں اس میں سے غلہ گاہنے کے بعد بچ رہنے والی بالیاں اور اسی طرح کی کچھ اور چیز ملتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ فَلْيُحْرِثْهَا أَخَاهُ، وَإِلَّا فَلْيَدَعْهَا»

”جس شخص کی زمین ہو، اسے اس پر کاشت کرنی چاہیے، یا کاشت کے لیے اپنے بھائی کو دے دینی چاہیے ورنہ چھوڑ دے۔“ [2]

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زمیندار لوگ اپنی زمینیں اس شرط پر کرائے پر دیتے تھے کہ پانی کے نالوں پر جو کچھ ہوگا وہ مالک کا ہوگا، وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، وہ ان میں بعض معاملات پر جھگڑ پڑے، رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس (مروجہ) انداز میں اراضی کرائے پر دینے سے منع کر دیا اور فرمایا: ”سونے چاندی کے بدلے میں کرائے پر دیا کرو۔“ [3]

اجرت پر کام کرنے والا کام خراب کر دے، یا کوئی شخص کرائے پر چیز لے کر ضائع کر دے تو وہ اس کا ضامن ہے: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ تَطَبَّبَ وَلَا يُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ»

”جو شخص فن طبابت میں ماہر نہ ہونے کے باوجود علاج معالجہ کرتا ہے (جس طرح عطائی ہوتے ہیں) اور اس کا طبیب ہونا معلوم ومعروف نہ ہو تو وہ (کسی مریض کو نقصان پہنچنے کی صورت میں) ضامن اور ذمہ دار ہے۔“ [4]

[1] صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب ما يكره من الشروط في المزارعة، حديث: 2332، وصحيح مسلم، البيوع، باب كراء الأرض بالذهب والورق، حديث: 1547 بعد الحديث: 1548. [2] صحيح مسلم، البيوع، باب كراء الأرض، حديث: 1536 بعد الحديث: 1543. [3] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب في المزارعة، حديث: 3391، وسنن النسائي، المزارعة، ذكر الأحاديث المختلفة في النهي عن كراء الأرض بالثلث والربع......، حديث: 3925. [4] [حسن] سنن أبي داود، الديات، باب فيمن تطبب ولا يعلم منه طب فأعنت، حديث: 4586، وسنن النسائي، القسامة، صفة شبه العمد وعلى من دية الأجنة وشبه العمد وذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر إبراهيم عن عبيد بن نضيلة عن المغيرة، حديث: 4834.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزدور کی مزدوری روک لینے کا گناہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

«ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ»

''قیامت کے دن میں تین قسم کے آدمیوں سے جھگڑا کروں گا: جس نے میرے نام سے (عہد معاہدہ) کیا، پھر دھوکہ کیا اور جس نے کسی آزاد کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھائی۔ اور وہ جس نے کسی سے مزدوری کرائی، کام پورا لیا مگر اسے اس کی مزدوری نہ دی۔'' [1]

بے آباد زمین کو آباد کرنا اور جاگیر دینا

جو شخص کسی عام غیر ملکیتی بے آباد بنجر زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہو جاتی ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ»

''جس نے ایسی زمین آباد کی جو کسی کی ملکیت نہ ہو تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے۔'' [2]

حاکم وقت جاگیر دینے کا مجاز ہے: اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں (اپنے شوہر) زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین سے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطور جاگیر دی تھی، کھجوروں کی گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھی۔ [3]

ابیض بن حمال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے مقام مآرب کی نمک کی کان بطور جاگیر طلب کی جو آپ نے عطا فرما دی، جب میں نے پشت پھیری تو مجلس کے ایک شخص نے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اسے کیا دیا ہے؟ آپ نے اسے ایک نہ ختم ہونے والا دائمی پانی دے دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے واپس لے لیا، کہتے ہیں کہ پھر میں نے سوال کیا کہ پیلو کے کون سے درخت اپنے قبضے میں لیے جا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

''وہ جن تک اونٹوں کے پاؤں نہ پہنچتے ہوں۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب إثم من باع حرا، حديث: 2227. [2] صحيح البخاري، الحرث والمزارعة، باب من أحيا أرضا مواتا، حديث: 2335. [3] صحيح البخاري، النكاح، باب الغيرة، حديث: 5224، وصحيح مسلم، السلام، باب جواز إرداف المرأة الأجنبية إذا أعيت في الطريق، حديث: 2182. [4] [حسن] سنن أبي داود، الخراج، باب في إقطاع الأرضين، حديث: 3064، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ما جاء في القطائع، حديث: 1380.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراکت داری

شرکت کی تعریف: شرکت لغت کی رو سے اختلاط کو کہتے ہیں جبکہ شرعاً شرکت اسے کہتے ہیں جو دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان منافع کے حصول کے لیے ارادی طور پر باہمی عقد واختلاط ہو جائے۔ جبکہ کبھی غیر ارادی طور پر بھی شرکت واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ میراث میں ہوتا ہے۔

شراکت کا معاملہ کرنا جائز ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ﴾

”اور بلاشبہ شراکت کی صورت میں کام کرنے والوں میں سے بہت سے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ تھوڑے ہی ہیں۔“ [1]

اور فرمایا:

﴿ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ﴾

”اور اگر وہ آدمی جس کا ورثہ تقسیم کیا جا رہا ہو، اس کی اولاد ہو نہ باپ، یا ایسی ہی عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ پھر اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو وہ سب ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے۔“ [2]

سب لوگ پانی، آگ اور گھاس سے استفادے میں شریک ہیں: ابو خداش ایک مہاجر صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بتاتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ تین غزووں میں شرکت کی، آپ فرماتے تھے:

”مسلمان تین چیزوں میں شریک اور ساجھی ہیں: گھاس، پانی اور آگ میں۔“ [3]

فائدہ: اس گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو کسی عام غیر ملکیتی زمین میں ہو، جس میں سبھی لوگ مویشی چرانے کا حق رکھتے ہیں، کسی شخص کو اجازت نہیں کہ وہ اسے اپنے لیے خاص کر لے اور دوسروں کو اس سے فائدہ اٹھانے سے

[1] صٓ 24:38. [2] النسآء 12:4. [3] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في منع الماء، حديث: 3477، ومسند أحمد: 364/5.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روک دے۔ لیکن اگر گھاس کسی کی ملکیتی زمین میں ہو تو وہ گھاس صاحب اراضی ہی کی ہوتی ہے، کوئی شخص مالک زمین کی اجازت کے بغیر یہ گھاس نہیں لے سکتا۔

عام بہتے پانی کی حق داروں میں تقسیم: جناب عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک انصاری کا ایک پہاڑی نالے کے پانی کے سلسلے میں زبیر رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہو گیا، انصاری نے کہا کہ پانی چھوڑ دو کہ گزر جائے، زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا، انھوں نے اپنا معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«اِسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلٰى جَارِكَ»، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ: أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ؟ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ: «اِسْقِ يَا زُبَيْرُ! ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ»

''زبیر! اپنے کھیت کو پانی دے کر اپنے ہمسائے کی طرف چھوڑو۔'' اس پر انصاری کو غصہ آ گیا، وہ بولا، (اے اللہ کے رسول!) یہ آپ کا پھوپھی زاد جو ٹھہرا! نبی ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا، فرمایا:

''زبیر! کھیت کو پانی دو، پھر روکے رکھو حتی کہ مینڈ تک پہنچ جائے۔''

جناب زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اللہ کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ اسی واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہے

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِىٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

''چنانچہ (اے نبی!) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔'' [1]

ضرورت سے زیادہ پانی روکنا جائز نہیں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ فَضْلَ الْكَلَإِ»

''جو پانی تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو مت روکو کہ اس طریقے سے گھاس روک لو۔'' [2]

[1] النسآء 4:65. صحيح البخاري، المساقاة، باب سكر الأنهار، حديث: 2360،2359. [2] صحيح البخاري، المساقاة، باب من قال: إن صاحب الماء أحق بالماء حتى يروى لقول النبي: لا يمنع فضل الماء، حديث: 2354، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم بيع فضل الماء الذي يكون بالفلاة ويحتاج إليه لرعي الكلأ وتحريم منع بذله......، حديث: 1566.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام اور حاکم وقت چراگاہوں کے لیے اراضی مختص کر سکتا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«لَا حِمًى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ». وَقَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ حَمَى النَّقِيعَ، وَأَنَّ عُمَرَ حَمَى الشَّرَفَ وَالرَّبَذَةَ»

''کوئی علاقہ ممنوع و مخصوص کر لینا صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کا حق ہے۔'' امام زہری نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام نقیع اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مقام شرف اور ربذہ کو چراگاہ بنا کر ممنوع قرار دیا تھا۔ [1]

شرف اور ربذہ مکہ و مدینہ کے درمیان دو معروف مقامات کے نام ہیں۔

نقدی اموال اور تجارتوں میں شراکت جائز ہے: ابو منہال رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں اور میرے شریک نے ایک چیز خریدی، کچھ نقد پر اور کچھ ادھار۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے، ہم نے اپنے اس معاملے کے بارے میں ان سے دریافت کیا، انھوں نے بتایا کہ میں اور میرے شراکت دار زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک بار اسی طرح کیا تھا، ہم نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا:

''جو نقد ہے، وہ لے لو اور جو ادھار ہے، اسے واپس کر دو۔'' [2]

مُضَارَبہ (قِراض) کی تعریف: ایسی شرکت جس میں ایک شخص کا مال ہو اور دوسرے کی محنت، اور نفع باہمی شرائط کے مطابق ہو۔

مضاربہ جائز ہے، بشرطیکہ کسی ممنوعہ امر پر مشتمل نہ ہو: علامہ ابن حزم فرماتے ہیں: ''فقہی مسائل میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں کہ قرآن و سنت میں اس کی اصل نہ ہو، وللہ الحمد، سوائے قراض (مضاربہ) کے، ہمیں قرآن و حدیث میں اس کی کوئی اصل (دلیل) نہیں ملی، تاہم اس کے متعلق اجماع صحیح ضرور موجود ہے اور ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ یہ معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مروج تھا اور آپ اس سے آگاہ بھی تھے، آپ نے اسے بدستور رہنے دیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو جائز بھی نہ ہوتا۔'' [3]

اس بات پر إرواء الغليل (294/5) میں محدث البانی رحمہ اللہ نے تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے: ''یہاں کئی باتیں

---

[1] صحيح البخاري، المساقاة، باب: لا حمى إلا لله ولرسوله، حديث: 2370. [2] صحيح البخاري، الشركة، باب الاشتراك في الذهب والفضة وما يكون فيه الصرف، حديث: 2498,2497 وصحيح مسلم، المساقاة، باب النهي عن بيع الورق بالذهب دينا، حديث: 1589. [3] مراتب الإجماع، ص: 106.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ لوگوں کے مابین تمام معاملات بجائے خود جائز ہیں، سوائے ان کے جن کی صراحت سے ممانعت آئی ہے، بخلاف عبادات کے یہ سب بنیادی طور پر منع ہیں، سوائے ان کے جن کی شریعت میں صراحت آئی ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفصیل سے لکھا ہے، چنانچہ قِراض اور مضاربہ کا تعلق پہلی صورت سے ہے (یہ عام معاملے کی قسم سے ہے) جیسا کہ ظاہر ہے۔ قرآن مجید میں رضامندی سے تجارتی لین دین کو بصراحت جائز قرار دیا گیا ہے، اسی میں قِراض (مضاربہ) بھی شامل ہے۔ یہ اس کے جواز کی دلیل ہے جسے اجماع کی تائید بھی حاصل ہے۔‘‘

گزرگاہ (راستے) کا قضیہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اگر لوگوں کا بے آباد راستے کے معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو اسے سات ہاتھ رکھا جائے۔‘‘[1]

ہمسائے کی دیوار میں لکڑی گاڑی جا سکتی ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’کوئی ہمسایہ اپنے پڑوسی کو اس بات سے نہ روکے کہ وہ (عند الضرورت) اس کی دیوار میں لکڑی گاڑ لے۔‘‘

اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: کیا بات ہے کہ تم اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ اجازت) سے منہ پھیرتے ہو، اللہ کی قسم! میں یہ (بات) تمھارے کندھوں پر دے ماروں گا (اسے بیان کرتا رہوں گا۔)[2]

شراکت داروں کو باہم نقصان پہنچانے کی ممانعت: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ، وَلِلرَّجُلِ أَنْ يَجْعَلَ خَشَبَهُ عَلٰى حَائِطِ جَارِهِ، وَإِذَا شَكَكْتُمْ فِي الطَّرِيقِ فَاجْعَلُوهَا سَبْعَةَ أَذْرُعٍ»

’’(اسلام میں) کسی کو ابتداءً نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں، نہ نقصان کے بدلے میں نقصان کرنے کی اجازت ہے، آدمی کو حق ہے کہ اپنی لکڑی ہمسائے کی دیوار پر رکھ لے اور راستے کے بارے میں اگر تمھیں شک (واختلاف) ہو تو اسے سات ہاتھ کر لو۔‘‘[3]

[1] صحيح البخاري، المظالم، باب إذا اختلفوا في الطريق الميتاء وهي الرحبه تكون بين الطريق......، حديث:2473، وصحيح مسلم، المساقاة، باب قدر الطريق إذا اختلفوا فيه، حديث: 1613. [2] صحيح البخاري، المظالم، باب لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبة في جداره، حديث:2463، وصحيح مسلم، المساقاة، باب غرز الخشبة في جدار الجار، حديث: 1609. [3] [صحيح] مسند أحمد:313/1، والمعجم الكبير للطبراني:302/11، حديث:11806 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروی کے مسائل

اشیاء بطور گروی رکھنا جائز ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ﴾

"اور اگر تم سفر میں ہو اور تمھیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز گروی (رہن کے طور پر) قبضے میں دے دی جائے۔"[1]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ لیا اور اپنی زرہ (بطور ضمانت) اس کے پاس رہن رکھی۔[2]

کیا گروی رکھی گئی چیز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟ گروی رکھی گئی چیز سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ایسا جانور ہو جس پر سواری کی جا سکتی ہو یا دودھ والا جانور ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا. وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ»

"جب کوئی سواری کا جانور گروی رکھا گیا ہو تو اس پر خرچ کے بدلے سواری کی جا سکتی ہے، اگر دودھ والا جانور گروی ہو تو اس پر خرچ کے عوض اس کا دودھ پیا جائے گا، جو سوار ہوتا ہے یا اس کا دودھ پیتا ہے، اسی کے ذمے اس کا خرچ ہے۔"[3]

امانت اور عاریت کے مسائل

ودیعت (امانت) کی تعریف: «وَدِيعة» کا لفظ «ودع» سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی ہیں: کوئی چیز چھوڑ دینا، چنانچہ جو چیز کسی کے پاس حفاظت کی غرض سے چھوڑی جائے، اسے ودیعت کہتے ہیں (جسے ہم امانت سے تعبیر کرتے ہیں۔)

[1] البقرۃ 2:283. [2] صحيح البخاري، في الرهن في الحضر، باب الرهن عند اليهود وغيرهم، حديث: 2513، وصحيح مسلم، المساقاة، باب الرهن وجوازه في الحضر كالسفر، حديث: 1603. [3] صحيح البخاري، في الرّهن في الحضر، باب الرّهن مركوب ومحلوب، حديث: 2512.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ودیعت (امانت) کا حکم: جب کوئی آدمی اپنی کوئی چیز اپنے بھائی کو بطور ودیعت (امانت) دے تو اسے قبول کرنا مستحب ہے، بشرطیکہ اسے اپنے متعلق معلوم ہو کہ وہ اس کی حفاظت کی طاقت رکھتا ہے، کیونکہ یہ نیکی اور تقویٰ ہی میں تعاون کی ایک صورت ہے، پھر اس پر واجب ہے کہ جب اس سے یہ امانت واپس مانگی جائے تو واپس کر دے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ﴾

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو واپس کر دو۔'' [1]

مزید فرمایا: ﴿ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ﴾

''پس اگر تم میں سے کوئی دوسرے پر اعتبار کرے تو جس شخص پر اعتبار کیا گیا ہو، اسے چاہیے کہ دوسرے کی امانت واپس کر دے اور اپنے رب، اللہ سے ڈرے۔'' [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَّنْ خَانَكَ»

''جس نے تجھے امانت سونپی، اس کی امانت اسے واپس کر دے اور جو تیری خیانت کرے، تو اس کی خیانت نہ کر۔'' [3]

امین کی کوتاہی، جنایت اور خیانت کے بغیر امانت ضائع ہو جائے تو اس پر کوئی ضمان نہیں: صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ [4] سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے موقع پر اس سے زرہیں مستعار لیں تو اس نے پوچھا: کہیں یہ غصب تو نہیں ہو جائیں گی؟ اس پر آپ نے فرمایا:

«لَا، بَلْ عَارِيَةٌ مَّضْمُونَةٌ» ''نہیں بلکہ یہ عاریت ہیں اور ہم ان کے ذمہ دار ہیں۔'' [5]

عاریت کی تعریف: فقہاء کے نزدیک اس کی تعریف یہ ہے: مالک اپنی ملکیت کی کوئی چیز کسی دوسرے کو بلا معاوضہ دے دے اور اسے اپنی چیز سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرے تو یہ عمل عاریت کہلاتا ہے۔

---

[1] النسآء 4:58. [2] البقرۃ 2:283. [3] [حسن] سنن أبي داود، البیوع، باب في الرجل یأخذ حقه من تحت یده، حدیث: 3535، وجامع الترمذي، البیوع، باب أد الأمانة إلی من ائتمنك، حدیث: 1264. [4] صفوان بن امیہ غزوۂ حنین تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، بعد میں ہوئے۔ (مترجم)۔ [5] [حسن] سنن أبي داود، البیوع، باب في تضمین العاریة، حدیث: 3562، والمستدرك للحاکم: 2/47، وسنن ابن ماجه، حدیث: 2401 میں ہے: «مَنْ أُودِعَ وَدِيعَةً فَلَا ضَمَانَ عَلَيْهِ» ''جس کے پاس امانت رکھی گئی تو اس پر کوئی ضمان (عوض) نہیں۔'' تفصیل کے لیے دیکھیے الإرواء، حدیث: 1547. (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاریت کا حکم: یہ مستحب عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ﴾ ''اور تم نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔'' [1]

اور نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ»

''اللہ تعالیٰ اس وقت تک اپنے بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں مصروف رہتا ہے۔'' [2]

اور جو لوگ اس وصف سے خالی ہوں، اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت فرمائی ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۧ ﴾

''پس ہلاکت ہے نمازیوں کے لیے، جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور (لوگوں کو) استعمال کی معمولی چیزیں بھی دینے سے انکار کرتے ہیں۔'' [3]

واجب ہے کہ مستعار لی ہوئی چیز واپس کر دی جائے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ﴾

''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو واپس کر دو۔'' [4]

اگر مستعار چیز ضائع ہو جائے تو اس کی ادائیگی لازم ہے: یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

«إِذَا أَتَتْكَ رُسُلِي فَأَعْطِهِمْ ثَلَاثِينَ دِرْعًا وَّثَلَاثِينَ بَعِيرًا» . قَالَ : قُلْتُ : يَارَسُولَ اللهِ! أَعَارِيَةٌ مَّضْمُونَةٌ أَوْ عَارِيَةٌ مُّؤَدَّاةٌ . قَالَ : «بَلْ عَارِيَةٌ مُّؤَدَّاةٌ»

''جب میرے پیامبر تیرے ہاں آئیں تو انھیں تیس زرہیں اور تیس اونٹ دے دینا۔'' میں نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ ضمانت والی عاریت ہو گی۔ یا واپس کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: ''یہ عاریت ہے، ادا ہو گی۔'' [5]

عام استعمال کی چیزیں (عاریتاً مانگنے والے سے) روکنا جائز نہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت

---

[1] المآئدة 5:2. [2] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن، وعلى الذكر، حديث: 2699. [3] الماعون 107:4-7. [4] النسآء 4: 58. [5] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب في تضمين العارية، حديث: 3566، ومسند أحمد: 4/222، والسنن الكبرى للنسائي: 3/409، حديث: 5776 واللفظ له، نیز دیکھیے: السلسلة الصحيحة، حديث: 630.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم عام استعمال کی چیزوں کو، جیسے کہ بالٹی یا ہنڈیا وغیرہ ہے، ماعون میں شمار کیا کرتے تھے۔[1]

بطور عاریت یہ چیزیں روک لینا جائز نہیں: مثلاً جفتی کے لیے نر جانور فراہم کرنا، مسافر اگر جانور کے دودھ کا محتاج ہو، یا اللہ کی راہ میں کسی کو سواری پر بٹھا لینا: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَّلَا بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ، لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا، إِلَّا أُقْعِدَ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ، تَطَؤُهُ ذَاتُ الظِّلْفِ بِظِلْفِهَا، وَتَنْطِحُهُ ذَاتُ الْقَرْنِ بِقَرْنِهَا، لَيْسَ فِيهَا يَوْمَئِذٍ جَمَّاءُ وَلَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ»

”جو بھی اونٹوں والا یا گائیوں والا یا بکریوں والا ان کا حق ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے روز اسے ایک چٹیل میدان میں ان کے سامنے بٹھا دیا جائے گا، پھر کھروں والے اسے اپنے کھروں سے روندیں گے، اور سینگوں والے سینگوں سے ماریں گے۔ اس دن ان میں سے کوئی جانور سینگوں کے بغیر نہیں ہوگا اور نہ کسی کا سینگ ٹوٹا ہوا ہوگا۔“

ہم نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اور ان کا حق کیا ہے؟ فرمایا:

«إِطْرَاقُ فَحْلِهَا، وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا، وَمَنِيحَتُهَا، وَحَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ، وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللهِ»

”جفتی کے لیے نر دینا، ڈول عاریتاً دینا، دودھ کے لیے جانور دے دینا، پانی پلانے والے دن اونٹنیوں کا دودھ دوہنا اور اللہ کی راہ میں سواری دینا۔“[2]

غصب پر وعید اور اس کے جملہ مسائل

غصب کی تعریف: ظلم وتعدی کر کے کسی کا مال بٹور لینا غصب کہلاتا ہے۔

مال غصب کرنا حرام ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] [حسن] سنن أبي داود، الزكاة، باب في حقوق المال، حديث: 1657. [2] صحيح مسلم، الزكاة، باب إثم مانع الزكاة، حديث: 988.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

''اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔''[1]

جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا.....»

''بلاشبہ ایک دوسرے پر تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمھارے اس دن کی حرمت ہے، تمھارے اس مہینے میں، تمھارے اس شہر میں۔''[2]

غصب کیا ہوا مال واپس کرنا ضروری ہے: ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَأْخُذَ عَصَا أَخِيهِ بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ مِّنْهُ»

''کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کی دلی رضامندی کے بغیر اس کی لاٹھی بھی لے سکے۔''

یہ اس لیے کہ اللہ نے ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کا مال نہایت شدید حرام قرار دیا ہے۔[3]

دوسرے کی زمین جبراً کاشت کرنے یا اس میں درخت لگانے کی صورت میں شرعی حکم: رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَتُهُ»

''جس نے کسی قوم کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی، تو اس کے لیے اس کھیتی میں کچھ نہیں ہے، البتہ اس کا خرچ اسے ملے گا۔''[4]

کسی کی زمین چھین لینا حرام ہے: سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِّنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا، طَوَّقَهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ»

''جس نے کسی کی بالشت بھر زمین بھی ظلم سے غصب کی، اللہ اسے قیامت کے دن اس کے برابر سات

[1] النسآء 4: 29. [2] صحيح البخاري، العلم، باب قول النبي ﷺ: رب مبلغ أوعى من سامع، حديث: 67، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب تغليظ تحريم الدماء والأعراض والأموال، حديث: 1679. [3] [صحيح] مسند أحمد: 425/5، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 100/6، وصحيح ابن حبّان: 316/13، حديث: 5978 واللفظ له. [4] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في زرع الأرض بغير إذن صاحبها، حديث: 3403، وسنن ابن ماجه، الرهون، باب من زرع في أرض قوم بغير إذنهم، حديث: 2466.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمینوں کے طوق پہنائے گا۔'' [1]

غصب کی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانا حرام ہے: یزید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيهِ لَاعِبًا [وَلَا] جَادًّا، وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيهِ فَلْيَرُدَّهَا»

''تم میں سے کوئی شخص اپنے کسی بھائی کی کوئی چیز ہرگز نہ لے، نہ ہنسی مذاق میں اور نہ حقیقتاً اور جس نے اپنے بھائی کی ایک لاٹھی بھی لی ہو تو وہ اسے واپس کر دے۔'' [2]

غصب شدہ چیز ضائع ہونے پہ اُس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے: جس نے غصب کی ہوئی چیز ضائع کر دی ہو اس پر لازم ہے کہ اسی جیسی چیز واپس کرے یا اس کی قیمت ادا کرے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ کے ہاں تشریف فرما تھے کہ دوسری اہلیہ محترمہ نے خادمہ کے ہاتھ ایک پیالے میں آپ کو کھانا بھیج دیا جہاں آپ بیٹھے تھے، اس گھر والی نے خادمہ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا جس کے نتیجے میں پیالہ ٹوٹ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے کو آپس میں ملا کے کھانا اس میں رکھ دیا اور فرمایا: ''کھاؤ۔'' آپ نے خادمہ کو روکے رکھا یہاں تک کہ آپ کھانے سے فارغ ہو گئے، تب آپ نے صحیح سالم پیالہ واپس کیا اور ٹوٹا ہوا رکھ لیا۔ [3]

جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! اگر کوئی آئے اور میرا مال لینا چاہے تو (کیا کروں)؟ فرمایا:

«فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي؟ قَالَ: «قَاتِلْهُ» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي؟ قَالَ: «فَأَنْتَ شَهِيدٌ» قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ؟ قَالَ: «هُوَ فِي النَّارِ»

''اسے اپنا مال مت دے۔'' وہ کہنے لگا: آپ مجھے بتائیے اگر وہ مجھ سے لڑنے لگے؟ فرمایا: ''تو بھی اس سے لڑ!'' وہ بولا: آپ مجھے بتائیے: اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ فرمایا: ''تو شہید ٹھہرے گا۔'' اس نے کہا: آپ مجھے بتائیے: اگر میں اسے قتل کر دوں تو پھر؟ فرمایا: ''وہ آگ میں جائے گا۔'' [4]

[1] صحيح البخاري، المظالم، باب إثم من ظلم شيئًا من الأرض، حديث: 2452، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، حديث: 1610 واللفظ له. [2] [حسن] سنن أبي داود، الأدب، باب من يأخذ الشيء من مزاح، حديث: 5003، وجامع الترمذي، الفتن، باب ما جاء لا يحل لمسلم أن يروع مسلمًا، حديث: 2160. [3] صحيح البخاري، المظالم، باب إذا كسر قصعة أوشيئا لغيره، حديث: 2481، ومسند أحمد: 105/3. [4] صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على أن من قصد أخذ مال غيره بغير حق كان القاصد مهدر الدم في حقه وإن قتل كان في النار، وأن من قتل دون ماله فهو شهيد، حديث: 140.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عتق (غلاموں کو آزاد کرنا)

عتق کی تعریف: آقا، یعنی مالک کا اپنے مملوک غلام پر اپنے حق سے مخصوص طریقے سے دستبردار ہو جانا جس کے نتیجے میں وہ مملوک آزاد ہو جائے، عتق، یعنی آزاد کرنا کہلاتا ہے۔

غلام کو آزاد کر دینے کی ترغیب: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَءًا مُّسْلِمًا اسْتَنْقَذَ اللهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ»

”جس نے کسی مسلمان شخص کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو آگ سے بچا لے گا۔“[1]

قیمتی اور عمدہ غلام آزاد کرنا افضل ہے: ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:

«إِيمَانٌ بِاللهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ». قُلْتُ: فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «أَعْلَاهَا ثَمَنًا وَّأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا». قُلْتُ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: «تُعِينُ ضَائِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ»، قَالَ: فَإِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ: «تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ»

”اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔“ میں نے کہا: کون سی گردن آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا: ”جو قیمت میں بھاری اور اپنے مالکوں کے ہاں نفیس ترین ہو۔“ میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ نہ کر سکوں تو؟ فرمایا: ”تو کسی عیال دار فقیر کی مدد کر یا کسی بے ہنر کے لیے کچھ بنا دے۔“ میں نے کہا: اگر یہ بھی نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: ”تو پھر اپنا شر لوگوں سے دور رکھ، بلاشبہ یہ ایک صدقہ ہے جو تو اپنی جان پر کرتا ہے۔“[2]

خدمت کی شرط پر آزاد کرنا: سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا، انھوں نے مجھ سے کہا: میں تجھے آزاد کیے دیتی ہوں، بشرطیکہ تو زندگی بھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا رہے، میں

---

[1] صحيح البخاري، العتق، باب في العتق وفضله، حديث: 2517، وصحيح مسلم، العتق، باب فضل العتق، حديث: 1509. [2] صحيح البخاري، العتق، باب أي الرقاب أفضل؟ حديث: 2518، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث: 84.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عرض کیا: اگر آپ مجھ پر یہ شرط عائد نہ بھی کرتیں تب بھی میں زندگی بھر رسول اللہ ﷺ سے جدا نہ ہوتا، چنانچہ انھوں نے مجھے آزاد کر دیا اور مجھ پر یہ شرط لگائی۔ [1]

کوئی اپنے کسی قریبی عزیز (محرم) غلام کا مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا: سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ»

''اگر کوئی شخص اپنے کسی محرم کا مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔'' [2]

مملوک کی پٹائی کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: «مَنْ لَطَمَ مَمْلُوكَهُ أَوْ ضَرَبَهُ فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ»

''جس نے اپنے مملوک کو تھپڑ مارا، یا (کسی اور طرح) پٹائی کی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے۔'' [3]

مثلہ کرنے پر مملوک کی آزادی: جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص چیختا ہوا نبی ﷺ کے پاس آیا، بولا: اس کی لونڈی تھی، اے اللہ کے رسول! آپ نے پوچھا:

«وَيْحَكَ! مَالَكَ؟» ''افسوس! تجھے کیا ہوا؟''

کہنے لگا: بہت برا ہوا، میں نے اپنے مالک کی لونڈی کو دیکھ لیا (اور اس کا بوسہ لیا)، اسے غیرت آئی اور اس نے میرے اعضائے مردی کاٹ ڈالے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيَّ بِالرَّجُلِ» ''اس آدمی کو میرے پاس لایا جائے۔''

اسے ڈھونڈا گیا مگر وہ نہ ملا، آپ نے فرمایا: «اِذْهَبْ فَأَنْتَ حُرٌّ» ''جا تو آزاد ہے۔''

اس نے کہا: اللہ کے رسول! میری مدد کون کرے گا؟ فرمایا:

«عَلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ» أَوْ قَالَ: «عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ» ''ہر صاحب ایمان'' یا فرمایا: ''ہر مسلمان۔'' [4]

اگر کوئی اپنا غلام آزاد کر دے جبکہ دوسرے بھی اس میں حصہ دار ہوں: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

[1] [حسن] سنن أبي داود، العتق، باب في العتق على شرط، حديث: 3932، وسنن ابن ماجه، العتق، باب من أعتق عبدًا واشترط خدمته، حديث: 2526. [2] [صحيح] سنن أبي داود، العتق، باب فيمن ملك ذا رحم محرم، حديث: 3949، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ما جاء فيمن ملك ذارحم محرم، حديث: 1365، وسنن ابن ماجه، العتق، باب من ملك ذا رحم محرم فهو حر، حديث: 2524. [3] صحيح مسلم، الأيمان، باب صحبة المماليك، وكفارة من لطم عبده، حديث: 1657. [4] [حسن] سنن أبي داود، الديات، باب من قتل عبده أو مثل به أيقاد منه؟ حديث: 4519، وسنن ابن ماجه، الديات، باب من مثل بعبده فهو حر، حديث: 2680.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ عَبْدٍ - أَوْ شِرْكًا أَوْ قَالَ: نَصِيبًا - وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ وَّإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ»

''جس نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا۔ پس اگر اس غلام کے پاس اتنا مال ہے جو اس کی متوسط قیمت کے برابر ہو تو وہ اس پر آزاد ہو گا، ورنہ وہ اسی قدر آزاد ہوا جتنا کہ ہو گیا۔''[1]

ولاء[2] اسی کا حق ہے جو آزاد کرے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بریرہ رضی اللہ عنہا اپنی کتابت[3] کے معاملے میں کچھ مدد لینے میرے پاس آئی، اس نے اپنی کتابت میں سے کچھ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سے کہا: اپنے اہل کے پاس جاؤ، اگر وہ پسند کریں تو میں تیری کتابت کی ساری رقم ادا کیے دیتی ہوں اور تیرا ولاء میرے لیے ہو گا، بریرہ نے یہ بات اپنے مالکوں سے کہی، انھوں نے انکار کیا۔ کہنے لگے کہ اگر عائشہ چاہتی ہیں کہ اللہ سے اجر لیں تو تیرے لیے تعاون کر دیں، لیکن تیرا ولاء ہمارا ہی حق ہو گا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے کہی، آپ نے فرمایا:

«اِبْتَاعِي فَأَعْتِقِي فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ» . قَالَ: ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: «مَا بَالُ أُنَاسٍ يَّشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَّيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَّيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ، شَرْطُ اللهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ»

''اسے خرید لو اور آزاد کر دو، ولاء اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ ایسی شرطیں عائد کرتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں موجود نہیں؟ جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو، تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، چاہے وہ سو بار شرط کر لے، اللہ کی شرط زیادہ حق دار اور انتہائی پختہ ہے۔''[4]

غلام کو مُدَبَّر بنانے کا مسئلہ: مُدَبَّر اس غلام کو کہا جاتا ہے جس کے بارے میں اس کا مالک یہ کہے کہ میرے

[1] صحيح البخاري، الشركة، باب تقويم الأشياء بين الشركاء بقيمة عدل، حديث:2491، وصحيح مسلم، العتق، باب من أعتق شركا له في عبد، حديث: 1501. [2] غلام کے آزاد ہونے پر مالک اور اس غلام میں ایک تعلق رہتا ہے جسے ولاء کہتے ہیں، نیز وہ مال بھی ولاء کہلاتا ہے جو غلام مرتے وقت چھوڑ جائے۔ [3] وہ معاہدہ جو غلام اور آقا کے درمیان طے ہوتا ہے کہ اس مبلغ کے قسط وار طریقے سے ادا کرنے پر غلام آزاد ہو جائے گا، کتابت کہلاتا ہے۔ [4] صحيح البخاري، المكاتب، باب مايجوز من شروط المكاتب، ومن اشترط شرطاً ليس في كتاب الله، حديث:2561.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرنے کے بعد یہ آزاد ہوگا۔ غلام کو مُدَبَّر بنانا جائز ہے، نیز مُدَبَّر کو بوقت ضرورت فروخت بھی کیا جا سکتا ہے، یعنی اگر مالک محتاج ہو تو اسے بیچنا جائز ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی نے اپنے غلام کے متعلق کہہ دیا کہ وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوگا (اسے مُدَبَّر بنا دیا) تو نبی ﷺ نے اس غلام کو بلایا اور اسے فروخت کر دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ بتاتے تھے کہ پھر وہ غلام اگلے سال فوت ہو گیا۔[1]

مُکاتَبَت کرنا جائز ہے: غلام کے ساتھ ایک رقم طے کر لی جائے کہ اسے ادا کر کے وہ آزاد ہو جائے تو یہ معاملہ جائز ہے، اسے کتابت اور مکاتبت بھی کہتے ہیں۔ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ﴾

”اور جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں، ان میں سے جو مکاتبت کرنا (آزادی کی تحریر لکھانا) چاہیں، اگر تمھیں ان میں کوئی بھلائی معلوم ہو تو تم ان سے مکاتبت کر لو اور تم انھیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے۔“[2]

مکاتب طے شدہ رقم ادا کرنے پہ آزاد ہو جائے گا: کتابت والا غلام اپنی طے شدہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جائے گا اور جس قدر مال ادا کر چکا، اس قدر وہ بھی آزاد ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کتابت والے غلام کے بارے میں (جو قتل ہو چکا تھا) فیصلہ فرمایا: ”جس قدر وہ ادا کر چکا ہو، اسی نسبت سے اس کی آزادی کی دیت ادا کی جائے۔“[3]

وقف اور اس کے مسائل

وقف کی تعریف: اپنے مال میں سے کچھ مال دائمی خیرات کے لیے خاص کر دینا وقف کہلاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجة اللہ البالغة (116/2) میں لکھتے ہیں: دور جاہلیت میں لوگ صدقے کی اس صورت سے آگاہ نہ تھے، نبی ﷺ ہی نے اس سے روشناس کرایا اور کچھ مصالح کی صورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو معروف صدقات سے

[1] صحيح البخاري، العتق، باب بيع المدبر، حديث: 2534، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الابتداء في النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة، حديث: 997. [2] النور 24:33. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الديات، باب في دية المكاتب، حديث: 4581، وسنن النسائي، القسامة، باب دية المكاتب، حديث: 4813.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل نہیں ہوتیں، مثلاً: کوئی شخص جہاد فی سبیل اللہ میں بہت سا مال خرچ کر دیتا ہے، فقراء محتاج رہ جاتے ہیں، یا اور ضرورت مند آ جاتے ہیں تو انھیں کچھ نہیں ملتا۔ ان حالات میں اس سے بڑھ کر اور کوئی صورت مفید نہیں ہو سکتی کہ کچھ مال فقراء و مساکین اور مسافروں وغیرہ کے لیے وقف رکھا جائے، اس طرح کہ اس کی اصل وقف کرنے والے کے قبضے میں رہے اور اس کا نفع ضرورت مندوں کو ملتا رہے۔

وقف کی مشروعیت کی دلیل: اسلام نے وقف کرنے کی بڑی ترغیب دی ہے، اس بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»

”جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین صورتوں کے: جاری رہنے والا صدقہ، یا وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے، یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ [1]

وقف کرنے والا وقف میں اپنے آپ کو بھی عام مسلمانوں کی طرح حصہ دار بنا سکتا ہے: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو وہاں بئر رومہ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں میٹھا پانی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَجْعَلُ فِيهَا دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ»

”کوئی ہے جو بئر رومہ خرید لے اور اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کر لے، اسے اس کے بدلے جنت میں ایک بڑی خیر ملے گی۔“ چنانچہ میں نے اسے اپنے اصل مال سے خرید لیا۔ [2]

وقف کرنے والا موقوف چیز کا فائدہ کسی کے لیے مخصوص کرنا چاہے تو کر سکتا ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں کچھ زمین ملی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے خیبر میں جو زمین ملی ہے، اس سے بڑھ کر نفیس و عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، آپ اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

[1] صحيح مسلم، الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، حديث: 1631. [2] [حسن] جامع الترمذي، المناقب، باب في عد عثمان تسميته شهيدا و تجهيزه جيش العسرة، حديث: 3703، وسنن النسائي، الإحباس، باب وقف المساجد، حديث: 3638.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”اگر چاہو تو اس کا اصل اپنے قبضے میں رکھو اور (اس کا نفع) صدقہ کر دو۔“ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے (بطور وقف) صدقہ کر دیا کہ اسے بیچا نہیں جائے گا، ہبہ نہیں کیا جائے گا، نہ وراثت میں تقسیم ہو گا۔ انھوں نے اسے فقراء، قرابت داروں، غلاموں کے آزاد کرانے، مہمات جہاد، مسافروں اور مہمانوں کے لیے صدقہ کر دیا اور فرمایا کہ جو اس کا منتظم ہو، اس پر کوئی پابندی نہیں، وہ اس میں سے معروف انداز میں کھا بھی سکتا ہے اور کھلا سکتا ہے، بشرطیکہ مال جمع کرنے والا نہ ہو۔ [1]

وقف کرنے سے اگر کوئی شخص اپنے وارثوں کو نقصان پہنچا رہا ہو تو اس کا وقف باطل کر دیا جائے گا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ﴾ ”تم انھیں رہائش دو جہاں تم (خود) رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور ان کو تنگ کرنے کے لیے انھیں تکلیف نہ دو۔“ [2]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ﴾ ”اور کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے۔“ [3]

اور فرمایا: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ﴾ ”(یہ تقسیم) اس (میت) کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی) جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔“ [4]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ، وَلِلرَّجُلِ أَنْ يَّجْعَلَ خَشَبَهُ عَلٰى حَائِطِ جَارِهِ»

”(اپنے نفع کی غرض سے دوسرے کو) نقصان نہ پہنچاؤ اور نہ نقصان کے بدلے میں نقصان پہنچاؤ اور آدمی کو حق پہنچتا ہے کہ اپنی لکڑی اپنے ہمسائے کی دیوار میں رکھ لے۔“ [5]

وقف کے مال سے اگر کسی جگہ فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو تو اسے دیگر مفید مقاصد اور مقامات پر خرچ کرنا جائز ہے:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ، وَلَأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ»

---

[1] صحیح البخاري، الشروط، باب الشروط في الوقف، حدیث: 2737، وصحیح مسلم، الوصیة، باب الوقف، حدیث: 1632.
[2] الطلاق 6:65. [3] البقرة 282:2. [4] النسآء 12:4. [5] [صحیح] مسند أحمد: 313/1، والمعجم الکبیر للطبراني: 302/11، حدیث: 11806 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تیری قوم نئی نئی جاہلیت سے نکلی ہے تو میں کعبہ کے لیے وقف کردہ خزانہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا، اس کا دروازہ زمین کے ساتھ ملا دیتا اور حجر (حطیم) کا حصہ کعبہ میں شامل کر دیتا۔''[1]

جب کعبہ کے لیے وقف کیے گئے مال کے بارے میں یہ حکم ہے تو از روئے ارشادِ رسول ﷺ دیگر مساجد وغیرہ کے لیے وقف مال کا بھی بالاولیٰ یہی حکم ہے۔

قبروں کی زیب و زینت کے لیے وقف حرام ہے: ابو ہیاج اسدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تجھے اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھے رسول اللہ ﷺ نے روانہ فرمایا تھا کہ کسی مورتی کو نہ چھوڑنا، اسے مٹا ڈالنا اور کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑنا بلکہ اسے برابر کر دینا۔[2]

خیال رہے کہ قبروں کی زیب و زینت کے لیے وقف بہت بڑے فساد کا کام اور کبیرہ گناہ ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر شرح الصدور في تحريم رفع القبور کے نام سے ایک عمدہ رسالہ تالیف فرمایا ہے، راقم نے اس کی تحقیق بھی کی ہے۔

ہدیہ اور اس کے مسائل

ہدیہ قبول کرنا چاہیے اور اس کا بدلہ بھی دیا جائے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا (عمدہ) بدل بھی دیا کرتے تھے۔[3]

ہدیوں کا لین دین مسلمان اور کافر میں بھی ہو سکتا ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ (تبوک کے قریب قلعہ) دُومہ کے حاکم نے نبی ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔[4]

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں میری والدہ بڑی رغبت سے میرے ہاں آئیں، میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں۔'' ابن عیینہ کہتے ہیں کہ اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾

[1] صحيح مسلم، الحج، باب نقض الكعبة و بنائها، حديث: 1333. [2] صحيح مسلم، الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر، حديث: 969. [3] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب المكافأة في الهبة، حديث: 2585. [4] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب قبول الهدية من المشركين، حديث: 2616، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حديث: 2469.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تمھیں ان لوگوں کی بابت نہیں روکتا جو تم سے دین پر نہیں لڑے۔" [1]

ہدیہ واپس لینا جائز نہیں: ہدیہ دے کر واپس لے لینا حرام ہے تاہم باپ کو اجازت ہے کہ بیٹے کو جو کچھ دے، وہ واپس بھی لے لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ»

"اپنی ہدیے میں دی ہوئی چیز واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی قے کر کے چاٹنے لگے۔" [2]

ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

«لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُعْطِيَ عَطِيَّةً أَوْ يَهَبَ هِبَةً فَيَرْجِعَ فِيهَا إِلَّا الْوَالِدَ فِيمَا يُعْطِي وَلَدَهُ»

"آدمی کے لیے حلال نہیں کہ عطیہ دے کر واپس لے، مگر والد کے لیے جائز ہے کہ جو کچھ اپنی اولاد کو دے، واپس بھی لے لے۔" [3]

اولاد کو ہدیہ دیتے وقت مساوات کا خاص خیال رکھا جائے: نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا: میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیہ کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا؟» فَقَالَ: لَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَارْجِعْهُ»

"کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اس طرح کا ہدیہ دیا ہے؟" انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: "تم غلام واپس لے لو۔" [4]

کسی شرعی سبب کے بغیر ہدیہ واپس کرنا مکروہ ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَهَادَوْا تَحَابُّوا» "ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، آپس کی محبت بڑھے گی۔" [5]

---

[1] الممتحنة 8:60. صحيح البخاري، الأدب، باب صلة الوالد المشرك، حديث: 5978. [2] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب لايحل لأحد أن يرجع في هبته وصدقته، حديث: 2621، وصحيح مسلم، الهبات، باب تحريم الرجوع في الصدقة بعد القبض إلا ماوهبه لولده وإن سفل، حديث: 1622. [3] [حسن] سنن أبي داود، البيوع، باب الرجوع في الهبة، حديث: 3539، وجامع الترمذي، الولاء والهبة، باب ما جاء في كراهية الرجوع في الهبة، حديث: 2132، ومسند أحمد: 27/2 و 78. [4] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب الهبة للولد، حديث: 2586، وصحيح مسلم، الهبات، باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة، حديث: 1623 واللفظ له. [5] [حسن] السنن الكبرى للبيهقي: 169/6، والأدب المفرد للبخاري، حديث: 594.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر کوئی شرعی سبب مانع ہو تو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں، مثال کے طور پر اہلِ مناصب کو ہدیے پیش کیے جاتے ہیں، اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ ہدیہ دینے والے کی مرضی کے مطابق چلیں، سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾

''اور تم اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور انھیں حاکموں کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ تم لوگوں کے مالوں میں سے کچھ مال گناہ کے ساتھ کھاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔'' [1]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے دونوں فریقوں پر لعنت فرمائی ہے۔ [2]

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنی اسد کے ایک آدمی کو صدقے کا عامل بنا کر بھیجا، جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا: یہ تمھارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے، اللہ کی حمد وثنا کی، پھر فرمایا:

«مَا بَالُ عَامِلٍ أَبْعَثُهُ فَيَقُولُ: هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا أُهْدِيَ لِي أَفَلَا قَعَدَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ فِي بَيْتِ أُمِّهِ حَتّٰى يَنْظُرَ أَيُهْدٰى إِلَيْهِ أَمْ لَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَنَالُ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنْهَا شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلٰى عُنُقِهِ، بَعِيرٌ لَّهُ رُغَاءٌ، أَوْ بَقَرَةٌ لَّهَا خُوَارٌ، أَوْ شَاةٌ تَيْعِرُ». ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَأَيْنَا عُفْرَتَيْ إِبْطَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: «اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ؟» مَرَّتَيْنِ،

''اس عامل کا کیا حال ہے جس کو میں بھیجتا ہوں، واپس آکر وہ کہتا ہے کہ یہ تمھارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، یہ (آدمی) ذرا اپنے ابا اماں کے گھر بیٹھا رہتا، پھر دیکھتا کہ اسے ہدیہ آتا ہے یا نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! جس نے اس میں سے کچھ لیا، وہ اسے قیامت کے دن اپنی گردن پہ اٹھائے ہوئے لائے گا، اونٹ ہوا تو بلبلا رہا ہوگا، گائے ہوئی تو ڈکرا رہی ہوگی، بکری ہوئی تو ممیا رہی ہوگی۔'' پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے حتی کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوگئی، پھر

[1] البقرة 2:188. [2] [صحيح] سنن أبي داود، القضاء، باب في كراهية الرشوة، حديث: 3580، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ما جاء في الراشي والمرتشي في الحكم، حديث: 1337، سنن ابن ماجه، الأحكام، باب التغليظ في الحيف والرشوة، حديث: 2313.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ”اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا۔“ آپ نے دو بار یہی جملہ فرمایا۔“ [1]

ہبہ اور اس کے مسائل

ہبہ کی تعریف: شرعی اعتبار اور لغت کی رو سے ہبہ اگر عوض کے بغیر ہو تو اس کے معنی ہدیہ ہی کے ہیں۔

ہبہ بمعنی بیع: اگر ہبہ عوض کے مقابلے میں ہو تو یہ بیع کے حکم میں ہو جاتا ہے کیونکہ جس طرح بیع میں دونوں جانب کی رضامندی اور ایک دوسرے کا تعاون ہوتا ہے، اسی طرح ہبہ بالعوض میں بھی یہی بات کارفرما ہوتی ہے۔

عمریٰ اور رُقبیٰ کی تعریف: عمریٰ، عمر سے ماخوذ ہے (زندگی بھر کے لیے ہدیہ دینا) زمانۂ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح کوئی چیز ہبہ کرتے یا ہدیہ دیتے تھے، مثلاً کہہ دیتے تھے: یہ گھر میں تجھے زندگی بھر کے لیے دیتا ہوں۔

رقبیٰ کا مطلب ہے: انتظار، بعض اوقات ہدیہ اس مشروط طریقے سے دیا جاتا تھا کہ اگر میں مر گیا تو یہ گھر یا زمین تیری ہوئی اور اگر تو مر گیا تو میری! گویا دونوں ہی ایک دوسرے کی وفات کے منتظر ہوتے تھے۔

عمریٰ اور رقبیٰ کا حکم: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عمریٰ کے متعلق یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ یہ اس کا ہوا جسے ہبہ کیا گیا ہو۔ [2]

جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمْسِكُوا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوهَا، فَإِنَّهُ مَنْ أَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلَّذِي أُعْمِرَهَا، حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّلِعَقِبِهِ»

”اپنے مال سنبھال کر رکھو، انھیں خراب نہ کیا کرو، جس نے کوئی چیز عمر بھر کے لیے دی تو یہ اسی کے لیے ہوئی جس کو اس کی زندگی میں دی گئی تھی اور مرنے کے بعد اس کی اولاد کے لیے ہے۔“ [3]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، الأحكام، باب هدايا العمال، حديث: 7174، وصحيح مسلم، الإمارة، باب تحريم هدايا العمال، حديث: 1832 واللفظ له. [2] صحيح البخاري، الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب ما قيل في العمرٰى والرقبٰى، حديث: 2625، وصحيح مسلم، الهبات، باب العمرٰى، حديث: 1625. [3] صحيح مسلم، الهبات، باب العمرٰى، حديث: 1625.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«لَا عُمْرٰی وَلَا رُقْبٰی . فَمَنْ أُعْمِرَ شَيْئًا أَوْ أُرْقِبَهُ فَهُوَ لَهُ ، حَيَاتَهُ وَمَمَاتَهُ»

"کوئی عمریٰ نہیں، کوئی رقبیٰ نہیں جسے کوئی چیز عمر بھر کے لیے دی گئی ہو، یا بطور رقبیٰ دی گئی ہو، تو زندگی میں اور مرنے کے بعد بھی اس کے لیے ہے جسے دی گئی۔" [1]

وکالت اور اس کے مسائل

تعریف: لفظ وَکَالَۃٌ واو کے فتح کے ساتھ ہے اور کبھی کسرہ بھی پڑھتے ہیں، اس کے معنی ہیں: کوئی چیز کسی کے سپرد کر دینا اور اس سے اس کی حفاظت کا طلب گار رہنا۔ جب کسی سے کسی چیز کی حفاظت کے لیے کہا جائے تو عربی میں کہا جاتا ہے: «وَکَّلْتُ فُلَانًا» اسی طرح جب آپ کوئی کام کسی کے سپرد کرنا چاہیں تو عربی میں یوں کہا جائے گا: «وَکَّلْتُ الْأَمْرَ إِلَيْهِ».

شرعاً اس سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ ایک آدمی اپنی جگہ دوسرے کو مطلق یا مقید طور پر کھڑا کر دے۔

وکالت کا جواز: یہ عمل قرآن، سنت اور اجماع امت کی رو سے بالکل مشروع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾

"چنانچہ اب تم اپنی یہ چاندی (کے سکے) دے کر اپنا ایک آدمی شہر کی طرف بھیجو، پھر وہ دیکھے کہ اس (شہر) کا کون سا شخص طعام کے لحاظ سے پاکیزہ تر ہے، تو وہ اس میں سے تمھارے لیے کچھ کھانا لے آئے اور وہ خوب نرمی (سے بات) کرے اور تمھارے متعلق بالکل کسی کو نہ بتائے۔" [2]

ایک بار آپ ﷺ نے حد جاری کرنے کے سلسلے میں اپنا نائب روانہ فرمایا تھا۔ ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"اے اُنَیس! صبح کو اس کی بیوی کی طرف جانا، اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا۔" چنانچہ وہ اگلے دن گئے، عورت نے اعتراف کر لیا، تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسے رجم کر دیا گیا۔ [3]

[1] [صحیح] سنن النسائي، العمرٰی، ذکر اختلاف ألفاظ الناقلین لخبر جابر في العمرٰی، حدیث: 3763، وسنن ابن ماجه، الهبات، باب الرقبٰی، حدیث: 2382. [2] الکهف 18:19. [3] صحیح البخاري، الصلح، باب: إذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، حدیث: 2696,2695، وصحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنٰی، حدیث: 1697, 1698.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکاۃِ رمضان کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔[1] اور مسلمانوں کا اس عمل کے جواز بلکہ استحباب پر اجماع ہے کیونکہ یہ نیکی اور تقویٰ پر تعاون ہی کی ایک صورت ہے۔ کیونکہ ہر انسان اپنے تمام اعمال بذاتِ خود انجام نہیں دے سکتا، اسے لازماً ضرورت ہوتی ہے کہ کسی دوسرے فرد کو اپنا قائم مقام بنائے۔

اس بیع کا حکم جو وکیل اپنے موکل کے کہے بغیر مزید نفع کے ساتھ کر دے: اس طرح کا تصرف جائز ہے۔ جناب عروہ بارقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اسے ایک دینار دیا کہ ایک بکری خرید لائے۔ چنانچہ اس نے اس سے دو بکریاں خرید لیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار کے عوض فروخت کر دیا۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس بکری لے آیا اور ایک دینار بھی، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے اس کے سودے میں برکت کی دعا دی۔ پھر تو اس کا یہ عالم ہو گیا کہ وہ مٹی بھی خریدتا تھا تو اسے اس میں نفع ہوتا تھا۔[2]

صدقہ دینے میں بھی کسی کو وکیل مقرر کیا جا سکتا ہے: معن بن یزید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد، میرے دادا اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ (آپ سے ہمارے تعلقات نہایت قریبی تھے)۔ آپ ہی نے میرے لیے نکاح کا پیغام بھجوایا، پھر میرا انکاح کر دیا۔ میں نے اپنا ایک معاملہ آپ کے سامنے پیش کیا، آپ نے اس کا فیصلہ فرمایا، مسئلہ یہ تھا کہ میرے والد نے کچھ دینار صدقے کے لیے نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے ہاں رکھوا دیے، چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے وہ دینار حاصل کیے۔ میں وہ دینار اپنے والد کے پاس لے آیا تو انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ میں نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے میرے والد یزید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ! وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ!»

"تیرے لیے وہی ہے اے یزید! جو تو نے نیت کی اور اے معن! تیرے لیے وہ ہے جو تو نے وصول کر لیا۔"[3]

ضمانت اور کفالت کے مسائل

ضامن اور کفیل کی ذمہ داری: جو شخص کسی زندہ یا مردہ فرد کا ضامن اور کفیل ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ

[1] صحيح البخاري، الوكالة، باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئًا فأجازه الموكل فهو جائز، وإن أقرضه إلى أجل مسمى جاز، حديث: 2311. [2] صحيح البخاري، المناقب، باب (28)، حديث: 3642. [3] صحيح البخاري، الزكاة، باب: إذا تصدق على ابنه وهو لا يشعر، حديث: 1422.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالبے پر ضمانت کا مال ادا کر دے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ، وَلَا تُنْفِقُ الْمَرْأَةُ شَيْئًا مِّنْ بَيْتِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا». فَقِيلَ يَارَسُولَ اللهِ! وَلَا الطَّعَامَ؟ قَالَ: «ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا»، ثُمَّ قَالَ: «اَلْعَارِيَةُ مُؤَدَّاةٌ، وَالْمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ، وَالدَّيْنُ مَقْضِيٌّ، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ»

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، چنانچہ کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہو سکتی اور کوئی عورت اپنے گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہیں کر سکتی۔ سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول! اور کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: یہ تو ہمارے سب سے افضل مالوں میں سے ہے۔“ پھر فرمایا: ”مانگی گئی چیز (عاریت) ادا کی جائے، دودھ کا جانور (جو عارضی طور پر دیا گیا ہو) واپس کیا جائے، قرضہ ادا کیا جائے اور ضامن اور کفیل ذمہ دار ہے۔“[1]

جب کسی نے دوسرے سے کہا کہ میری ضمانت دے دو اور پھر وہ ضامن ادائیگی نہ کرے تو اس پہلے فرد کی طرف رجوع کیا جائے گا، بالخصوص جبکہ اس نے ضمانت دینے کا کہا ہو، کیونکہ قرض اصلاً اسی پہلے کے ذمے ہے۔ اور اس کا ضامن کو ضمانت کے لیے کہنا بالکل ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی دوسرے کو مال ادا کر دینے کا کہے (اور وہ اگر ادا نہ کرے) تو پہلے کی طرف ہی مراجعت ہوگی۔

اگر کوئی کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن ہو تو اس پر لازم ہے کہ اسے پیش کرے ورنہ وہ اس چیز کا ذمہ دار ہوگا جو ضمانت دیے گئے شخص کے ذمے ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیثِ ابو امامہ میں گزرا ہے۔

حوالہ کا بیان

حوالہ[2] کرنا جائز ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في تضمين العارية، حديث: 3565، وجامع الترمذي، الوصايا، باب ما جاء لا وصية لوارث، حديث: 2120. [2] حوالہ کہتے ہیں: «نَقْلُ الدَّيْنِ مِنْ ذِمَّةِ الْمُحِيلِ إِلٰى ذِمَّةِ الْمُحَالِ عَلَيْهِ» ”مُحِیل (مقروض) کے ذمے سے مُحَال عَلَیہ (جس پر حوالہ دیا گیا ہے) کے ذمے کی طرف قرض کا منتقل ہونا۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، فَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ»

''غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور تم میں سے جب کسی (قرض خواہ) کو کسی مالدار شخص کا حوالہ دیا جائے (کہ اب فلاں قرض ادا کرے گا) تو قرض خواہ کو چاہیے کہ (حوالہ) قبول کر لے (اور اس مالدار سے جا کر لے لے۔)'' [1]

کیا حوالہ کرنے والا، حوالے کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے؟ اگر وہ آدمی جس کی طرف حوالہ کیا گیا ہو، ٹال مٹول سے کام لے، یا مفلس ہو جائے تو قرض لینے والے کو حق حاصل ہے کہ اصل قرض دار (حوالہ کرنے والے) سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے کیونکہ قرض حقیقتاً اس کے ذمے ہے، یہ اسی صورت میں اس سے بری الذمہ ہو گا جب حوالے کیا گیا آدمی اسے قبول کرے اور قرض ادا کر دے اور اگر ادائیگی نہ ہو تو قرضہ اصل قرض دار کے ذمے باقی رہے گا جیسا کہ حوالے سے پہلے تھا۔

کوئی دیوالیہ (مفلس) ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

دیوالیہ ہونے والے سے قرض کیسے وصول کیا جائے؟ مقروض کے دیوالیہ اور مفلس ہو جانے کی صورت میں قرض خواہ اپنے مقروض سے کیا کچھ لے سکتے ہیں؟ قرض خواہوں کے لیے جائز ہے کہ اپنے مقروض کے پاس جو کچھ پائیں لے لیں، سوائے ان ضروری چیزوں کے جن کے بغیر چارہ نہیں، مثلاً: گھر، لباس اور اس کی اور اس کے عیال داروں کی غذائی اجناس۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات میں ایک آدمی نے پھل خریدے جو قدرتی آفت کی زد میں آ گئے، نتیجتاً اس پر بھاری قرض ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ» ''اس کو صدقہ دو۔''

چنانچہ لوگوں نے اسے صدقات دیے، پھر بھی اس کے قرضے ادا نہ ہو سکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض

[1] صحيح البخاري، الحوالات، باب الحوالة، وهل يرجع في الحوالة؟ حديث: 2287، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم مطل الغني وصحة الحوالة، واستحباب قبولها إذا أحيل على ملي، حديث: 1564. یہ اسی صورت میں ہے جب اس مالدار نے حوالے کی یہ ذمہ داری قبول کی ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہوں سے فرمایا: «خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ، وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ»
”جو تم پاتے ہو وہی لے لو، بس! تمھارے لیے یہی کچھ ہے۔“ [1]

جسے اپنا مال صحیح سالم اپنے مفلس مقروض کے پاس مل جائے: جسے اپنا مال بعینہٖ اپنے ایسے زندہ مقروض کے پاس مل جائے جو مفلس ہو گیا ہو جبکہ صاحبِ مال نے قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہ کیا ہو تو صاحبِ مال ہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
«مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ»
”جس نے اپنا مال بعینہٖ اس شخص کے پاس پا لیا جو مفلس اور دیوالیہ ہو گیا ہو، تو وہی دوسروں سے بڑھ کر اس کا زیادہ حقدار ہے۔“ [2]

مال والا کس صورت میں دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہو گا؟ جب کوئی مفلس شخص مر جائے اور اس کا مال اس کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہو تو اس صورت میں وہ شخص جس کا مال بعینہٖ موجود ہے دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہو گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:
”اگر مال والے نے اپنے مال کی کچھ قیمت وصول کر لی ہو تو وہ اپنے باقی کے واجبات کے لیے دوسرے قرض خواہوں کی مانند (اور) انھی کے برابر ہو گا اور جو شخص وفات پا جائے اور اس کے پاس کسی کا مال بعینہٖ موجود ہے، اب قرض خواہ نے اس کی قیمت سے کچھ وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو، اب وہ باقی قرض خواہوں کی مانند انھی کے برابر ہو گا۔“ [3]

کیا کسی افلاس زدہ کو قید کرنا جائز ہے؟ جب کسی کا مفلس اور دیوالیہ ہو جانا صاف ظاہر ہو تو اسے قید کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ عمل اللہ عزوجل کے حکم کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ﴾
”اور اگر (تمھارا مقروض) تنگدست ہو تو آسانی تک اسے مہلت دو۔“ [4]

صاحبِ وسعت کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے جس کی وجہ سے اس کی ہتک کرنا اور اسے سزا دینا حلال ہے:

[1] صحيح مسلم، المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين، حديث: 1556. [2] صحيح البخاري، الاستقراض، باب إذا وجد ماله عند مفلس في البيع والقرض والوديعة فهو أحق به، حديث: 2402، وصحيح مسلم، المساقاة، باب من أدرك ما باعه عند المشتري، وقد أفلس، فله الرجوع فيه، حديث: 1559. [3] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في الرجل يفلس فيجد الرجل متاعه بعينه عنده، حديث: 3522. [4] البقرة 2:280.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب عمرو بن شرید رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اتنی وسعت والا ہو کہ اپنا قرض ادا کر دے، اس کے باوجود وہ ٹال مٹول سے کام لے، تو اس سے اس کی بے عزتی کرنا حلال ہو جاتا ہے (اسے ڈانٹنا اور ادائے قرض کا احساس دلانا جائز ہے اور اس مقصد کے لیے) اسے سزا بھی دی جاسکتی ہے۔'' [1]

دیوالیہ کو مالی تصرفات سے روکنا: حاکمِ وقت کے لیے جائز ہے کہ مفلس اور دیوالیہ کو قرضوں کی ادائیگی تک مالی تصرفات سے روک دے اور اس پر پابندی لگا دے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ پابندی معروف اور شرعی طور پر ثابت ہے۔

جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے ایک سودا کیا، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں اور تم پر پابندی لگواتا ہوں، عبداللہ بن جعفر نے یہ بات زبیر رضی اللہ عنہ سے کہہ دی تو زبیر نے عبداللہ سے کہا کہ میں اس سودے میں تیرا شریک بن جاتا ہوں۔ ادھر علی رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور کہا کہ اس (عبداللہ بن جعفر) پر پابندی لگا دیجیے، تو زبیر نے کہا: میں اس کا شریک ہوں تو عثمان نے کہا: کیا میں اس آدمی پر پابندی لگاؤں جس کا شریک زبیر ہے؟ [2]

فضول خرچ پر پابندی لگانا: اگر کوئی شخص فضول خرچ ہو یا اس کے تصرفات صحیح نہ ہوں تو اس پر بھی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ ''اور تم اپنے مال نادان لوگوں کے سپرد نہ کرو۔'' [3]

علامہ زمخشری نے (الکشاف: 1/471 میں) «سفھاء» کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ جو لوگ فضول خرچ ہوں، اپنے مال نامعقول طور پر خرچ کرنے والے ہوں، ان کو ان میں تصرف کا کوئی حق نہیں دیا جاسکتا۔ یہ خطاب سرپرستوں اور اولیاء سے ہے اور مال کو اولیاء کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ مال ایسی چیز ہے جس سے لوگوں کی معیشت قائم ہوتی ہے۔

یتیم کو اس کے مال کا مختار کب بنایا جائے؟ یتیم کے متعلق جب معلوم ہو کہ وہ اب سمجھدار ہو گیا ہے اور رقم ضائع نہیں کرے گا، تبھی اسے اس کے مال میں تصرف کا حق دیا جائے۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں فرمایا:

[1] [حسن] سنن أبي داود، القضاء، باب في الدين هل يحبس به، حديث: 3628، وسنن النسائي، البيوع، باب مطل الغني، حديث: 4693،4694. [2] [صحيح] السنن الكبرى للبيهقي: 6:61، والمسند للشافعي، حديث: 1754 (موسوعة الإمام الشافعي: 10/602. [3] النسآء 4:5.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ ﴾

''اور تم یتیموں کی جانچ پرکھ کرو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم انھیں سمجھ دار پاؤ تو ان کے مال ان کے سپرد کردو۔''[1]

یتیم کا سرپرست فقیر ہو تو اس کے مال کی سرپرستی کے عوض معروف طریقے سے کچھ رقم لے سکتا ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ آیت مبارکہ پڑھی:

﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ﴾

''اور جو (سرپرست) مال دار ہو، وہ (یتیم کا مال کھانے سے) بچے اور جو غریب ہو، وہ جائز طریقے سے (اس کا مال) کھا سکتا ہے۔''[2]

اور اس کی تفسیر یہ بیان کی کہ یہ آیت کریمہ یتیم کے مال کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اس کا سرپرست اگر فقیر ہو تو اپنی اس خدمت کے عوض میں اس کے مال میں سے معروف انداز میں (کچھ) کھا سکتا ہے۔[3]

لقطہ، یعنی گری پڑی چیز کے احکام

جسے کوئی گری پڑی چیز ملے وہ کیا کرے؟ جسے کوئی گری پڑی چیز ملے، اسے چاہیے کہ اس کا برتن (تھیلی، صندوق یا کپڑا وغیرہ) اور اس کا بندھن خوب اچھی طرح پہچان لے، اگر اس چیز کا مالک آ جائے تو اس کے حوالے کر دے ورنہ ایک سال تک اس کا اعلان کرے۔

یزید، جو منبعث کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) تھے، روایت کرتے ہیں کہ میں نے صحابی زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے چاندی کے لقطہ کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

''اس کا بندھن اور اس کا برتن خوب (اچھی طرح) جانے رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو۔ اگر اس کی شناخت نہ کی گئی تو تم اسے خرچ کر سکتے ہو۔ یہ تمھارے پاس بطور امانت ہوگی، جب بھی اس کا طلب گار آئے، اسے (معاً) ادا کر دو۔'' اس نے آپ سے گمشدہ اونٹ کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا:

[1] النسآء 4:6. [2] النسآء 4:6. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾، حديث: 4575، وصحيح مسلم، التفسير، باب في تفسير آيات متفرقة، حديث: 3019.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تجھے اس سے کیا؟ اسے چھوڑ دے، اس کے جوتے اور اس کا مشکیزہ اسی کے ساتھ ہے، پانی پر پہنچ جائے گا اور جھاڑیاں کھاتا رہے گا حتی کہ مالک اسے پا لے گا۔“ اس نے آپ سے گمشدہ بکری کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا: ”اسے پکڑ لے، یہ یا تو تیری ہے، یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی۔“ [1]

سال بھر لقطہ کا اعلان کیا جائے: لقطہ اٹھانے والے کے لیے لقطے کی چیز کا استعمال کرنا اس وقت جائز ہے جب وہ اس چیز کا سال بھر تک اعلان کرے۔ سوید بن غفلہ کہتے ہیں: میں جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملا تو انھوں نے کہا: مجھے ایک تھیلی ملی جس میں سو دینار تھے۔ میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا (اور اس کے بارے میں پوچھا) آپ نے فرمایا: ”ایک سال تک اس کا اعلان کرو۔“ میں نے ایک سال تک اعلان کیا لیکن اس کا مالک نہ ملا، پھر میں آپ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: ”ایک سال اور اعلان کرو۔“ میں نے (ایک سال) اور اعلان کیا لیکن مالک نہ ملا۔ پھر میں تیسری دفعہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا: ”اس کے برتن، گنتی اور بندھن کو پہچاننا اور یاد رکھنا۔ اگر اس کا مالک آ جائے تو واپس کر دینا ورنہ استعمال کر لینا۔“ (مالک نہ آیا تو) میں نے اسے استعمال کر لیا۔ (شعبہ کہتے ہیں:) میں سلمہ بن کہیل سے اس کے بعد مکہ میں ملا تو انھوں نے کہا: مجھے یاد نہیں کہ آپ نے تین سال (اعلان کرنے کا) فرمایا یا ایک سال۔ [2]

(فتح الباري: 80,79/5 میں) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ معلوم یوں ہوتا ہے راویِ حدیث سلمہ بن کہیل کو اس روایت میں تین سال کے بارے میں غلط فہمی ہوئی، پھر انھیں یاد آ گیا، تو بعد میں ایک ہی سال کا کہتے رہے اور روایات میں بات وہی لی جاتی ہے جس میں راوی کو شک نہ ہو۔

مکہ کی گری پڑی چیز (لقطہ) کی خوب تشہیر کرنا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ سے نوازا تو آپ لوگوں کے ہجوم میں کھڑے ہو گئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور (مکہ کی حرمت کے ضمن میں مکے کی لقطے کے بارے میں) فرمایا: «لَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ»

”یہاں کی گری پڑی چیز اٹھا لینا (کسی کے لیے) حلال نہیں ہے سوائے اس شخص کے لیے جو اس کا اعلان کرے۔“ [3]

اگر لقطہ کوئی معمولی اور حقیر چیز ہو تو اس کا استعمال کر لینا جائز ہے: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک

[1] صحيح البخاري، في اللقطة، باب ضالّة الغنم، حديث: 2428، وصحيح مسلم، اللقطة، باب معرفة العفاص والوكاء وحكم ضالة الغنم والإبل، حديث: 1722. [2] صحيح البخاري، في اللقطة، باب: إذا أخبر رب اللقطة بالعلامة دفع إليه، حديث: 2426. [3] صحيح البخاري، في اللقطة، باب: كيف تعرّف لقطة أهل مكة، حديث: 2434، وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة وتحريم صيدها وخلاها وشجرها ولقطتها إلا لمنشد على الدوام، حديث: 1355.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بار) نبی ﷺ کو کھجور کا ایک دانہ ملا، آپ نے فرمایا: «لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا» ”اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا یہ صدقے کی ہوگی تو میں اسے کھا لیتا۔“ [1]

اونٹ کے سوا دوسرے گم شدہ مویشی پکڑ لیے جائیں: جیسا کہ زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا صحیح حدیث میں بیان ہوا ہے۔

صلح کے مسائل

صلح اور اصلاح شرعاً مطلوب ہے: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ﴾

”ان کی اکثر خفیہ سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی مگر جو شخص صدقے یا نیکی یا لوگوں کے درمیان صلح کا حکم دے (تو یہ اچھی بات ہے۔)“ [2]

کون سی صلح ناجائز ہوتی ہے؟ جب اس صلح کے ذریعے سے کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرانے کی بات ہو تو ایسی صلح ناجائز ہوتی ہے۔ جناب عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلٰى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا»

”مسلمانوں کو (ہر طرح کی) صلح کر لینی جائز ہے، سوائے ایسی صلح کے جو کسی حلال کو حرام یا کسی حرام کو حلال ٹھہرانے والی ہو۔ اور مسلمان اپنی شرطوں پر قائم رہنے کے پابند ہیں، سوائے کسی ایسی شرط کے جو کسی حلال کو حرام بنائے یا حرام کو حلال ٹھہرائے۔“ [3]

کسی معاملے کی تفصیل معلوم ہو یا نہ ہو، صلح کر لینی جائز ہے: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمی آئے وہ میراث کے معاملے میں جھگڑ رہے تھے اور ان کے پاس اپنے اپنے

---

[1] صحيح البخاري، في اللقطة، باب: إذا وجد تمرة في الطريق، حديث: 2431، وصحيح مسلم، الزكاة، باب تحريم الزكاة على رسول الله ﷺ وعلى آله، وهم بنوهاشم وبنوالمطلب دون غيرهم، حديث: 1071 واللفظ له. [2] النسآء 4:114. [3] [صحيح] جامع الترمذي، الأحكام، باب ماذكر عن رسول الله ﷺ في الصلح بين الناس، حديث: 1352، وسنن ابن ماجه، الأحكام، باب الصلح، حديث: 2353.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوے کے سوا کوئی اور گواہ نہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں ایک بشر ہی ہوں

«إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَّكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي لَهُ عَلٰى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ، فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا، فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ»

''تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لے آتے ہو، ہوسکتا ہے کہ کوئی اپنی بات اور دلیل پیش کرنے میں اپنے مدمقابل سے بڑھ کر تیز طرار ہو اور ممکن ہے کہ میں اس کی بات سے متاثر ہو کر اسی کے مطابق فیصلہ کر دوں (جبکہ اصل حقیقت اس کے برعکس ہو)، پس جس شخص کو میں اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دے ڈالوں، وہ اس سے کچھ بھی نہ لے، کیونکہ میں اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کے دے رہا ہوں!''

تو وہ دونوں رونے لگے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے کہنے لگا: میرا حق تیرے لیے ہے نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: ''جب تم نے ایسا کر لیا ہے تو آپس میں تقسیم کر لو اور حق کا ارادہ کرو، پھر (حصے کی تعیین کے لیے) آپس میں قرعہ ڈال لو، پھر ممکنہ زیادتی ایک دوسرے سے معاف کرالو۔''[1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صلح کر لینا اور نامعلوم حق سے بری ہونا یا کر دینا بھی جائز ہے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد (عبداللہ رضی اللہ عنہ) اُحد کے دن شہید ہو گئے، ان پر بڑا قرض تھا، قرض خواہوں نے اپنے واجبات کے لیے بڑی سختی کی، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ لوگ میرے باغ کا پھل (جس قدر بھی ہے) لے لیں اور باقی (قرض کے سلسلے میں) میرے والد کو بری کر دیں، مگر وہ لوگ نہ مانے اور نبی ﷺ نے بھی میرا باغ ان کے حوالے نہیں کیا بلکہ فرمایا:

''کل صبح میں تمھارے ہاں آؤں گا۔'' چنانچہ آپ اگلی صبح ہمارے ہاں تشریف لائے، آپ نے کھجوروں میں ایک چکر لگایا اور پھل میں برکت کی دعا فرمائی۔ جب میں نے پھل اتارا تو ان سب کے مطالبات پورے کر دیے اور ہمارے لیے بھی پھل بچ رہا۔[2]

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معلوم قرضے کے بدلے میں قرض خواہوں کو کھجوروں کی نامعلوم مقدار پیش کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

[1] سنن أبي داود، القضاء، باب في قضاء القاضي إذا أخطأ، حديث: 3584، مزید دیکھیے: صحيح البخاري، الحيل، باب (10)، حديث: 6967، وصحيح مسلم، الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن، حديث: 1713. [2] صحيح البخاري، الاستقراض، باب: إذا قضى دون حقه أو حلله فهو جائز، حديث: 2395.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدِ قتل کے بدلے میں صلح کر لینے کا جواز: جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ [مُؤْمِنًا] مُتَعَمِّدًا دُفِعَ إِلٰى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ، فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوا وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلَاثُونَ حِقَّةً وَّثَلَاثُونَ جَذَعَةً وَّأَرْبَعُونَ خَلِفَةً وَّمَا صَالَحُوا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ»

''جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا ہو، اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا جائے، وہ چاہیں تو قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو دیت لے لیں جو یہ ہے: تیس اونٹنیاں حقہ (تین سالہ چوتھے میں شروع) تیس عدد جذعہ (چار سالہ پانچویں میں شروع) اور چالیس عدد حاملہ، یا جس پر وہ صلح کر لیں تو وہ ان ہی کا حق ہے۔'' [1]

انکار اور سکوت (خاموشی) پر صلح کا جواز: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کے زمانے میں ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما سے مسجد میں اپنے ایک قرض کا مطالبہ کیا، اس میں ہماری آوازیں بلند ہو گئیں حتی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی سن لیں، آپ اپنے گھر ہی میں تھے کہ باہر نکلے، آپ ﷺ نے حجرے کا پردہ اٹھایا اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو آواز دی:

«يَا كَعْبُ!» فَقَالَ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! فَأَشَارَ إِلَيْهِ بِيَدِهِ: أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ. قَالَ كَعْبٌ: قَدْ فَعَلْتُ، يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ «قُمْ فَاقْضِهِ»

''اے کعب!'' میں نے کہا: لبیک! اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ تم اپنا آدھا قرض چھوڑ دو، کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے (ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہما سے) فرمایا: ''اٹھو اور باقی قرض اسے ادا کر دو۔'' [2]

اس حدیث سے استدلال یوں ہے کہ دو آدمیوں میں جھگڑا ہوا، اگر جھگڑا مقدار کے معاملے میں ہو تو یہ انکار پر صلح ہے، یعنی فریق ثانی مقدار کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور شارع نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور اگر جلدی ادا کرنے یا تاخیر کرنے کے بارے میں تنازعہ ہو تب بھی یہ ''انکار پر صلح'' ہے۔ کیونکہ مدت کے انکاری کے ساتھ اسی بات پر صلح ہو رہی ہے کہ وہ قرض کا کچھ حصہ فوری طور پر ادا کر دے اور بقیہ قرض مدت کے دعوے کے مقابلے میں اس نے چھوڑ دیا۔

[1] [حسن] جامع الترمذي، الديات، باب ما جاء في الدية كم هي من الإبل، حديث: 1387، وسنن ابن ماجه، الديات، باب من قتل عمدًا، فرضوا بالدية، حديث: 2626. [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب التقاضي والملازمة في المسجد، حديث: 457، وصحيح مسلم، المساقاة، باب استحباب الوضع من الدين، حديث: 1558 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

8

قسموں کے احکام ومسائل

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ

(المائدة 89:5)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسمیں اور ان کے ذیلی مسائل

تعریف: لفظ «أَيْمان» (ہمزہ کی فتحہ کے ساتھ) یَمِین کی جمع ہے اور لغت میں یمین کا لفظ دراصل ہاتھ کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور قسم کے لیے اس مناسبت سے استعمال ہوتا ہے کہ عرب لوگ قسم اٹھاتے ہوئے ایک دوسرے کا ہاتھ بھی تھام لیتے تھے۔

شریعت اور اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ کسی معاملے کو تاکیدی طور پر پختہ بنانے کے لیے اس میں اللہ عزوجل کا مبارک نام یا اس کی کسی صفت کا ذکر کیا جائے۔

قسم کس طرح کھائی جاتی ہے؟ قسم اللہ عزوجل کے کسی مبارک نام یا اس کی کسی صفت کا حوالہ دے کر کھائی جاتی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی قسم اس طرح کے الفاظ میں ہوتی تھی:

«لَا، وَمُقَلِّبِ الْقُلُوبِ» "قسم ہے اس ذات کی جو دلوں کو پھیرنے والی ہے!" [1]

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم روانہ فرمائی اور اس میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کر دیا، تو کچھ لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

«إِنْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ، وَأَيْمُ اللهِ! إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِّلْإِمَارَةِ»

"اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو تو تم اس سے پہلے اس کے والد (زید رضی اللہ عنہ) کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، قسم اللہ کی! وہ بلاشبہ امارت کا اہل تھا......" [2]

اللہ عزوجل کے نام یا صفات کے سوا کسی اور کی قسم اٹھانا حرام ہے: جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک قافلے میں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کے نام سے قسم اٹھا رہے

[1] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب: كيف كانت يمين النبي ﷺ؟ حديث: 6628. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول النبي ﷺ: «وأيمُ الله»، حديث: 6627، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل زيد بن حارثه وابنه أسامة رضي الله عنهما، حديث: 2426.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، نبی ﷺ نے صحابہ کو بلند آواز سے پکارا اور فرمایا:

«أَلَا! إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ»

''خبردار! اللہ تمھیں اپنے باپوں کے نام سے قسمیں اٹھانے سے منع کرتا ہے، جس نے قسم اٹھانی ہو، وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے، ورنہ خاموش رہے۔'' [1] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلْفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ»

''جس نے اپنی قسم میں لات اور عزیٰ کی قسم اٹھائی، اسے چاہیے کہ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ» پڑھے۔'' [2]

جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین وملت کی قسم اٹھائے تو وہ اسی کی طرح ہے: ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ»

''جس نے ملتِ اسلام کے علاوہ کسی اور دین وملت کی عمداً جھوٹی قسم اٹھائی، تو وہ ویسے ہی ہو گیا جیسا کہ اس نے کہا۔'' [3]

جو شخص قسم اٹھاتے ہوئے استثنا کر لے (ان شاء اللہ کہہ لے) اس کی قسم نہیں ٹوٹتی: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَقَالَ: إِنْ شَاءَ اللهُ لَمْ يَحْنَثْ»

''جو شخص کوئی قسم اٹھاتے ہوئے ''ان شاء اللہ'' کہہ دے، تو اس کی قسم نہیں ٹوٹتی۔'' [4]

جو شخص کسی بات پر قسم کھالے، پھر اسے اس کے برعکس بات بہتر معلوم ہو تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور وہ بہتر کام کر لے: عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُوتِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا، وَإِذَا حَلَفْتَ عَلٰى يَمِينٍ، فَرَأَيْتَ

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب من لم ير إكفار من قال ذٰلك متأولًا أوجاهلًا، حديث: 6108، وصحيح مسلم، الأيمان، باب النهي عن الحلف بغير الله تعالى، حديث: 1646. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب: لايحلف باللّات والعزى ولا بالطواغيت، حديث: 6650، وصحيح مسلم، الأيمان، باب من حلف باللات والعزّى، فليقل: لا إلٰه إلا الله، حديث: 1647. [3] صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في قاتل النّفس، حديث: 1363، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان نفسه وأن من قتل نفسه بشي عذب به في النار......، حديث: 110 واللفظ له. [4] [صحيح] جامع الترمذي، النذور والأيمان، باب ماجاء في الاستثناء في اليمين، حديث: 1532، وسنن ابن ماجه، الكفارات، باب الاستثناء في اليمين، حديث: 2104.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَائْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ»

''اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت اور سربراہی کا مطالبہ نہ کرنا، اگر یہ تجھے تیرے مانگنے پر دی گئی تو تو اس کے حوالے کر دیا جائے گا (پھر تجھے اللہ کی طرف سے مدد نہیں ملے گی) اور اگر مانگے بغیر تجھے امارت سونپ دی گئی تو تیری مدد کی جائے گی۔ اور جب تو کسی بات پر قسم اٹھا لے اور پھر اسی کے برعکس بات تجھے بہتر معلوم ہو، تو اپنی قسم کا کفارہ دے اور بہتر صورت پر عمل کر۔'' [1]

اگر کسی کو قسم پر مجبور کر دیا گیا، وہ قسم توڑنے پر گنہگار نہیں ہو گا: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ» ''اللہ نے میری امت سے غلطی اور بھول چوک اور جبر و اکراہ (سے سرزد ہونے والی تقصیرات اور گناہ) اٹھا لیے ہیں۔'' [2]

جھوٹی قسم انسان کو گناہ میں غرق کر دیتی ہے: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کبیرہ گناہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا:

«اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ»، قَالَ: «ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «ثُمَّ عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ»، قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «اَلْيَمِينُ الْغَمُوسُ»، قُلْتُ: وَمَا الْيَمِينُ الْغَمُوسُ؟ قَالَ: «اَلَّذِي يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ هُوَ فِيهَا كَاذِبٌ»

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔'' اس نے دریافت کیا: پھر؟ فرمایا: ''والدین کی نافرمانی۔'' اس نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: ''یمین غموس، یعنی جھوٹی قسم۔'' میں نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) یمین غموس کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ جو (خلافِ حقیقت قسم کھا کر) کسی مسلمان کا مال مار لے، حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو۔'' [3]

عادت کے زیر اثر تکیۂ کلام میں کھائی جانے والی قسم: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَٰكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ○﴾

[1] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالى: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾، حديث: 6622، وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا، فرأى غيرها خيرًا منها، أن يأتي الّذي هو خير ويكفر عن يمينه، حديث: 1652.

[2] [صحيح] سنن ابن ماجه، الطلاق، باب المكره والناسي، حديث: 2045، والمستدرك للحاكم: 198/2، والمعجم الكبير للطبراني: 134,133/11، حديث: 11274. [3] صحيح البخاري، استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إثم من أشرك بالله وعقوبته في الدنيا والأخرة، قال الله عزوجل: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ○﴾ ......، حديث: 6920.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تمھاری لغو قسموں پر تمھیں نہیں پکڑے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمھیں ضرور پکڑے گا جن کا تمھارے دلوں نے ارادہ کیا اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت حوصلے والا ہے۔'' [1]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت کریمہ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾ کے پس منظر کے متعلق فرماتی ہیں کہ اس سے مراد ایسی قسمیں ہیں جو آدمی کی زبان پر بے ارادہ آجاتی ہیں، یعنی: لَا، وَاللّٰهِ! بَلٰى، وَاللّٰهِ! [2]

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کی قسم پوری کردے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات امور سے منع فرمایا: آپ نے ہمیں حکم دیا کہ مریض کی عیادت کریں، جنازے میں شریک ہوں، چھینک مارنے والے کو جواب دیں، جو قسم ڈال دے، اس کی قسم پوری کریں، مظلوم کی مدد کریں، دعوت قبول کریں اور سلام کو خوب پھیلائیں اور ہمیں ممانعت فرمائی سونے کی انگوٹھیوں سے، چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے، ریشم کے سرخ زین پوش استعمال کرنے کی اور ریشم کے لباس کی (خواہ کسی قسم کا ہو، مثلاً) قِسِّيّ (مصری مخلوط ریشم) موٹا ریشم اور باریک ریشم۔ [3]

قسم کا کفارہ: اگر کوئی اپنی قسم توڑ بیٹھے تو اس کو تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت لازماً اختیار کرنی ہوگی: دس مسکینوں کو ایسا کھانا کھلانا جیسا وہ خود کھاتا ہو، یا ان کے لیے کپڑے مہیا کرنا، یا کوئی گردن آزاد کرنا۔

اور جو ان تینوں امور سے عاجز ہو، وہ تین دن کے روزے رکھے۔ اس کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ پہلی تینوں میں سے وہ کسی ایک کی قدرت رکھتا ہو لیکن اس کی بجائے روزے کے ذریعے کفارہ ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ﴾

''اللہ تمھاری بلا ارادہ قسموں پر تمھیں نہیں پکڑے گا لیکن ان قسموں پر ضرور پکڑے گا جو تم نے مضبوط باندھ لیں، چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانے درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو

[1] البقرة 2:225. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ﴾، حديث: 4613. [3] صحيح البخاري، اللباس، باب خواتيم الذهب، حديث: 5863، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء وخاتم الذهب والحرير......، حديث: 2066.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا انھیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک گردن (غلام) آزاد کرانا ہے، پھر جو اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو (اس کے لیے) تین دن کے روزے رکھنا ہے۔ یہ تمھاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا (کر توڑ) بیٹھو۔" [1]

حرام لفظ کے ذریعے سے قسم: اگر کوئی یوں قسم اٹھائے کہ میرا کھانا مجھ پر حرام ہے، یا فلاں کے گھر میں جانا مجھ پر حرام ہے تو اس طرح یہ کام فی الواقع حرام نہیں ہو جاتے ہیں لیکن یہ کام کرنے کی صورت میں اس پر قسم کا کفارہ دینا لازم آتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ ﴾

"اے نبی! آپ حرام کیوں ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور اللہ خوب بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ تحقیق اللہ نے تمھارے لیے تمھاری (ناجائز) قسمیں کھولنا (توڑنا) فرض کر دیا ہے۔" [2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی زوجہ) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد پیا کرتے تھے اور کچھ وقت ان کے ہاں رکے رہتے تھے، میں نے اور حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں اتفاق کر لیا کہ آپ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائیں تو وہ یہ پوچھے کہ کیا آپ نے مغافیر (بوٹی کا رس) پیا ہے؟ کیونکہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، آپ نے فرمایا: "نہیں، میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے، آئندہ ہرگز نہیں پیوں گا۔ میں نے قسم اٹھالی ہے اور اس بات کا کسی سے ذکر مت کرنا۔" [3]

[1] المائدة 89:5. [2] التحريم 66:1، 2. [3] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ ﴾، حديث: 4912.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9

نذر کے احکام و مسائل

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ○

(الدھر 76:7)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نذر ماننا اور اس کے مسائل

تعریف: امام راغب اصفہانی نے نذر کی یہ تعریف کی ہے: کوئی اتفاقی معاملہ پیش آ جانے پر اپنے آپ پر کوئی ایسی چیز واجب کر لینا جو واجب نہ ہو، نذر کہلاتی ہے۔ [1]

نذر ماننا جائز ہے: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ﴾

''اور تم کسی قسم کا خرچ کرو یا کوئی بھی نذر مانو تو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔'' [2]

دوسری جگہ فرمایا: ﴿ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ۝﴾

''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں اور چاہیے کہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔'' [3]

اور اللہ عزوجل نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو اپنی نذریں پوری کرتے ہیں:

﴿يُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَيَخَافُوۡنَ يَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِيۡرًا ۝﴾

''وہ اپنی نذریں پوری کرتے اور اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس کی آفت (ہر طرف) پھیلی ہوگی۔'' [4]

نذر ماننا کب درست ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کے لیے نذر مان لینا بالکل درست اور جائز ہے۔ تاہم ضروری ہے کہ اس سلسلے میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی ہو، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ»

''جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہو، اسے چاہیے کہ اللہ کی اطاعت کرے، یعنی اپنی نذر پوری کرے اور جس نے اس کی کسی نافرمانی کی نذر مانی ہو، وہ اس سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔'' [5]

---

[1] المفردات في غريب القرآن، ص: 489. [2] البقرة 2:270. [3] الحج 22:29. [4] الدهر 76:7. [5] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر في الطاعة ﴿وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ﴾، حديث: 6696.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مُعلّق، یعنی مشروط نذر ماننا منع ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: «إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّلٰكِنَّهُ يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ»

''اس سے کوئی بلا رد نہیں ہوتی ہے، البتہ بخیل (کی جیب) سے اس کے ذریعے سے کچھ نکال لیا جاتا ہے۔'' [1]

جناب سعید بن حارث سے روایت ہے کہ انھوں نے جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ کہتے تھے: کیا لوگوں کو نذریں ماننے سے روکا نہیں گیا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«إِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا وَّلَا يُؤَخِّرُ، وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِالنَّذْرِ مِنَ الْبَخِيلِ»

''بلاشبہ نذر کسی چیز کو مقدم کرتی ہے نہ مؤخر، بلکہ اس کے ذریعے سے بخیل (کے مال) سے کچھ نکال لیا جاتا ہے۔'' [2]

نذرِ معصیت کی چند مثالیں: * قبروں کے لیے نذریں ماننا۔

* مسجدوں میں مسرفانہ زیب وزینت کی نذریں ماننا۔

یہ نذریں اللہ عزوجل کی اطاعت ورضا والی نذریں نہیں ہیں، یہ نذریں قرآن وحدیث کی تعلیمات کے منافی ہیں۔

خلافِ شریعت کام کی نذر ممنوع ہے: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک آدمی کو دیکھا جو کھڑا ہوا تھا، آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا، تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے، اس نے نذر مان رکھی ہے کہ کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا، نہ سایہ حاصل کرے گا، نہ بولے گا اور روزے سے رہے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مُرْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ، وَلْيَسْتَظِلَّ، وَلْيَقْعُدْ، وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ»

''اسے کہو کہ بات چیت کرے، سایہ حاصل کرے اور بیٹھ جائے، البتہ اپنا روزہ پورا کر لے۔'' [3]

استطاعت سے ماوراء نذر کو پورا کرنا انسان پر لازم نہیں: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا، اسے اس کے بیٹوں کے درمیان سہارے سے چلایا جا رہا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''اسے کیا ہوا ہے؟'' صحابہ نے بتایا کہ اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب الوفاء بالنذر، وقول الله تعالى: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾، حديث: 6693، وصحيح مسلم، النذر، باب النهي عن النذر وأنه لا يرد شيئًا، حديث: 1639. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب الوفاء بالنذر وقول الله تعالى: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ﴾، حديث: 6692، وصحيح مسلم، النذر، باب النهي عن النذر وأنه لا يردُّ شيئًا، حديث: 1639. [3] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب النذر فيما لا يملك، وفي معصية، حديث: 6704.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے خود کو عذاب میں ڈالنے سے غنی ہے۔'' پھر آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔ [1]

معصیت اور ہمت سے زیادہ کام کی نذر پر کفارے کا حکم: جناب عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ» ''نذر کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔'' [2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ» ''معصیت میں کوئی نذر نہیں، اور اس کا کفارہ قسم والا کفارہ ہے۔'' [3]

یہ حدیث مختلف اسانید کی روشنی میں صحیح ہے۔

کسی نے شرک کے دنوں میں اطاعت کی کوئی نذر مانی ہو تو مسلمان ہو جانے کے بعد اسے پورا کرنا چاہیے:

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد (عمر رضی اللہ عنہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے ایامِ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں گا، اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔'' [4]

سارا مال صدقہ کرنے کی نذر: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (اور یہ ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جو غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے اور سورۂ توبہ کی آیت :118 ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی تھی) ان کی تفصیلی حدیث کے آخر میں ہے کہ انھوں نے کہا: میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے صدقہ کر کے اس سے دستبردار ہو جاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ» ''اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھ لو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' [5]

بیٹے کا والدین کی وفات کے بعد ان کی نذر پوری کرنا درست ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ماں کی نذر کے متعلق دریافت کیا، جسے پوری کیے بغیر وہ وفات پا گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «فَاقْضِهِ عَنْهَا» ''تم اس کی طرف سے پوری کر دو۔'' [6]

---

[1] صحيح البخاري، جزاء الصيد، باب من نذر المشي إلى الكعبة، حديث :1865 ، وصحيح مسلم، النذر، باب من نذر أن يمشي إلى الكعبة، حديث : 1642 . [2] صحيح مسلم، النذر، باب في كفارة النذر، حديث :1645 . [3] [صحيح] سنن أبي داود، الأيمان والنذور، باب من رأى عليه كفارة إذا كان في معصية، حديث: 3290، وجامع الترمذي، النذور والأيمان، باب ما جاء عن رسول الله ﷺ: أن لا نذر في معصية، حديث: 1524 . [4] صحيح البخاري، الاعتكاف، باب الاعتكاف ليلًا، حديث :2032 ، وصحيح مسلم، الأيمان، باب نذر الكافر، ومايفعل فيه إذا أسلم، حديث : 1656 . [5] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب إذا أهدى ماله على وجه النذر والتوبة، حديث: 6690، وصحيح مسلم، التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه، حديث :2769 . [6] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب من مات و عليه نذر، حديث :6698، وصحيح مسلم، النذر، باب الأمر بقضاء النذر، حديث :1638 واللفظ له .

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

10

کھانوں کے احکام و مسائل

يَآيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

(البقرة2:168)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام غذائیں

کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں اصلی قاعدہ یہ ہے کہ وہ حلال ہیں: اصل میں سب چیزیں حلال ہیں اور حرام وہی چیزیں ہیں جنھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾

''اے لوگو! تم ان چیزوں میں سے کھاؤ جو زمین میں حلال اور پاکیزہ ہیں۔'' [1]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ○ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾

''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو، اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، بے شک وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (اے نبی!) کہہ دیجیے: جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں، وہ کس نے حرام کی ہیں؟'' [2]

کھانے پینے کی چیزوں میں سے حرام وہی ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں یا نبی ﷺ کی زبانی حرام قرار دیا ہو۔ اور جس چیز کو اللہ نے حرام نہ کیا ہو، اسے حرام قرار دینا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

﴿ قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ○ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾

''کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو، اللہ نے تمھارے لیے جو رزق نازل کیا، پھر تم نے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال ٹھہرا لیا۔ کہہ دیجیے: کیا اللہ نے تمھیں (یہ) حکم دیا ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، روز قیامت کے بارے میں؟'' [3]

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

[1] البقرة 168:2. [2] الأعراف 32,31:7. [3] یونس 60,59:10.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''اور اپنی زبانوں کے جھوٹ بیان کرنے کی وجہ سے مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک وہ لوگ جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ان کے لیے) تھوڑا سا فائدہ ہے اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' [1]

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو چیز اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دی ہے، وہی حلال ہے اور جسے حرام ٹھہرایا ہے، وہ حرام ہے اور جس چیز کی نسبت خاموشی اختیار فرمائی ہے، اس میں آرام و عافیت ہے، پس اللہ کی طرف سے دیے گئے آرام و عافیت کو قبول کرو، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا﴾ [2] ''اور آپ کا رب کبھی بھولنے والا نہیں۔'' [3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا:

«فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ»

''جب میں تمھیں کسی چیز کا حکم دوں، تو جس قدر ہمت ہو کر گزرو اور جب کسی چیز سے روکوں تو اسے چھوڑ دو۔'' [4]

قرآن کریم میں بیان کردہ حرام اشیاء: سورۂ انعام میں ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ﴾

''اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس (حلال جانور) کا گوشت نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو؟ حالانکہ اللہ نے تمھارے لیے ان (سب جانوروں) کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کیے ہیں، مگر جسے تم کھانے پر مجبور ہو جاؤ (تو اس کے کھانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔)'' [5]

حرام غذا کی تفصیل سورۂ مائدہ کی تیسری آیت میں بیان فرمائی گئی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

[1] النحل 16:116، 117. [2] مريم 19:64. [3] [حسن] المستدرك للحاكم: 2/375. [4] صحيح مسلم، الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، حديث: 1337، والنسائي، مناسك الحج، باب وجوب الحج، حديث: 2620. [5] الأنعام 6:119.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۞﴾

”تمھارے لیے حرام کیے گئے ہیں مردہ جانور، خون، سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے سے مرجانے والا، چوٹ لگ کر مرنے والا، اوپر سے گر کر مرجانے والا، کسی کا سینگ لگ کر مرنے والا اور وہ جانور بھی جسے درندے کھا جائیں، سوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو اور وہ جانور جو آستانوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تم فال کے تیروں سے قسمت معلوم کرو، یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔ آج وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تمھارے دین سے ناامید ہوگئے، لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو اور مجھی سے ڈرو، آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا، پس جو شخص بھوک سے بے بس ہوجائے جبکہ وہ گناہ پر مائل ہونے والا نہ ہو، تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ [1]

«اَلْأَزْلَام» کی تفسیر یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے عربوں نے کچھ تیر قرعہ اندازی اور فال گیری کے لیے خاص کر رکھے تھے، بعض تیروں پر لکھ رکھا تھا: «أَمَرَنِي رَبِّي» ”میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے“ کچھ پر لکھا تھا: «نَهَانِي رَبِّي» ”میرے رب نے مجھے منع کیا ہے۔“ اور کچھ تیر بغیر تحریر کے خالی بھی تھے، جب انھیں کوئی سفر درپیش ہوتا یا شادی کرنا چاہتے تو اپنے بت خانے میں آجاتے تھے جہاں یہ تیر رکھے ہوتے تھے۔ پھر وہ ان تیروں سے فال نکالتے تھے، اگر وہ تیر نکلتا جس میں کام کرنے کا اشارہ ہوتا تو وہ کام کر گزرتے تھے اور اگر ممانعت کا تیر نکلتا تو اس کام سے باز رہتے تھے اور اگر خالی تیر نکلتا تو پھر ان تیروں کو بار بار نکالتے تھے حتی کہ کام کا حکم دینے والا تیر یا کام سے روکنے والا تیر نکل آتا۔

سورۂ انعام میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَاۡکُلُوۡا مِمَّا لَمۡ یُذۡکَرِ اسۡمُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ وَاِنَّہٗ لَفِسۡقٌ ؕ﴾

”اور تم اس (جانور) کا گوشت مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو، اور یہ (کھانا) یقیناً نافرمانی ہے۔“ [2]

مزید فرمایا:

﴿قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُہٗۤ اِلَّاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ مَیۡتَۃً اَوۡ دَمًا مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِیۡرٍ فَاِنَّہٗ رِجۡسٌ اَوۡ فِسۡقًا اُہِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ ۚ﴾

”(اے نبی!) کہہ دیجیے: میری طرف جو وحی کی گئی ہے، میں اس میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کسی کھانے والے پر جو اسے کھائے، حرام ہو مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت، کیونکہ وہ ناپاک

[1] المآئدة 5:3. [2] الأنعام 6:121.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یا وہ فسق ہو کہ اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔" [1]

مزید فرمایا گیا ہے: ﴿ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾

"اور جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، تمھارے لیے خشکی کا شکار حرام کیا گیا ہے۔" [2]

اور سورۂ اعراف میں ہے: ﴿ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ "اور وہ ان پر ناپاک چیزیں حرام ٹھہراتا ہے۔" [3]

سنت نبویہ میں حرام ٹھہرائی گئی غذائیں: * ہر وہ درندہ جو کچلیوں والا ہو: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ، فَأَكْلُهُ حَرَامٌ»

"ہر وہ درندہ جو کچلیوں والا ہو، اس کا کھانا حرام ہے۔" [4]

* وہ پرندے جو اپنے پنجوں سے شکار کرتے ہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس درندے سے منع فرمایا ہے جو نیش دار ہو اور ہر اس پرندے سے (بھی) جو اپنے پنجوں سے شکار کرتا ہے۔ [5]

* پالتو گدھے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم پالتو (گھریلو) گدھوں کا گوشت انڈیل دیں، کچا ہو یا پکا ہوا، پھر اس کے بعد آپ نے ہمیں اس کے کھانے کا کوئی حکم نہیں دیا۔ [6]

* گندگی کھانے والا جانور جب تک اس کی مکمل اندرونی صفائی نہ ہو جائے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ جانور (گندگی خور جانور) اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔ [7]

* کتا: اس کی حرمت میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں ہے۔ یہ درندہ بھی ہے اور مردار خور جانور ہے۔ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کھانے سے بھی منع کیا گیا ہے، جیسا کہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ کی کمائی اور کاہن کی شیرینی (کھانے) سے منع فرمایا ہے۔ [8]

یہ ایک مسلمہ شرعی قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز حرام ہو تو اس کی آمدنی اور قیمت بھی حرام ہوتی ہے۔ جیسے کہ

[1] الأنعام 6:145. [2] المآئدة 5:96. [3] الأعراف 7:157. [4] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع و كل ذي مخلب من الطير، حديث: 1933. [5] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع و كل ذي مخلب من الطير، حديث: 1934. [6] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4226، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب تحريم أكل لحم الحمر الإنسية، حديث: 1938. [7] [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب النهي عن أكل الجلالة وألبانها، حديث: 3785، وسنن ابن ماجه، الذبائح، باب النهي عن لحوم الجلالة، حديث: 3189. [8] صحيح البخاري، البيوع، باب ثمن الكلب، حديث: 2237، وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن ومهر البغي والنهي عن بيع السنور، حديث: 1567.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حجر اسود کے پاس بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور ہنس دیے، پھر فرمایا:

«لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ» ثَلَاثًا، «إِنَّ اللهَ تَعَالٰى حَرَّمَ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا، وَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى إِذَا حَرَّمَ عَلٰى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ»

''اللہ یہودیوں پر لعنت کرے۔'' آپ نے یہ جملہ تین بار فرمایا، (پھر فرمایا:) ''بلاشبہ اللہ نے ان پر چربی کو حرام ٹھہرایا تھا، انھوں نے اسے بیچنا اور اس کی قیمت کھانا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے لیے کسی چیز کا کھانا حرام کر دیتا ہے تو اس کی قیمت کو بھی ان پر حرام کر دیتا ہے۔'' [1]

بلی: یہ بھی درندوں کی قبیل سے ہے اور مردار کھاتی ہے، اس کی قیمت کھانا منع ہے۔ ابوزبیر بیان کرتے ہیں: میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے ان (کتے اور بلی کی قیمت لینے) سے منع فرمایا ہے۔ [2]

مذکورہ بالا جانوروں کے علاوہ جن جانوروں کے بارے میں ان کے حرام یا حلال ہونے کے سلسلے میں کوئی نص نہ ہو، نہ ان کے قتل کا حکم ہو، نہ قتل سے منع ثابت ہو تو ایسے جانوروں کے بارے میں ان اہلِ عرب کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو شہروں اور قصبوں کے رہنے والے ہوں، گنوار اور ان پڑھ بدویوں کی طرف نہیں، اس بارے میں ان کے قول و عمل کا اعتبار ہو گا کیونکہ شریعت نے ابتدا میں ان ہی لوگوں سے خطاب کیا ہے اور نبی ﷺ ان ہی میں مبعوث ہوئے ہیں اور قرآن بھی انھی کے مابین اترا ہے۔

جسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہو وہ جانور حلال نہیں: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ: اَلْفَأْرَةُ، وَالْعَقْرَبُ، وَالْحُدَيَّا، وَالْغُرَابُ، وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ»

''پانچ قسم کے جانور (فاسق) موذی اور شریر ہیں، (حتی کہ) انھیں حرم میں بھی ہلاک کر دیا جائے: چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹ کھانے والا کتا۔'' [3]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، البيوع، باب في ثمن الخمر والميتة، حديث: 3488. [2] صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب، وحلوان الكاهن ومهر البغي، والنهي عن بيع السنور، حديث: 1569. [3] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه فإن في أحد جناحيه داءً وفي الآخر شفاءً، وخمس من الدواب فواسق يقتلن في الحرم، حديث: 3314، وصحيح مسلم، الحج، باب مايندب للمحرم وغيره قتله من الدواب في الحلّ والحرم، حديث: 1198.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائبہ رحمہ اللہ فاکہ بن مغیرہ کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حاضر ہوئی: میں نے ان کے ہاں ایک نیزہ دیکھا، عرض کیا: اے ام المؤمنین! آپ اس نیزے کا کیا کرتی ہیں؟ انھوں نے فرمایا: یہ چھپکلیوں کے لیے ہے، اس سے ہم چھپکلیاں مارتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو زمین کے سب جانور اس آگ کو بجھانے کے لیے کوشاں تھے، سوائے چھپکلی (گرگٹ) کے، یہ اس آگ میں پھونکیں مار رہا تھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے۔ [1]

جن جانوروں کو مار دینے سے روکا گیا ہے وہ بھی حلال نہیں: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار قسم کے جانوروں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہد ہد اور صرد۔ [2]

صُرَد ایسا پرندہ ہے جو چڑیا سے بڑا ہوتا ہے اور بقول علامہ ازہری چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سر بڑا، چونچ لمبی، پر لمبے آدھے سفید اور آدھے سیاہ ہوتے ہیں، یہ درختوں میں بسیرا کرتا ہے۔

مجبوری کی حالت میں حرام جانور کا گوشت کھا لینا جائز ہے: اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"پھر جو شخص مجبور ہو جائے جبکہ وہ سرکشی کرنے والا اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔" [3]

مزید فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"پس جو شخص بھوک سے بے بس ہو جائے، جبکہ وہ گناہ پر مائل ہونے والا نہ ہو، تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔" [4]

شکار کے مسائل

کن چیزوں کے ذریعے سے شکار کرنا جائز ہے؟ جو چیز کسی زخمی کرنے والے آلے یا شکاری جانوروں سے شکار کی گئی ہو، وہ حلال ہے، بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

[1] [صحیح] سنن النسائي، مناسك الحج، قتل الوزغ، حديث:2889، ومسند أحمد:6/83. [2] [صحیح] سنن ابن ماجه، الصيد، باب ما ينهى عن قتله، حديث:3224. [3] البقرة 2:173. [4] المآئدة 5:3.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ہم لوگ اہلِ کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا لیا کریں؟ ہمارے علاقے میں شکار بھی وافر ہے، میں اپنے تیر کمان اور بغیر سدھائے ہوئے اور سدھائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں، میرے لیے کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا:

«أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا ، وَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا ، وَمَا صِدْتَ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللهِ فَكُلْ ، وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَأَدْرَكْتَ ذَكَاتَهُ فَكُلْ»

''اہلِ کتاب کا جو تم نے ذکر کیا، اگر تمھیں ان لوگوں کے برتنوں کے علاوہ اور برتن مل جائیں تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ، نہ ملیں تو انھیں دھولو، پھر ان میں کھا لو۔ اور جو تم اپنی کمان سے شکار کرو اور اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو وہ کھا لو اور جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے سے شکار کرو اور اسے اللہ کا نام لے کر چھوڑ و تو وہ شکار کھا لو اور اگر بغیر سدھائے کتے سے شکار کرو اور پھر تم اسے (زندہ) پا لو اور ذبح کر لو تو کھا لو۔'' [1]

بھالے سے شکار کے لیے شرط ہے کہ اس کی دھار جانور کو پھاڑ دے: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھالے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

«إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ»، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ؟ قَالَ: «لَا تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الْآخَرِ»

''جب یہ جانور کو اپنی دھار والی جانب سے لگے تو کھا لو اور اگر عرض کی طرف سے لگے اور چوٹ اسے ہلاک کرے تو اسے نہ کھاؤ کیونکہ یہ چوٹ سے مرنے والا ہوگا۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنا کتا چھوڑتا ہوں، اس پر میں نے اللہ کا نام بھی لیا ہوتا ہے، مگر میں شکار کے پاس پہنچتا ہوں تو اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے اللہ کا نام نہیں لیا ہوتا، اس حالت میں مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ شکار کون سے کتے نے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مت کھاؤ، تم نے اپنے کتے پر اللہ کا نام لیا ہے،

[1] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب صيد القوس، حديث: 5478، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي، حديث: 1930.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کتے پر نہیں لیا۔" [1]

جب سدھائے ہوئے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا بھی شریک ہو جائے تو ان کا شکار حلال نہیں ہوگا: اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث میں بیان ہو چکی ہے۔ درج ذیل حدیث میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔

اگر سدھائے ہوئے کتے نے شکار میں سے کچھ کھا لیا تو وہ حلال نہیں: کیونکہ یہ اس نے اپنے لیے پکڑا ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ کتوں کے ذریعے شکار کرتے ہیں۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا:

"جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے چھوڑو اور اللہ کا نام بھی لو تو اسے کھالو جو وہ تمھارے لیے پکڑیں، چاہے وہ مر بھی گیا ہو، لیکن اگر کتے نے اس میں سے کچھ کھا لیا ہو تو مجھے اندیشہ ہے کہ وہ اس نے اپنے لیے پکڑا ہوگا اور اگر تمھارے کتوں کے ساتھ دوسرے کتے بھی مل گئے ہوں تو مت کھاؤ۔" [2]

ایسا شکار جو کئی دن کے بعد ملے: نشانہ لگنے کے بعد اگر شکار مردہ حالت میں ملے، چاہے کئی دن کے بعد ملے وہ حلال ہے، بشرطیکہ پانی میں گرا ہوا نہ ملے اور جب تک کہ وہ بدبودار نہ ہو جائے۔ یا یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کسی اور کے تیر سے مرا ہوگا۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ وَسَمَّيْتَ فَأَمْسَكَ وَقَتَلَ فَكُلْ، وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلٰى نَفْسِهِ، وَإِذَا خَالَطَ كِلَابًا لَّمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهَا فَأَمْسَكْنَ فَقَتَلْنَ فَلَا تَأْكُلْ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهَا قَتَلَ، وَإِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ، وَإِنْ وَّقَعَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ»

"جب تم اپنا کتا چھوڑو اور اللہ کا نام لو اور وہ (تمھارے لیے) روکے رہے، چاہے وہ اسے مار بھی ڈالے، تب بھی اسے کھالو۔ اور اگر کتا اس میں سے کچھ کھالے تو پھر مت کھاؤ کہ وہ اس نے اپنے لیے روکا ہے۔ اور جب تیرا کتا دوسرے کتوں کے ساتھ مل جائے، جن پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، چاہے وہ اسے روکے بھی رکھیں اور مار ڈالیں تو مت کھاؤ کیونکہ تمھیں معلوم نہیں کہ کس نے مارا ہے۔ اور اگر تم شکار کو نشانہ بناؤ اور

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب تفسير المشبهات، حديث: 2054، وصحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمي، حديث: 1929. [2] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب إذا أكل الكلب، وقوله تعالى: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ﴾، حديث: 5483، وصحيح مسلم، الصيد، والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلّمة والرمي، حديث: 1929.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر اسے ایک یا دو دن کے بعد پاؤ اور اس میں تمہارے تیر کے علاوہ کسی اور کا نشان نہ ہو تو کھا لو اور اگر وہ پانی میں گرا ہوا ہو تو مت کھاؤ۔'' [1]

جانور ذبح کرنے کے مسائل

ذبح کی تعریف: اس سے مراد ہے: خون بہانا اور ان رگوں کو کاٹنا جو حلق کے دونوں طرف ہوتی ہیں۔

کس چیز سے ذبح کرنا صحیح ہے؟ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری کل دشمن سے مڈبھیڑ ہونے والی ہے مگر ہمارے پاس چھریاں موجود نہیں، آپ نے فرمایا:

«اَعْجَلْ أَوْ أَرِنِي مَا أَنْهَرَ الدَّمَ، وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ، لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ، وَسَأُحَدِّثُكَ، أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ، وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشِ» قَالَ: وَأَصَبْنَا نَهْبَ إِبِلٍ وَّغَنَمٍ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ، فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ، فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِّنْهَا شَيْءٌ، فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا».

''جلدی کرو یا تیزی سے کاٹ لو، جو خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو وہ کھاؤ مگر دانت یا ناخن نہ ہو۔ میں تجھے بتاتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔'' فرماتے ہیں کہ پھر ہمیں غنیمت میں اونٹ اور بکریاں ملیں، ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا، ایک آدمی نے تیر مارا، تو اسے روک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان اونٹوں میں کچھ بدک کر بھاگنے والے بھی ہوتے ہیں، جیسے کہ وحشی ہوں، چنانچہ جب کوئی ان میں سے تم پر غالب آ جائے تو اس کے ساتھ اسی طرح کیا کرو۔'' [2]

حدیث میں مذکور لفظ «أرني» کے معنی ہیں: غیر منقطع طور پر مسلسل تیزی سے کاٹو مطلق نہ رکو۔ اور یہ «رَنَوْتُ النَّظَرَ إِلَى الشَّيْءِ» ''میں نے ایک چیز کو متواتر ٹکٹکی باندھ کر دیکھا'' سے ہے یا یہ مفہوم ہے کہ دیکھو ذبح کرتے ہوئے چھری حلقوم سے ادھر ادھر نہ ہونے پائے۔ اور یہ کلمہ إرن بروزن إرم ہوگا۔

---

[1] صحیح البخاري، الذبائح والصید، باب الصید إذا غاب عنه یومین أو ثلاثة، حدیث: 5484، وصحیح مسلم، الصید والذبائح باب الصید بالکلاب المعلمة والرمي، حدیث: 1929. [2] صحیح البخاري، الذبائح والصید، باب إذا أصاب قوم غنیمة فذبح بعضهم غنما أو إبلا بغیر أمر أصحابه لم تؤکل……، حدیث: 5543، وصحیح مسلم، الأضاحي، باب جواز الذبح بکل ما أنهر الدم إلا السن وسائر العظام، حدیث: 1968 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے قابو جانور کو ذبح کرنا دشوار ہو تو اسے تیز نیزہ یا چھرا گھونپا جا سکتا ہے۔ اس کی دلیل رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔

جانور کو تکلیف دینا حرام ہے: شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی دو ہدایات اچھی طرح یاد ہیں، آپ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ»

''اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان، یعنی حسن سلوک واجب ٹھہرایا ہے، پس جب تم قتل کرو تو عمدہ طریقے سے قتل کرو، جب ذبح کرو تو عمدہ طریقے ہی سے ذبح کرو، ذبح کرنے والے کو اپنی چھری اچھی طرح تیز کر لینی چاہیے اور اپنے ذبیحے کو راحت پہنچانی چاہیے۔'' [1]

''جانور کو راحت دینا'' یہی ہے کہ چھری خوب تیز ہو اور پوری تیزی سے چلائی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ چھری جانور کے سامنے تیز نہ کی جائے، ایک جانور کو دوسرے کے سامنے ذبح نہ کیا جائے، نہ اسے مذبح کی طرف گھسیٹا جائے۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے: ابوطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے کوئی خاص بات بھی ارشاد فرمائی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے ہمیں عام لوگوں سے ہٹ کر کوئی خاص بات خصوصیت سے نہیں فرمائی، سوائے اس کے جو میری تلوار کی میان میں ہے، پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا، اس میں لکھا تھا:

«لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْأَرْضِ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ، وَلَعَنَ اللهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا»

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس پر جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، اللہ کی لعنت ہے اس پر جو زمینوں کے نشانات چوری کرے، اللہ کی لعنت ہے اس پر جو اپنے باپ کو لعنت کرے اور اللہ کی لعنت ہے اس پر جو کسی بدعتی کو جگہ دے۔'' [2]

جانور کے پیٹ کے بچے کا ذبح ہونا اس کی ماں کے ذبح ہونے میں شامل ہے: یعنی کسی ذبح کی گئی مادہ کے

---

[1] صحيح مسلم، الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، وتحديد الشفرة، حديث: 1955. [2] صحيح مسلم، الأضاحي، باب تحريم الذبح لغير الله تعالٰى ولعن فاعله، حديث: 1978.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیٹ سے بچہ برآمد ہو جبکہ اس میں روح نہیں پڑی تھی، یا ماں کے ذبح ہونے پر بچے کی روح بھی نکل گئی تو وہ حلال ہے۔

مسند کی روایت میں ہے، ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اونٹنی، گائے یا بکری ذبح کرتے ہیں اور اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں، تو کیا اسے پھینک دیں یا کھالیں؟ آپ نے فرمایا:

«كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ. فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ»

''اگر چاہو تو کھالو، اس کا ذبح ہونا اس کی ماں کے ذبح ہونے میں (شامل) ہے۔'' [1]

زندہ جانور سے کاٹا گیا گوشت مردار ہے: ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَا قُطِعَ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ»

''جانور سے کاٹا گیا گوشت جبکہ وہ زندہ ہو، مردار ہے۔'' [2]

مرداروں میں سے مچھلی، ٹڈی اور خون میں سے کلیجی اور تلی حلال ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ. فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحُوتُ وَالْجَرَادُ. وَأَمَّا الدَّمَانِ، فَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ»

''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں: دو مردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی۔'' [3]

شراب اور دیگر مشروبات سے متعلقہ مسائل

ہر نشہ آور چیز خمر اور حرام ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ»

''ہر نشہ آور چیز خمر ہے (شراب کے حکم میں داخل ہے) اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔'' [4]

[1] [صحیح] سنن أبي داود، الضحايا، باب ما جاء في ذكاة الجنين، حديث: 2827، وجامع الترمذي، الصيد، باب ماجاء في ذكاة الجنين، حديث: 1476، وسنن ابن ماجه، الذبائح، باب ذكاة الجنين ذكاة أمه، حديث: 3199. [2] [حسن] سنن أبي داود، الضحايا، باب إذا قطع من الصيد قطعة، حديث: 2858، وجامع الترمذي، الصيد، باب ما جاء ما قطع من الحي فهو ميت، حديث: 1480. [3] [صحيح] سنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الكبد والطحال، حديث: 3314، ومسند أحمد: 2/97، والسنن الكبرى للبيهقي: 2/257. [4] صحيح مسلم، الأشربة، باب بيان أن كل مسكر خمر وأن كل خمر حرام، حديث: 2003.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو، اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

«كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ، وَمَا أَسْكَرَ مِنْهُ الْفَرْقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ مِنْهُ حَرَامٌ»

''ہر نشہ آور شے حرام ہے اور جس کا ایک فرق (پیمانہ) نشہ طاری کر دے، اس کا ایک چلو بھی حرام ہے۔'' [1]

فَرَق، ر، کے سکون اور فتحہ کے ساتھ، چیزیں بھرنے کا ایک مخصوص برتن اور پیمانہ ہے، تین صاع، تقریباً 6.5 (ساڑھے چھ) کلو کے برابر ہوتا ہے۔

نبیذ بنانے کے لیے ہر قسم کے برتن استعمال ہو سکتے ہیں: بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فِي ظُرُوفِ الْأَدَمِ، فَاشْرَبُوا فِي كُلِّ وِعَاءٍ غَيْرَ أَنْ لَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا»

''میں نے تمھیں چمڑے کے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا، اب تم ہر قسم کے برتنوں میں پی سکتے ہو، لیکن نشہ آور چیزیں مت پیو۔'' [2]

نبیذ بنانے کے لیے دو مختلف اجناس باہم نہ ملائی جائیں: جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشمش اور خشک کھجور کو ملا کر یا تازہ کھجور (جو بالکل پک کر تیار ہو چکی ہو) اور نیم پکی کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے۔ [3]

شراب کو سرکے میں تبدیل کرنا حرام ہے: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا شراب کو سرکہ بنا لیا جائے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' [4]

پھلوں کا رس اور نبیذ جھاگ اٹھنے سے پہلے پی لینی چاہیے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کا شربت (خیساندہ) بنایا جاتا تھا، تو آپ پہلے دن، پھر اگلے دن، پھر اس سے اگلے روز، یعنی

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الأشربة، باب ما جاء في السكر، حديث: 3687، وجامع الترمذي، الأشربة، باب ما أسكر كثيره فقليله حرام، حديث: 1886. [2] صحيح مسلم، الأشربة، باب النهي عن الانتباذ في المزفت والدباء والحنتم والنقير، وبيان أنه منسوخ، وأنه اليوم حلال، مالم يصر مسكرا، حديث: 977 قبل الحديث: 2000. [3] صحيح البخاري، الأشربة، باب من رأى أن لا يخلط البسر والتمر إذا كان مسكرا وأن لا يجعل إدامين في إدام، حديث: 5601، وصحيح مسلم، الأشربة، باب كراهة انتباذ التمر والزبيب مخلوطين، حديث: 1986. [4] صحيح مسلم، الأشربة، باب تحريم تخليل الخمر، حديث: 1983.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرے دن کی شام تک نوش فرماتے تھے، پھر اس کے بارے میں حکم دیتے کہ یا تو پی لیا جائے یا گرا دیا جائے۔ [1]

پینے کے آداب: (1) برتن میں سانس نہ لیا جائے: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ»

”جب تم میں سے کوئی (پانی، دودھ یا کوئی اور مشروب) پیے تو برتن میں سانس نہ لے۔“ [2]

(2) دائیں ہاتھ سے پیا جائے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ»

”جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے، بلاشبہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ ہی سے پیتا ہے۔“ [3]

(3) بیٹھ کر پینا چاہیے: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ [4]

یہ حدیث، ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے خلاف نہیں ہے، جس میں وہ بتاتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پیش کیا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔“ [5]

کیونکہ ان احادیث کو جمع کر لینا ممکن ہے کہ کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت تنزیہی ہے، یعنی ناپسندیدہ ہے (حرام نہیں ہے۔) واللہ أعلم.

(4) مجلس میں مشروب دائیں طرف سے پلایا جائے: انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ لایا گیا، جس میں پانی کی آمیزش کر کے کچی لسی بنائی گئی تھی، آپ کی دائیں جانب ایک دیہی (اعرابی) شخص بیٹھا تھا اور بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے تو پہلے آپ نے پیا، پھر اس اعرابی کو دے دیا اور فرمایا:

«اَلْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ» ”دائیں طرف کو، پھر دائیں طرف کو، یعنی دائیں طرف کے افراد کو دیتے جاؤ۔“ [6]

---

[1] صحيح مسلم، الأشربة، باب إباحة النبيذ الذي لم يشتد ولم يصر مسكرا، حديث: 2004. [2] صحيح البخاري، الأشربة، باب النهي عن التنفس في الإناء، حديث: 5630، وصحيح مسلم، الأشربة، باب كراهة التنفس في نفس الإناء واستحباب التنفس ثلاثا، خارج الإناء، حديث: 267 بعد الحديث: 2027. [3] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2020. [4] صحيح مسلم، الأشربة، باب في الشّرب قائما، حديث: 2025. [5] صحيح البخاري، الأشربة، باب الشرب قائما، حديث: 5617، وصحيح مسلم، الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائما، حديث: 2027. [6] صحيح البخاري، الأشربة، باب الأيمن فالأيمن في الشرب، حديث: 5619، وصحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب إدارة الماء واللبن ونحوهما على يمين المبتدئ، حديث: 2029.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

5 مجلس کو پلانے والا سب سے آخر میں پیے: ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث مروی ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا» ”قوم کو پلانے والا آخر میں پیتا ہے۔“ [1]

6 مشکیزے کے منہ سے براہ راست پانی پینا ناپسندیدہ حرکت ہے: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مشکیزے کا منہ الٹ کر براہ راست پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔ [2]

* اگر گھی وغیرہ میں چوہا گر کر مر جائے تو اسے نکال کر پھینک دو اور گھی استعمال میں لاؤ (گھی خواہ مائع ہو یا جامد۔)

ابن عباس رضی اللہ عنہما (اپنی خالہ) ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا: گھی میں چوہا گر گیا ہے (اب کیا کیا جائے؟) آپ نے فرمایا:

«أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ» ”اسے اور اس کے اردگرد کے گھی کو نکال پھینکو، بقیہ کھا لو۔“ [3]

سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے: حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

www.KitaboSunnat.com

«لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيبَاجَ، وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ»

”ریشم باریک ہو یا گاڑھا، مت پہنو، نہ سونے چاندی کے برتنوں میں پیو، نہ ان کے پیالوں میں کھاؤ، بلاشبہ یہ کفار کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں۔“ [4]

آدابِ ضیافت

استطاعت رکھنے والے مسلمان پر واجب ہے کہ آنے والے مہمان کا اکرام کرے اور اس کی ضیافت کرے۔ مہمانی کی حد تین دن تک ہے، جو اس سے زیادہ ہو، وہ صدقہ ہے، مہمان کو زیبا نہیں کہ اپنے میزبان ہی کے پاس

---

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 681. [2] صحيح البخاري، الأشربة، باب اختناث الأسقية، حديث: 5625، وصحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2023. [3] صحيح البخاري، الذبائح والصيد، باب إذا وقعت الفأرة في السمن الجامد أو الذائب، حديث: 5540. [4] صحيح البخاري، الأطعمة، باب الأكل في إناء مُفَضَّضٍ، حديث: 5426، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة على الرجال والنساء......، حديث: 2067.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑاؤ ڈال کر بیٹھ جائے یہاں تک کہ اسے حرج و مشقت میں ڈال دے۔ ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا جب رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ» قَالَ: وَمَا جَائِزَتُهُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ! فَقَالَ: «يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ: ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَمَا كَانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ»

”جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے بالخصوص جائزہ کے دورانیے میں۔“ صحابہ سے پوچھا گیا کہ اس کا جائزہ کیا ہے؟ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ”اس کے ایک دن اور ایک رات کی خصوصی مہمانی اور مہمانداری تین دن تک ہے، اور جو اس سے زیادہ ہو تو وہ اس پر صدقہ ہے۔“ [1]

اگر وسعت والا حق ضیافت ادا نہ کرے، تو مہمان اپنی مہمانی کے بقدر اس کا مال لے سکتا ہے: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں روانہ فرماتے ہیں اور ہم کسی قوم کے پاس پڑاؤ کرتے ہیں، مگر اس قوم کے لوگ ہماری کوئی مہمانداری نہیں کرتے، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

«إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلُوا فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ»

”جب تم کسی قوم کے پاس پڑاؤ کرو اور وہ اس چیز کو پیش کر دیں جو مہمان کے لائق ہے تو اسے قبول کر لو اور اگر ایسا نہ کریں، تو ان (کے مال میں) سے حق ضیافت جو ان کی استطاعت کے لائق ہو، لے لو۔“ [2]

کسی کا کھانا اس کی اجازت کے بغیر کھا لینا حرام ہے: سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ ”اور تم اپنے مال آپس میں ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔“ [3]

بلا اجازت کسی کا جانور دوہ لینا جائز نہیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَّاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهُ، فَتُكْسَرَ

---

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب من كان يؤمن بالله و اليوم الآخر......، حديث: 6019، وصحيح مسلم، اللقطة، باب الضيافة ونحوها، حديث: 48 قبل الحديث: 1727. [2] صحيح البخاري، الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه......، حديث: 6137، وصحيح مسلم، اللقطة، باب الضيافة ونحوها، حديث: 1727. [3] البقرة 2:188.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ، فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَّاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

”کوئی شخص کسی دوسرے کا جانور اس کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کی کوٹھڑی میں گھسا جائے اور اس کا ذخیرہ خانہ توڑ کر اس کا طعام لے جایا جائے، ان کے جانور بھی اپنے تھنوں میں ان کے طعام کا ذخیرہ رکھتے ہیں، پس کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے جانور کا دودھ نہ نکالے، تاہم اس کی اجازت سے (نکال سکتا ہے۔)“ [1]

شرعی ضرورت کی صورت میں صاحب مال کے نہ ہونے پر اس کا مال بغیر اجازت کھا لینے کی اجازت:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَتَيْتَ عَلٰى رَاعٍ، فَنَادِهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ. فَإِنْ أَجَابَكَ، وَإِلَّا فَاشْرَبْ فِي غَيْرِ أَنْ تُفْسِدَ. وَإِذَا أَتَيْتَ عَلٰى حَائِطِ بُسْتَانٍ، فَنَادِ صَاحِبَ الْبُسْتَانِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. فَإِنْ أَجَابَكَ، وَإِلَّا فَكُلْ فِي أَنْ لَّا تُفْسِدَ»

”جب تم کسی چرواہے کے پاس پہنچو تو اسے تین بار آواز دو، اگر وہ جواب دے تو بہتر ہے ورنہ تم پی لو مگر فساد نہ کرو اور جب تم کسی باغ کے احاطے میں پہنچو تو باغ والے کو تین مرتبہ آواز دو، اگر وہ جواب دے تو بہتر ورنہ تم کھا لو اور فساد نہ کرو۔“ [2]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ، وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً»

”جو شخص کسی باغ میں داخل ہو تو اس میں سے کچھ کھا لے، اپنے پلو میں کوئی چیز باندھے، نہ چھپائے۔“ [3]

کھانے کے آداب

کھانا شروع کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا:

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، اللقطة، باب لا تحتلب ماشية أحد بغير إذنه، حديث:2435، وصحيح مسلم، اللقطة، باب تحريم حلب الماشية بغير إذن مالكها، حديث:1726 واللفظ له. [2] [صحيح] جامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في الرخصة في أكل الثمرة للمار بها، حديث: 1287، وسنن ابن ماجه، التجارات، باب من مر على ماشية قوم أو حائط، هل يصيب منه؟ حديث: 2300 واللفظ له. [3] جامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في الرخصة في أكل الثمره للمار بها، حديث: 1287 اور کہا «حديث غريب»، و سنن ابن ماجه، التجارات، باب من مر على ماشية أو حائط، هل يصيب منه؟ حديث:2301.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللهِ، فَإِنْ نَسِيَ فِي أَوَّلِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللهِ فِي أَوَّلِهِ وَآخِرِهِ»

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھے، اگر ابتدا میں بھول جائے تو یوں کہہ لے کہ اللہ کے نام سے اس کھانے کی ابتدا کرتا ہوں اور انتہا بھی۔'' [1]

دائیں ہاتھ سے کھانا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ»

''جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے، بلاشبہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہی سے پیتا ہے۔'' [2]

برتن کے اطراف سے کھانا چاہیے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ وَسَطَ الطَّعَامِ فَكُلُوا مِنْ حَافَتَيْهِ وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ وَسَطِهِ»

''برکت کھانے کے بیچ میں اترتی ہے، اس لیے اس کے اطراف سے کھاؤ، درمیان سے نہ کھاؤ۔'' [3]

اپنے سامنے سے کھانا: عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ابھی چھوٹا لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں تھا (ایک بار کھانے کی مجلس میں) میرا ہاتھ پیالے میں گھوم رہا تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا:

«يَاغُلَامُ! سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ»، فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ»

''اے لڑکے! اللہ کا نام لو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔'' چنانچہ میں بعد میں ہمیشہ اسی انداز سے کھاتا رہا۔'' [4]

کھانے کے بعد انگلیاں اور پیالے کو چاٹ لینا: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانا

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب التسمية على الطعام، حديث: 3767، وجامع الترمذي، الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام، حديث: 1858 واللفظ له . [2] صحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2020. [3] [صحيح] جامع الترمذي، الأطعمة، باب ما جاء في كراهية الأكل من وسط الطعام، حديث: 1805، وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب النهي عن الأكل من ذروة الثريد، حديث: 3277. [4] صحيح البخاري، الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، حديث: 5376، وصحيح مسلم، الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما، حديث: 2022.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھا لیتے تو اپنی تینوں انگلیاں چاٹ لیتے تھے۔ اور فرماتے تھے:

«إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذٰى، وَلْيَأْكُلْهَا، وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ» وَأَمَرَنَا أَنْ نَّسْلُتَ الْقَصْعَةَ، قَالَ: «فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ فِي أَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ»

''اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو چاہیے کہ اس سے تکلیف دہ چیزیں دور کر کے اسے کھا لے، اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے۔'' آپ نے ہمیں حکم دیا کہ پیالے کو خوب اچھی طرح پونچھ لیا کرو اور فرماتے تھے: ''تمھیں کیا معلوم کہ تمھارے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔'' [1]

کھانا کھانے کے بعد دعا کرنا: ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کا دسترخوان اٹھا لیا جاتا تھا تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے:

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ، غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا»

''تمام تعریفیں اللہ کی، بہت زیادہ، پاکیزہ اور برکت والی (اس میں اور اضافہ ہو) اس حال میں کہ اس سے کفایت نہیں کی جاتی اور نہ یہ چھوڑ دیے جانے کے لائق ہے اور نہ اس سے بے پروائی کی جا سکتی ہے، اے ہمارے رب!'' [2]

معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَكَلَ طَعَامًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّي وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے کوئی کھانا کھایا اور پھر یوں کہا: تعریف اس اللہ کی جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے میری کسی محنت و مشقت کے بغیر ہی یہ عنایت فرمایا۔ تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔'' [3]

کھانے کے لیے ٹھیک طرح بیٹھے، ٹیک لگا کر نہ کھائے: ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے ایک شخص سے جو آپ کے پاس بیٹھا تھا، فرمایا:

«لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَّكِئٌ» ''میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔'' [4]

[1] صحيح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع والقصعة، وأكل اللقمة الساقطة بعد مسح ما يصيبها من أذى......، حديث: 2034. [2] صحيح البخاري، الأطعمة، باب مايقول إذا فرغ من طعامه، حديث: 5458 [3] جامع الترمذي، الدعوات، باب مايقول إذافرغ من الطعام، حديث: 3458. [4] صحيح البخاري، الأطعمة، باب الأكل متكئًا، حديث: 5399.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قربانی کے مسائل

قربانی کی تعریف: جو چوپایہ جانور دس ذوالحجہ اور تشریق کے دنوں میں اللہ کی رضا کے لیے ذبح کیا جائے، وہ ''اضحیہ'' (قربانی) کہلاتا ہے۔

قربانی مشروع ہے: عطاء بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں قربانیاں کس طرح ہوتی تھیں؟ انھوں نے بتایا کہ آدمی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری ذبح کیا کرتا تھا، چنانچہ وہ خود کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے، حتی کہ یہ نوبت آ گئی کہ لوگوں نے اس کو فخر کے اظہار کا ذریعہ بنا لیا اور حالت یہ ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو۔[1]

قربانی کا شرعی حکم: قربانی ہر صاحبِ استطاعت پر واجب ہے۔ سیدنا مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات میں وقوف کیے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلٰى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَّعَتِيرَةً، أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ؟ هٰذِهِ الَّتِي يَقُولُ النَّاسُ الرَّجَبِيَّةُ»

''لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی ہے اور عتیرہ بھی، جانتے ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟ یہی جسے لوگ رجبی کہتے ہیں۔''[2]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا»

''جسے وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے، تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔''[3]

قربانی کا وقت کب تک ہے؟ قربانی کا وقت دس ذوالحجہ کو نماز عید کے بعد سے لے کر ایام تشریق کے آخر تک ہے۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی والے دن فرمایا:

---

[1] [صحيح] جامع الترمذي، الأضاحي، باب ما جاء أن الشاة الواحدة ......، حديث: 1505، وسنن ابن ماجه، الأضاحي، باب من ضحى بشاة عن أهله، حديث: 3147. [2] [حسن] سنن أبي داود، الضحايا، باب ما جاء في إيجاب الأضاحي، حديث: 2788، ومسند أحمد: 4/215 رجبی سے مراد وہ جانور ہے جسے لوگ رجب کے مہینے میں ذبح کرتے تھے، اس کا حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ [3] [حسن] سنن ابن ماجه، الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا؟ حديث: 3123، ومسند أحمد: 2/321.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ» ''جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی ہو، وہ دوبارہ کرے۔'' [1]

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«كُلُّ عَرَفَاتٍ مَّوْقِفٌ وَّارْفَعُوا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَكُلُّ مُزْدَلِفَةَ مَوْقِفٌ وَّارْفَعُوا عَنْ مُّحَسِّرٍ، وَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ، وَفِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذِبْحٌ»

''عرفات سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے، وادیٔ عرنہ سے اٹھ آؤ اور عرفات میں وقوف کرو اور وادیٔ مزدلفہ سب ہی وقوف کی جگہ ہے اور محسر سے اُٹھ آؤ اور منیٰ کے سب رستے قربان گاہ ہیں اور تشریق کے سب دنوں میں قربانی ہو سکتی ہے۔'' [2]

بکری ایک آدمی کی طرف سے اور اونٹنی دس افراد کی طرف سے اور گائے سات افراد کی طرف سے کافی ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے کہ قربانی کا وقت آیا تو ہم اونٹ میں دس آدمی شریک ہوئے اور گائے میں سات۔[3] البتہ ہدی کے اونٹ اور گائے میں سات سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال قربانیاں کیں، اونٹنی سات افراد کی طرف سے اور گائے بھی سات افراد کی طرف سے۔[4]

قربانی دو دانتوں والی (مسنہ) بکری کی دی جائے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے قربانی نماز سے پہلے ہی ذبح کر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

«شَاتُكَ شَاةُ لَحْمٍ»، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ! إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِّنَ الْمَعْزِ، قَالَ: «اِذْبَحْهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ»، ثُمَّ قَالَ: «مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ»

''تمھاری یہ بکری گوشت کے لیے ہوئی۔'' انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک گھریلو پالتو بکری ہے جو سال بھر کی ہے، آپ نے فرمایا: ''اسے ہی ذبح کر دے، مگر کسی اور کے لیے یہ جائز نہ ہوگی۔''

[1] صحيح البخاري، الأضاحي، باب ما يشتهى من اللحم يوم النحر، حديث: 5549، وصحيح مسلم، الأضاحي، باب وقتها، حديث: 1962. [2] [صحيح] مسند أحمد: 82/4، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 295/9، وصحيح ابن حبان (ابن بلبان)، حديث: 3854. [3] جامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في الاشتراك في البدنة والبقرة، حديث: 905. [4] صحيح مسلم، الحج، باب جواز الاشتراك في الهدي وإجزاء البدنة والبقرة كل واحدة منهما عن سبعة، حديث: 1318، وسنن أبي داود، الضحايا، باب البقر والجزور عن كم تجزئ؟ حديث: 2809.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر آپ نے فرمایا: ”جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا، اس نے اپنے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس کی قربانی مکمل ہوئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے پر عمل کیا۔“ [1]

قربانی کا جانور کانا، بیمار، لنگڑا یا انتہائی لاغر نہیں ہونا چاہیے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما، رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

«لَا يُضَحّٰى بِالْعَرْجَاءِ بَيِّنٌ ظَلْعُهَا، وَلَا بِالْعَوْرَاءِ بَيِّنٌ عَوَرُهَا، وَلَا بِالْمَرِيضَةِ بَيِّنٌ مَّرَضُهَا، وَلَا بِالْعَجْفَاءِ الَّتِي لَا تُنْقِي»

”لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو، قربان نہ کیا جائے، نہ اندھا جس کا اندھا پن نمایاں ہو، نہ بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو، نہ لاغر ہو کہ اس کی ہڈیوں میں مخ ہی نہ ہو۔“ [2]

قربانی کا گوشت صدقہ بھی کرے، خود بھی کھائے اور ذخیرہ بھی کر لے تو کوئی قدغن نہیں: عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا ہے۔ عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات عمرہ سے کی، انھوں نے کہا: ٹھیک ہے، میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا، فرماتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک بار قربانی کے موقع پر دیہاتی لوگ زیادہ تعداد میں آ گئے، آپ نے فرمایا:

«اِدَّخِرُوا ثَلَاثًا، ثُمَّ تَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ» فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُونَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَيَجْمُلُونَ مِنْهَا الْوَدَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «وَمَا ذَاكَ؟» قَالُوا: نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ. فَقَالَ: «[إِنَّمَا] نَهَيْتُكُمْ مِّنْ أَجْلِ الدَّافَّةِ الَّتِي دَفَّتْ، فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا»

”تین دن تک کے لیے رکھ لو اور باقی کو صدقہ کر دو۔“ پھر جب اس کے بعد قربانی کا موقع آیا تو لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ اپنی قربانیوں کی کھالوں سے مشکیزے بنا لیتے ہیں اور چربی پگھلا لیتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”مسئلہ کیا ہے؟“ انھوں نے کہا کہ آپ نے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد کھانے

[1] صحيح البخاري، الأضاحي، باب قول النبي ﷺ لأبي بردة: (ضحّ بالجذع من المعز، ولن تجزي عن أحد بعدك)، حديث: 5556، وصحيح مسلم، الأضاحي، باب وقتها، حديث: 1961. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الضحايا، باب مايكره من الضحايا، حديث: 2802، وجامع الترمذي، الأضاحي، باب مالا يجوز من الأضاحي، حديث: 1497 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے منع فرمایا تھا، آپ نے کہا: ''وہ تو میں نے اس ہجوم کی وجہ سے کہا تھا جو غریب لوگ کثرت سے آ گئے تھے۔ (قربانی کا گوشت) کھاؤ، ذخیرہ کر لو اور صدقہ بھی کرو۔''[1]

عیدگاہ میں قربانی کرنا افضل ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قربانی عیدگاہ میں ذبح یا نحر کیا کرتے تھے۔[2]

جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اسے یہ حکم ہے کہ عشرۂ ذوالحجہ کے دنوں میں اپنے بال اور ناخن نہ تراشے جب تک کہ قربانی نہ کر لے: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم ذوالحج کا چاند دیکھ لو اور پھر جس کا ارادہ ہو کہ وہ قربانی کرے گا تو وہ اپنے بال اور ناخن تراشنے سے باز رہے۔''[3]

قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت میں سے نہ دی جائے: علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی قربانی کی اونٹنیوں کی نگرانی کروں، ان کا گوشت، کھالیں اور جھول مسکینوں میں تقسیم کر دوں اور اس کام کی مزدوری میں ان میں سے کچھ نہ دوں۔''[4]

بھیڑ بکری کو اس کے بائیں پہلو پر لٹا کر ذبح کرنا اور قبولیت کی دعا کرنا مستحب ہے: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا مینڈھا لانے کا حکم دیا جو سینگوں والا ہو، اس کے کھر (پاؤں) سیاہ ہوں، بیٹھتا سیاہی میں ہو (پیٹ سیاہ ہو) دیکھتا سیاہی میں ہو (آنکھیں سیاہ ہوں)، چنانچہ وہ لایا گیا کہ آپ اس کی قربانی کریں۔ آپ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: «هَلُمِّي الْمُدْيَةَ» ''چھری لاؤ۔''

پھر فرمایا: «اِشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ» ''اسے پتھر پر تیز کر دو۔''

چنانچہ انھوں نے ایسے ہی کیا، پھر آپ نے چھری لی، مینڈھے کو پکڑا، اسے لٹایا اور ذبح کے لیے تیار ہوئے اور کہا: ''اللہ کے نام کے ساتھ (میں ذبح کرتا ہوں)، اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے قبول فرما۔'' اور پھر قربان کر دیا۔[5]

[1] صحیح مسلم، الأضاحي، باب بیان ما کان من النهي عن أکل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في أول الإسلام وبیان نسخه و إباحته إلی متی شاء، حدیث: 1971. [2] صحیح البخاري، الأضاحي، باب الأضحی والنحر بالمصلّی، حدیث: 5552. [3] صحیح مسلم، الأضاحي، باب نهي من دخل علیه عشر ذي الحجة، وهو یرید التضحیة، أن یأخذ من شعره وأظفاره شیئا، حدیث: 1977. [4] صحیح البخاري، الحج، باب یتصدق بجلود الهدي، حدیث: 1717، وصحیح مسلم، الحج، باب الصدقة بلحوم الهدایا وجلودها وجلالها وأن لا یعطی الجزار منها شیئا......، حدیث: 1317. [5] صحیح مسلم، »

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقیقے کے مسائل

تعریف: عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو نومولود کی ولادت پر ذبح کیا جاتا ہے۔

عقیقہ کرنا مستحب ہے: جناب سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

«مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا، وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذٰى»

”بچے کے ساتھ عقیقہ لازم ہے، اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے بال وغیرہ دور کرو۔“ [1]

لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ: لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنی چاہیے۔ یوسف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ہم حفصہ بنت عبدالرحمٰن کے ہاں گئے اور ان سے عقیقے کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلے میں یہ بات بتائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔ [2]

عقیقے کا وقت اور نام رکھنے اور سر منڈانے کا مناسب موقع: سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ» وَيُسَمّٰى، وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ»

”لڑکا اپنے عقیقے کے ساتھ گروی ہوتا ہے، ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور سر صاف کیا جائے۔“ [3]

سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کیا جائے: جناب ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب

» الأضاحي، باب استحباب استحسان الضحية، وذبحها مباشرة بلا توكيل، والتسمية والتكبير، حديث: 1967، وسنن أبي داود، الضحايا، باب ما يستحب من الضحايا، حديث: 2792. [1] صحيح البخاري، العقيقة، باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة، حديث: 5472. بعض محققین نے اسے واجب قرار دیا ہے، درج بالا حدیث سے بھی اس کا واجب ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ [2] [صحيح] جامع الترمذي، الأضاحي، باب ماجاء في العقيقة، حديث: 1513. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الضحايا، باب في العقيقة، حديث: 2838، وجامع الترمذي، الأضاحي، باب من العقيقة، حديث: 1522 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو فاطمۃ الزہراء نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنے اس بیٹے کی طرف سے ایک خون کا عقیقہ نہ کردوں؟ آپ نے فرمایا:

«لَا، وَلٰكِنِ احْلِقِي شَعْرَهُ وَتَصَدَّقِي بِوَزْنِهِ مِنَ الْوَرِقِ عَلَى الْأَوْقَاصِ أَوْ عَلَى الْمَسَاكِينِ»

''نہیں، لیکن اس کے بال مونڈ و اور ان کے وزن کے برابر چاندی اہل صفہ یا مساکین کو صدقہ کردو۔'' [1]

[1] [حسن] مسند أحمد:390/6، والسنن الكبرٰى للبيهقي:304/9 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11

طب کے احکام ومسائل

www.KitaboSunnat.com

قال النبي صلى الله عليه وسلم:

مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً

(صحيح البخاري، حديث: 5678)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاج معالجے کے مسائل

حلال چیزوں ہی سے علاج کرنا مشروع ہے: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرِأَ بِإِذْنِ اللهِ تَعَالَى»

''ہر بیماری کا علاج ہے، جب کوئی دوا بیماری کے مطابق صحیح بیٹھ جاتی ہے تو اللہ عزوجل کے حکم سے شفا ہو جاتی ہے۔'' [1]

صبر کے ساتھ توکل کرنا افضل ہے: عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: کیا میں تمھیں ایک جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں! انھوں نے کہا: وہ جو سیاہ رنگ کی عورت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تھی، اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس وجہ سے میں عریاں ہو جاتی ہوں، میرے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیے۔

آپ نے فرمایا:

«إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَكِ» . قَالَتْ: أَصْبِرُ، قَالَتْ: فَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا»

''اگر تو چاہے تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے! اگر چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، اللہ تجھے عافیت دے دے گا۔'' اس نے کہا: میں صبر کرتی ہوں، پھر بولی کہ میں عریاں ہو جاتی ہوں، اللہ سے دعا کیجیے کہ عریاں ہونے سے محفوظ رہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔'' [2]

حرام چیزوں سے علاج کرنا حرام ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا سے

[1] صحيح مسلم، السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوي، حديث: 2204. [2] صحيح البخاري، المرضٰى، باب فضل من يصرع من الريح، حديث: 5652، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن أونحو ذلك، حتى الشوكة يشاكها، حديث: 2576 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(علاج کرنے سے) منع فرمایا ہے۔[1] ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ، وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً، فَتَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ»

''اللہ تعالیٰ نے بیماری نازل کی ہے تو دوا بھی اتاری ہے، اس نے ہر بیماری کی دوا بنائی ہے، دوا کا اہتمام کرو مگر حرام دوا سے دور رہو۔'' [2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلشِّفَاءُ فِي ثَلَاثٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِي عَنِ الْكَيِّ»

''شفا تین چیزوں میں ہے: شہد پینے میں، سینگی کے نشتر میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔'' [3]

داغنے سے علاج کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔[4]

سینگی سے علاج: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن کی اطراف کی رگوں میں اور کمر کے پٹھے میں سینگی لگوایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول مہینے کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو ہوتا تھا۔[5]

نظر لگ جائے تو دم کیا جائے: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال میں سے جب کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو آپ اس پر معوذات پڑھ کر پھونکتے تھے، جب آپ مرض الوفات میں تھے، تو میں بھی آپ پر معوذات پڑھ کر پھونکنے لگی اور میرا عمل یہ تھا کہ آپ ہی کے دست مبارک کو آپ کے بدن اطہر پر پھیرتی تھی، کیونکہ آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ کے مقابلے میں زیادہ برکت والا تھا۔[6]

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطب، باب في الأدوية المكروهة، حديث: 3870 قبل الحديث: 3872، وجامع الترمذي، الطب، باب ماجاء فيمن قتل نفسه بسم أوغيره، حديث: 2045. [2] [حسن] سنن أبي داود، الطب، باب في الأدوية المكروهة، حديث: 3874 قبل الحديث: 3871. [3] صحيح البخاري، الطب، باب الشفاء في ثلاث، حديث: 5680. [4] مکروہ تنزیہی معروف فقہی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد وہ کام ہے جو شرعًا ناپسندیدہ ہو لیکن حرام اور قابل مؤاخذہ نہ ہو۔ اس کے کرنے سے گناہ لازم نہیں آتا۔ [5] [صحيح] سنن أبي داود، الطب، باب في موضع الحجامة، حديث: 3860، وجامع الترمذي، الطب، باب ماجاء في الحجامة، حديث: 2051. [6] صحيح البخاري، الطب، باب المرأة ترقي الرجل، حديث: 5751، وصحيح مسلم، السلام، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث، حديث: 2192.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

«اِعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ، لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ»

''اپنے دم بتاؤ، ویسے دم میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس میں شرک نہ ہو۔'' [1]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ڈنک اور کاٹنے کے زہر، پہلو میں نکلنے والے دانے اور بدنظری میں دم کرانے کی رخصت دی گئی ہے۔ [2]

[1] صحيح مسلم، السلام، باب لابأس بالرقي مالم يكن فيه شرك، حديث: 2200. [2] صحيح مسلم، السلام، استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة، حديث: 2196.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

12

لباس کے احکام و مسائل

www.KitaboSunnat.com

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ
سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ
(الأعراف 7:26)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لباس کے احکام و مسائل

لوگوں کے سامنے اور تنہائی دونوں حالتوں میں شرمگاہ ڈھانپے رکھنا فرض ہے: بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا (معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ہماری شرمگاہوں کے بارے میں ہمیں کیا حکم ہے کہ کیا ڈھانپیں اور کیا چھوڑیں؟

آپ نے فرمایا:

«اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ»

”اپنی بیوی یا لونڈی کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔“

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں تب؟ فرمایا:

«إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا»

”جہاں تک ہو سکے کہ تیری شرمگاہ کوئی نہ دیکھے تو اسے ہرگز کوئی نہ دیکھے۔“

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! جب کوئی اکیلا ہو تو؟ فرمایا:

«اَللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ»

”لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔“ [1]

سونے اور ریشم کا لباس مردوں پر حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيرُ لِإِنَاثِ أُمَّتِي وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُورِهَا»

”سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہیں جبکہ مردوں پر حرام ہیں۔“ [2]

[1] [حسن] سنن أبي داود، الحمام، باب في التعري، حديث: 4017، وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في حفظ العورة، حديث: 2769، وسنن ابن ماجه، النكاح، باب التستر عند الجماع، حديث: 1920. [2] سنن النسائي، الزينة،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مردوں کو چار انگلیوں کے برابر ریشم استعمال کر لینا جائز ہے: ابوعثمان کا بیان ہے کہ ہم لوگ آذر بائیجان میں تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ ارشاد لکھ بھیجا کہ نبی ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے مگر اس قدر، اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں سے اشارے کے ذریعے سے وضاحت فرمائی تھی، راویِ حدیث زہیر نے اسی طرح اپنی درمیانی اور شہادت کی انگلی بلند کر کے دکھائی۔ [1]

اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

«نَهٰى نَبِيُّ اللهِ ﷺ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ، إِلَّا مَوْضِعَ إِصْبَعَيْنِ، أَوْ ثَلَاثٍ، أَوْ أَرْبَعٍ»

”نبیِ اکرم ﷺ نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے، سوائے اس کے کہ دو انگلیوں کے برابر ہو، تین کے یا چار کے۔“ [2]

بغرض علاج ریشمی لباس پہننا مردوں کو بھی جائز ہے: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ زبیر اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو خارش ہو گئی تھی، اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کو ریشم پہننے کی رخصت دی تھی۔ [3]

ریشم کا بستر بنانا جائز نہیں: سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبیِ اکرم ﷺ نے ہمیں سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور حریر و دیباج (ریشم) کا لباس پہننے اور ریشمی بستر پر بیٹھنے کی ممانعت بھی فرمائی ہے۔ [4]

مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کا لباس پہننا حرام ہے: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے منع فرمایا ہے کہ میں سونے کی انگوٹھی پہنوں، قسی (مصری ریشم) کا لباس پہنوں، رکوع اور سجدے میں قرآن کی قراءت کروں، یا زعفرانی رنگ کا لباس پہنوں۔ [5]

شہرت طلبی کا لباسِ فاخرہ پہننا حرام ہے: یعنی منفرد نوعیت کا ایسا لباس جس پر لوگ انگلیاں اٹھائیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« باب تحريم الذهب على الرجال، حديث: 5151، وجامع الترمذي، اللباس، باب ماجاء في الحرير والذهب للرجال، حديث: 1720. [1] صحيح البخاري، اللباس، باب لبس الحرير للرجال وقدرما يجوز منه، حديث: 5829، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، حديث: 2069. [2] صحيح مسلم، اللباس، والزينة، باب تحريم لبس الحرير وغير ذلك للرجال، حديث: 2069. [3] صحيح البخاري، اللباس، باب مايرخص للرجال من الحرير للحكة، حديث: 5839، وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب إباحة لبس الحرير للرجل إذا كان به حكة أونحوها، حديث: 2076. [4] صحيح البخاري، اللباس، باب افتراش الحرير، حديث: 5837. [5] صحيح مسلم، اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل »

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ»

''جس نے شہرت کا لباس پہنا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔'' [1]

مردوں کو زنانہ اور عورتوں کو مردانہ لباس پہننا حرام ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ [2]

الثوب المعصفر، حديث:2078. [1] [حسن] سنن أبي داود، اللباس، باب في لبس الشهرة، حديث:4029، وسنن ابن ماجه، اللباس، باب من لبس شهرة من الثياب، حديث: 3606 واللفظ له. [2] صحيح البخاري، اللباس، باب المتشبهين بالنساء والمتشبهات بالرجال، حديث :5885

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

13

حدود کے احکام و مسائل

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ

(النور2:24)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصیت کے مسائل

وصیت کی تعریف: وصیة کا لفظ «وَصَيْتُ الشَّيْءَ أَصِيهِ» سے ماخوذ ہے، بمعنی ملانا، یعنی وصیت کرنے والے نے اسے جو اس کی زندگی میں تھا، موت کے بعد تک ملایا۔

شرعی اصطلاح میں اس کی تعریف اس طرح ہے کہ انسان کسی کو کوئی عینی چیز یا قرض یا کسی فائدے اور منفعت کی چیز بطور عطیہ دے یا ہبہ کرے اس طرح کہ جسے وصیت کی جائے، وہ شخص وصیت کرنے والے کی موت کے بعد اس کا مالک بنے۔

وصیت کا حکم: جس کے پاس کوئی ایسا مال ہو جس کے بارے میں وصیت کرنا ضروری ہو تو اس کے حق میں یہ ضروری اور واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾

"تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے، اگر وہ مال چھوڑے جا رہا ہو تو والدین اور رشتہ داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے، یہ متقیوں پر لازم ہے۔" [1]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ، لَهُ شَيْءٌ يُرِيدُ أَنْ يُوصِيَ فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ، إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ»

"کسی مسلمان کے لیے روا نہیں کہ اس کے پاس قابل وصیت کوئی چیز ہو اور وہ اس کی وصیت اپنے پاس لکھے بغیر دو راتیں گزارے۔" [2]

[1] البقرة 2:180. [2] صحيح البخاري، الوصايا، باب الوصايا، حديث: 2738، وصحيح مسلم، الوصية، باب وصية الرجل مكتوبة عنده، حديث: 1627.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناجائز وصیت: ایسی وصیت جس میں کسی کو نقصان پہنچانے کا بندوبست کیا گیا ہو، حرام اور ناجائز ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرّٖۚ وَصِيَّةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٞ﴾

''(یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی) جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے تاکید ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بڑے حوصلے والا ہے۔'' [1]

جس کا وراثت میں حصہ ہو اس کے لیے وصیت نہیں ہوسکتی: عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے خطبہ ارشاد فرمایا، اس وقت میں اونٹنی کی گردن کے نیچے تھا، وہ جگالی کر رہی تھی اور اس کا لعاب میرے کندھوں پر گر رہا تھا، میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ»

''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہوسکتی۔'' [2]

شرحبیل بن مسلم، ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«إِنَّ اللهَ قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ»

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے، لہٰذا وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔'' [3]

کس قدر مال کی وصیت ہوسکتی ہے؟ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَصَدَّقَ عَلَيْكُمْ، عِنْدَ وَفَاتِكُمْ، بِثُلُثِ أَمْوَالِكُمْ، زِيَادَةً لَّكُمْ فِي أَعْمَالِكُمْ»

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں تمھاری وفات کے وقت تمھارے تہائی مال کا صدقہ کیا ہے، تاکہ تمھارے لیے تمھارے اعمال میں اضافہ ہو۔'' [4]

[1] النسآء 4:12. [2] [صحيح] جامع الترمذي، الوصايا، باب ماجاء لاوصية لوارث، حديث: 2121، وسنن النسائي، الوصايا، باب إبطال الوصية للوارث، حديث: 3671، وسنن ابن ماجه، الوصايا، باب لا وصية لوارث، حديث: 2712. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الوصايا، باب ماجاء في الوصية للوارث، حديث: 2870، وجامع الترمذي، الوصايا، باب ماجاء لاوصية لوارث، حديث: 2120، وسنن ابن ماجه، الوصايا، باب لاوصية لوارث، حديث: 2713. [4] [حسن] سنن ابن ماجه، الوصايا، باب الوصية بالثلث، حديث: 2709، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 269/6.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ اگر لوگ چوتھائی مال تک کمی کر لیں تو بہتر ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

«اَلثُّلُثُ، وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ»

”تہائی (مال کی وصیت ہو سکتی ہے) اور تہائی بھی زیادہ ہے۔“ [1]

وصیت سے پہلے ادائے قرض ضروری ہے: سیدنا سعد بن اطول رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ان کا بھائی فوت ہو گیا اور تین سو درہم چھوڑ گیا، اس کے اہل و عیال بھی تھے، میں نے چاہا کہ رقم اس کے عیال پر خرچ کر دوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ أَخَاكَ مُحْتَبَسٌ بِدَيْنِهِ فَاقْضِ عَنْهُ». فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! قَدْ أَدَّيْتُ عَنْهُ إِلَّا دِينَارَيْنِ، اِدَّعَتْهُمَا امْرَأَةٌ وَّلَيْسَ لَهَا بَيِّنَةٌ. قَالَ: «فَأَعْطِهَا فَإِنَّهَا مُحِقَّةٌ»

”تیرا بھائی اپنے قرضے میں گرفتار ہے، وہ اس کی طرف سے ادا کرو۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے وہ قرضہ ادا کر دیا ہے، سوائے دو دیناروں کے، ایک عورت نے ان کا دعویٰ کیا مگر اس کے پاس کوئی دلیل (گواہ) نہیں ہے، آپ نے فرمایا: ”اسے دے دو، وہ سچی ہے۔“ [2]

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرّٖۚ وَصِيَّةٗ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٞ ﴾

”(یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی) جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے تاکید ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بڑے حوصلے والا ہے۔“ [3]

اگر مرنے والے نے اپنے قرض کی بے باقی کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو تو اس کا قرض حاکم ادا کرے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے مرنے والے لائے جاتے تھے جن پر قرضہ ہوتا، آپ دریافت فرماتے تھے:

«هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ فَضْلًا؟» فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ لِدَيْنِهِ وَفَاءً صَلَّى وَإِلَّا قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ: «صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ». فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ: «أَنَا أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنَ

[1] صحيح البخاري، الوصايا، باب الوصية بالثلث، حديث: 2743، وصحيح مسلم، الوصية، باب الوصية بالثلث، حديث: 1629. [2] [صحيح] سنن ابن ماجه، الصدقات، باب أداء الدين عن الميت، حديث: 2433. [3] النسآء 4:12.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَنْفُسِهِمْ، فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ»

''کیا اس نے ادائے قرض کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟'' اگر بتایا جاتا کہ اس نے ادا کرنے کے لیے کچھ چھوڑا ہے تو آپ اس کا جنازہ پڑھتے تھے، ورنہ مسلمانوں سے کہہ دیتے: ''اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھ دو۔'' پھر جب اللہ نے آپ کو فتوحات دیں تو فرمانے لگے: ''میں مومنین کے لیے ان کی جانوں سے بھی قریب ہوں، تو جو مومن فوت ہو جائے اور قرضہ چھوڑ جائے، اس کی بے باقی میرے ذمے ہے اور جو مال چھوڑ جائے، وہ اس کے وارثوں کے لیے ہے۔'' [1]

[1] صحيح البخاري، الكفالة، باب الدين حديث :2298، وصحيح مسلم، الفرائض، باب من ترك مالا فلورثته، حديث: 1619 .

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

14

وراثت کے احکام ومسائل

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ○
(النساء 4:7)

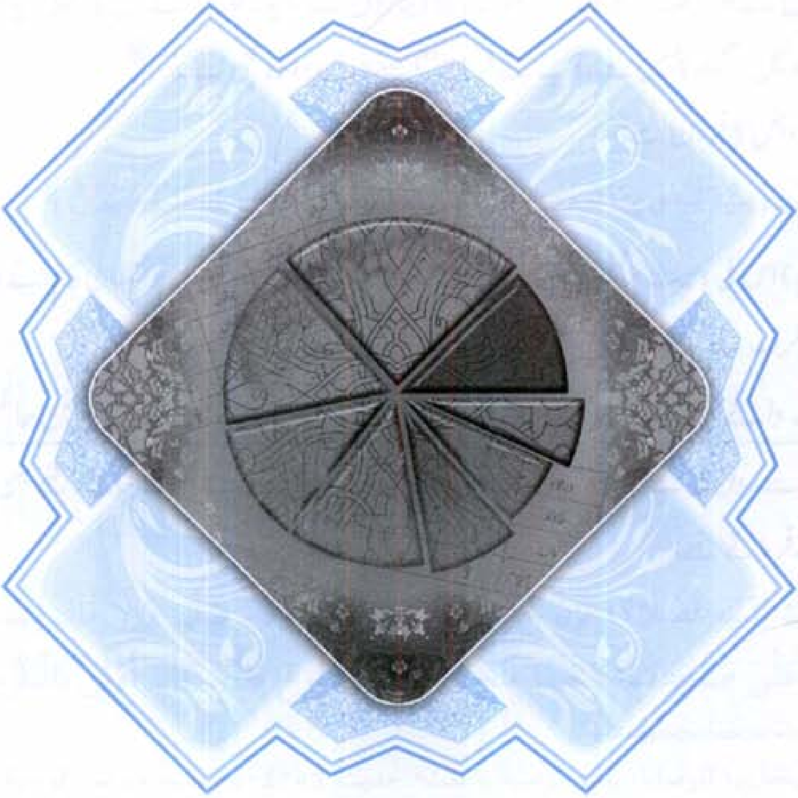

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرائض ، یعنی وراثت کے مسائل

فرائض کی تعریف: فرائض، فریضۃ کی جمع اور فرض سے ماخوذ ہے، یعنی معین کرنا، مقرر کرنا۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ ''تو اس (مہر) کا نصف ادا کرنا ہوگا جو تم نے مقرر کیا ہو۔'' [1]

اور شرعی اصطلاح میں وارث کے لیے مقررہ حصے کو ''فرض'' کہتے ہیں۔

وارث ہونے کے تین اسباب ہیں: نسب، ولاء اور نکاح۔ (1) نسب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾

''اور رشتہ دار اللہ کی کتاب میں ان کے بعض، بعض پر دوسرے ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے زیادہ حق دار ہیں۔''

(2) وَلاء: غلام جو آزاد کیا گیا ہو، اس کے اور اس کے آزاد کرنے والے کے مابین تعلق اور نسبت کو وَلاء کہتے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے: «اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ»

''ولاء ویسا ہی ایک تعلق ہے جیسا کہ نسب ہوتا ہے، اسے بیچا نہیں جا سکتا، نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔'' [2]

(3) نکاح: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ﴾ ''اور تمھاری بیویوں کے ترکے میں تمھارا آدھا حصہ ہے۔'' [3]

وراثت سے محرومی کے تین اسباب ہیں: قتل، اختلافِ دین اور غلامی۔

وراثت کے احکام قرآن مجید میں مکمل وضاحت سے بیان ہوئے ہیں: یہ مسائل تین آیات میں بیان ہوئے ہیں، جن میں علمِ وراثت کے فرائض، ارکان اور دیگر احکام کو جمع کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

---

[1] البقرۃ 237:2. [2] [صحیح] صحیح ابن حبان، حدیث: 4950، والمستدرك للحاكم: 342,341/4، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 292/10. [3] النسآء 12:4.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴾

''اللہ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے، مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، پھر اگر (دو یا) دو سے زیادہ عورتیں ہی ہوں تو ان کے لیے ترکے میں دو تہائی حصہ ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لیے آدھا (حصہ) ہے اور اس (مرنے والے) کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے ترکے میں چھٹا حصہ ہے، اگر اس کی اولاد ہو۔ پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے۔ پھر اگر اس (مرنے والے) کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ (یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی، تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے، تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون نفع کے لحاظ سے تم سے زیادہ قریب ہے۔ (یہ تقسیم) اللہ کی طرف سے مقرر ہے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔'' [1]

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُم ۚ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوا أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴾

''اور تمھاری بیویوں کے ترکے میں تمھارا آدھا حصہ ہے، اگر ان کی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکے میں تمھارا چوتھا حصہ ہے۔ (یہ تقسیم) ان کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو تمھارے ترکے میں تمھاری بیویوں کا چوتھا حصہ ہے، پھر اگر تمھاری اولاد ہو تو تمھارے ترکے میں ان کا آٹھواں حصہ ہے۔ (یہ تقسیم) تمھاری وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگی اور اگر وہ آدمی جس کا ورثہ تقسیم کیا جا رہا ہو، اس کی اولاد ہو نہ باپ، یا ایسی ہی عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا

[1] النسآء 4:11.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ پھر اگر ان کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو وہ سب ایک تہائی حصے میں شریک ہوں گے۔ (یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی) جبکہ وہ کسی کو نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے تاکید ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بڑے حوصلے والا ہے۔"[1]

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ يَسْتَفْتُونَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

"(اے نبی!) لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ خود تمھیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کے لیے بھائی کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور اگر بہن کی اولاد نہ ہو تو اس کا بھائی اس بہن کا وارث ہوگا، پس اگر بہنیں دو ہوں (یا زیادہ) تو ان کے لیے بھائی کے چھوڑے ہوئے مال کا دو تہائی حصہ ہے اور اگر کئی بھائی بہن مرد اور عورتیں (وارث) ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وضاحت سے بیان فرما رہا ہے تاکہ تم بہک نہ جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"[2]

ان کے علاوہ بھی کچھ دوسری آیات میں وراثت کے احکام آئے ہیں لیکن ان میں اجمال ہے اور وراثت کے احکام بغیر تفصیل کے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾

"اور اللہ کی کتاب میں (خون کے) رشتے دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"[3]

نیز فرمایا:

﴿ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ ﴾

"اور رشتے دار اللہ کی کتاب کی رو سے (دوسرے) مومنین اور مہاجرین کی نسبت آپس میں (ترکے کے) زیادہ

[1] النسآء 4:12. [2] النسآء 4:176. [3] الأنفال 8:75.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقدار ہیں، مگر تم اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی کرنا چاہو (تو کر سکتے ہو)، یہ کتاب الٰہی میں لکھا ہوا ہے۔"[1]

اور فرمایا:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴾

"مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے اس مال میں جو ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، (یہ چھوڑا ہوا مال) تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں ہر ایک کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔"[2]

ان آیات کی تفصیل اوپر کی ان آیات میں بیان ہوئی ہے جن میں ہر وارث کا حصہ متعین کیا گیا ہے۔ علمِ میراث کا محور یہی آیات ہیں۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے اجاگر ہونے والے نکات

* اول: قرضہ وصیت کے نفاذ سے پہلے ادا کیا جانا چاہیے۔
* دوم: بیٹوں اور بیٹیوں کے احکام۔ (1) جب کوئی ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر فوت ہو جائے تو ان میں مال کی تقسیم اس طرح ہے کہ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ ملتا ہے۔

(2) اگر بیٹے بیٹیاں متعدد ہوں تو ان میں بھی بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملے گا۔

(3) جب اولاد کے ساتھ اصحاب الفروض بھی ہوں، یعنی جن کے حصے قرآن کریم نے مقرر کر دیے ہیں، مثلاً: میاں بیوی یا ماں باپ تو پہلے ان اصحاب الفروض کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ اولاد میں حسب قاعدہ تقسیم کیا جائے گا، یعنی بیٹے کو بیٹی سے دوگنا۔

(4) اگر میت کا وارث صرف ایک ہی بیٹا ہو تو وہ کل مال کا وارث ہوگا۔ اور یہ حکم ان آیات کریمہ سے لیا گیا ہے:

﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ﴾ "مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔"[3]

﴿ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾ "اور اگر ایک ہی (بیٹی) ہو تو اس کے لیے آدھا (حصہ) ہے۔"[4]

اس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ بیٹا اگر اکیلا ہو تو سارا مال اس کا ہے۔

جب میت کی اپنی صلبی اولاد نہ ہو تو بیٹے کی اولاد صلبی اولاد کے قائم مقام ہوتی ہے کیونکہ لفظ ﴿ أَوْلَادِكُمْ ﴾ عام

[1] الأحزاب 6:33. [2] النسآء 7:4. [3] النسآء 11:4. [4] النسآء 11:4.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ جو صلبی اولاد اور بیٹے کی اولاد نیچے تک کو شامل ہے۔ اور اس پر اجماع ہے۔

* سوم: ماں باپ کا حکم: ① میت کے وارثوں میں اس کی اولاد بھی ہو تو ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔

② اگر میت کی اولاد نہ ہو تو ماں باپ میں سے ماں کو کل مال کا تیسرا حصہ اور باپ کو بقیہ دو تہائی ملے گا۔

③ جب ماں باپ کے ساتھ میت کے بھائی بھی ہوں، دو یا زیادہ، تو ماں چھٹے حصے کی وارث ہوگی اور بقیہ 5/6 (پانچ سدس) باپ کے لیے ہوگا۔ اور بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا کیونکہ باپ ان کے لیے حاجب ہے۔

* چہارم: شوہر کا حکم: ① بیوی فوت ہو جائے اور اپنے وارثوں میں اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو شوہر کو آدھا مال ملتا ہے۔

② اگر اس کے وارثوں میں اولاد بھی ہو تو شوہر کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔

* پنجم: ایک یا متعدد بیویوں کے بارے میں احکام وراثت: ① شوہر فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اولاد وارث نہ ہو تو بیوی یا بیویوں کا ایک چوتھائی حصہ ہے۔

② اگر شوہر کی اولاد بھی وارث ہو تو بیوی یا بیویوں کے لیے آٹھواں حصہ مقرر ہے۔

* ششم: اخیافی، یعنی ماں جائے بھائی بہنوں کا حکم: ① اگر مرنے والا ایک مادری بھائی یا ایک ماں جائی بہن چھوڑے تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہے، چاہے وہ بھائی ہو یا بہن۔

② اور اگر زیادہ ہوں، یعنی دو یا دو سے زیادہ ماں جائے بھائی یا بہنیں تو ان سب کے لیے تیسرا حصہ مقرر ہے جو برابر برابر تقسیم ہوگا۔

* ہفتم: حقیقی بہن بھائی ہوں یا باپ شریک، ان کا حکم: ① اگر میت اپنے پیچھے ایک حقیقی بہن چھوڑ مرے یا جو باپ کی طرف سے ہو اور میت کے وارثوں میں ماں باپ یا کوئی اولاد نہ ہو تو حقیقی بہن یا جو باپ کی طرف سے بہن ہوگی، وہ آدھا ترکہ لے جائے گی۔

② اگر دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں وارث ہوں یا جو باپ کی طرف سے بہنیں ہوں اور میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور نہ ماں باپ تو ان حقیقی یا پدری بہنوں کے لیے ترکے میں دو تہائی حصہ ہے۔

③ اگر کئی بہن بھائی ہوں حقیقی یا پدری تو ان بھائی بہنوں میں مال کی تقسیم اسی قاعدے کے تحت ہوگی کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

④ جب کوئی حقیقی بہن فوت ہو جائے اور اس کی کوئی اصل یا فرع نہ ہو (ماں باپ یا اولاد میں سے کوئی بھی نہ ہو)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو حقیقی بھائی کل مال لے جائے گا۔ اور اگر یہ بھائی کئی ہوں تو مال برابر تقسیم ہو گا۔ اور یہی حکم پدری بھائیوں یا پدری بہنوں کا ہے جب میت کے حقیقی بھائی بہن موجود نہ ہوں۔

ترکے کی تقسیم کا آغاز اصحاب الفروض سے کیا جائے اور باقی ماندہ مال عصبہ کے لیے ہوگا: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ»

''مقررہ حصے ان کے مستحقین کو دو، ان سے جو بچے تو وہ قریب ترین مرد کے لیے ہے۔'' [1]

فرائض سے مراد مقررہ حصے ہیں اور ان کے حقداروں کا بیان بھی منصوص ہے۔ ان کے حصے دینے کے بعد بقیہ مال قریب ترین مرد یا مردوں کے لیے ہوتا ہے۔

بہنیں، بیٹیوں کے ساتھ مل کر عصبہ کے حکم میں داخل ہیں: یعنی اصحاب الفروض کے حصے دینے کے بعد باقی جس قدر مال بچے، بہنیں، بیٹیوں کی معیت میں اس کی بطور عصبہ حقدار ہوتی ہیں، جیسا کہ مرد بقیہ کا وارث ہوتا ہے، ابوقیس سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ہزیل بن شرحبیل سے سنا، کہتے تھے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بیٹی، پوتی اور بہن میں ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟ فرمایا کہ بیٹی کے لیے آدھا ہے اور بہن کے لیے بھی آدھا ہے، مزید کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جاؤ، وہ بھی میری تائید کریں گے۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور انھیں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی بات بھی بتائی گئی، تو انھوں نے جواب دیا: اگر میں اسی طرح کہوں جس طرح انھوں نے کہا ہے تو گمراہ ٹھہروں گا اور ہدایت والوں میں سے نہ رہوں گا، میں تو اس سلسلے میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا: بیٹی کے لیے آدھا ہے اور پوتی کے لیے چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پورے ہو جائیں اور باقی بہن کے لیے ہے، چنانچہ ہم ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات بتائی تو انھوں نے کہا: جب تک تم میں یہ عظیم عالم موجود ہے، مجھ سے مسئلہ مت پوچھا کرو۔ [2]

چھٹے حصے کے مستحق وارث

1. پوتی، بیٹی کی معیت میں۔ جیسے کہ مذکورہ بالا صحیح حدیث میں بتایا گیا ہے۔

[1] صحيح البخاري، الفرائض، باب :ابني عم أحدهما أخ للأم والآخرزوج، حديث :6746، وصحيح مسلم، الفرائض، باب ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فلأولى رجل ذكر، حديث : 1615. [2] صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث ابنة ابن مع ابنة، حديث :6736.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② پدری بہن حقیقی بہن کی معیت میں، یہ قیاس ہے پوتی پر جب کہ وہ بیٹی کے ساتھ ہو۔

③ دادی یا نانی جب کہ ماں نہ ہو۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا ہے جبکہ ماں نہ ہو۔[1]

④ دادا، جب کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا عزیز نہ ہو جو اسے محروم کر دے۔

اور یہ بالا جماع ''باپ'' پر قیاس ہے۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ دادا باپ کے حکم میں ہوتا ہے۔[2]

⑤ ماں، جب میت کے بیٹے یا بھائیوں کے ساتھ ہو: سورۂ نساء میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ﴾

''پھر اگر اس (مرنے والے) کے (ایک سے زیادہ) بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔''[3]

⑥ ماں شریک بھائی جب کہ وہ اکیلا ہو، یا اکیلی ماں شریک بہن ہو: جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا ہے۔

⑦ باپ میت کے بیٹے کی معیت میں ہو: جیسے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ﴾

''اور اس (مرنے والے) کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے ترکے میں چھٹا حصہ ہے، اگر اس کی اولاد ہو۔''[4]

اگر میت کا بیٹا، پوتا یا باپ زندہ ہو تو بھائیوں اور بہنوں کے لیے کچھ نہیں ہے: اور اس پر اہل علم کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے۔

دادا کے ہوتے ہوئے میت کے بھائیوں اور بہنوں کی وراثت: اس میں راجح یہ ہے کہ بھائی بہن حقیقی ہوں یا باپ کی طرف سے، دادا کے ہوتے ہوئے وارث بنتے ہیں اور دادا ان کے لیے وراثت میں رکاوٹ نہیں بنتا جیسا کہ باپ کا حال ہے (کہ وہ رکاوٹ بنتا ہے) اور دلیل اس کی یہ ہے کہ دادا اور بھائی میت کے ساتھ تعلق میں ایک ہی درجے میں ہیں۔ جیسا کہ دادا (میت کے) باپ کے واسطے سے میت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اسی طرح بھائی بھی باپ کے واسطے سے اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور دادا باپ کا اصل ہے تو بھائی باپ کی فرع ہیں،

[1] [حسن] سنن أبي داود، الفرائض، باب في الجدة، حديث: 2895. [2] كتاب الإجماع، ص 74. [3] النسآء 4:11.
[4] النسآء 4:11.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ دونوں فریقوں کا میت کے ساتھ برابر کا تعلق ہے، اس لیے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے کہ ایک فریق کو وارث بنایا جائے اور دوسرے کو محروم کر دیا جائے۔

میت کے بھائیوں کی وراثت میت کی بیٹیوں کی معیت میں: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بیوی، سعد کی دو بیٹیوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! یہ سعد بن ربیع کی بیٹیاں ہیں، ان کا باپ اُحد کے روز آپ کی معیت میں تھا کہ شہید ہو گیا، ان کے چچا نے ان کا مال لے لیا ہے، ان کا نکاح نہیں ہو سکے گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَقْضِي اللهُ فِي ذٰلِكَ». فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ، فَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلٰى عَمِّهِمَا فَقَالَ «أَعْطِ ابْنَتَيْ سَعْدٍ الثُّلُثَيْنِ وَأَعْطِ أُمَّهُمَا الثُّمُنَ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لَكَ»

"اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فیصلہ فرما دے گا۔" چنانچہ آیتِ میراث نازل ہوئی۔ آپ نے ان کے چچا کو بلوا بھیجا۔ اور اس سے کہا: "سعد کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی اور ان کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور باقی جو بچے، وہ تمھارا ہے۔"[1]

مادری بھائی بیٹی کی معیت میں وارث نہیں ہو سکتے: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾

"اور اگر وہ آدمی جس کا ورثہ تقسیم کیا جا رہا ہو، اس کی اولاد ہو نہ باپ، یا ایسی ہی عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے۔"[2]

اور یہاں «إِخْوَةٌ لِأُمٍّ» مراد ہیں، یعنی ماں کی طرف سے بھائی، جیسے کہ کچھ قراءتوں میں آیا ہے۔

کلالہ اس کو کہتے ہیں جو وارثوں میں سے اصل (باپ) ہو نہ فرع (اولاد) یا وہ شخص جس کا نہ اصل ہو (باپ) اور نہ فرع۔ اور یہاں أخ اور أخت سے ماں کی طرف سے بہن بھائی مراد ہیں جیسا کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی تفسیر کی ہے۔[3]

حقیقی بھائیوں کی موجودگی میں پدری بھائی محروم ہو جاتا ہے: علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ تم لوگ یہ آیت کریمہ

[1] [حسن] سنن أبي داود، الفرائض، باب ماجاء في ميراث الصلب، حديث :2892، وجامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في ميراث البنات، حديث:2092 واللفظ له ، وسنن ابن ماجه، الفرائض، باب فرائض الصلب، حديث:2720.
[2] النسآء4:12. [3] تفسير ابن كثير، النسآء4:12.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھتے ہو: ﴿مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ﴾

''(یہ تقسیم) اس کی وصیت پر عمل یا قرض ادا کرنے کے بعد (ہوگی۔)'' [1]

اور رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ قرضہ پہلے ادا ہو اور وصیت بعد میں۔ اور حقیقی بھائی آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں، ان کے ہوتے ہوئے پدری بھائی وارث نہیں بنتا۔ [2]

نوٹ: جو بھائی ایک ماں باپ سے ہوں انھیں عینی، جو صرف باپ کی طرف سے ہوں انھیں علّاتی اور جو صرف ماں کی طرف سے ہوں انھیں اَخیافی کہا جاتا ہے۔

وارثوں میں تیسرا درجہ ذوی الارحام کا ہے: یعنی ایسے عزیز و اقارب جو براہ راست (ذوی الفروض اور عصبہ کی موجودگی میں) وارثوں میں شمار نہیں ہوتے، سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ﴾

''اور اللہ کی کتاب میں (خون کے) رشتے دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔'' [3]

ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَى مَنْ لَا مَوْلَى لَهُ، وَالْخَالُ وَارِثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهُ»

''اللہ اور اس کا رسول اس کے دوست ہیں جس کا کوئی دوست نہ ہو اور ماموں وارث ہے اس کا جس کا کوئی وارث نہ ہو۔'' [4]

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا، وہ کھجور سے گر کر مر گیا، آپ نے دریافت فرمایا:

«اُنْظُرُوا هَلْ لَهُ مِنْ وَارِثٍ؟» قَالُوا: لَا، قَالَ: «فَادْفَعُوهُ إِلَى بَعْضِ أَهْلِ الْقَرْيَةِ»

''دیکھو! کیا اس کا کوئی وارث بھی ہے؟'' انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''اس کا ترکہ اس کی بستی والوں میں سے کسی کے حوالے کر دو۔'' [5]

---

[1] النسآء 12:4. [2] [حسن] جامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في ميراث الإخوة من الأب والأم، حديث: 2094، وسنن ابن ماجه، الفرائض، باب ميراث العصبة، حديث: 2739. [3] الأنفال 75:8. [4] [صحيح] جامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في ميراث الخال، حديث: 2103، وسنن ابن ماجه، الفرائض، باب ذوي الأرحام، حديث: 2737. [5] [صحيح] سنن أبي داود، الفرائض، باب في ميراث ذوي الأرحام، حديث: 2902، وجامع الترمذي، الفرائض، باب ماجاء في الذي يموت وليس له وارث، حديث: 2105 و اللفظ له، وسنن ابن ماجه، الفرائض، باب ميراث الولاء، حديث: 2733.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکے کی تقسیم میں عول کا طریقہ: علم میراث میں "عَوْل" سے مراد یہ ہے کہ اصل مسئلہ بڑھا کر وارثوں کے حصوں میں کچھ کمی کر دی جائے۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اصحاب الفروض زیادہ ہوں اگر ان کے حصوں کے مطابق مال تقسیم کیا جائے تو چند ایک ہی میں وہ مال کھپ جائے اور کئی اصحاب الفروض باقی رہ جاتے ہوں اور انھیں کچھ نہ ملتا ہو تو اصل مسئلے کو (خاص حساب سے) زیادہ کر دیا جاتا ہے تاکہ تمام وارثوں کو حصہ مل جائے، کوئی محروم نہ رہے مگر اس طرح ہر وارث کے حصے میں کچھ کمی آ جاتی ہے۔

عول کا واقعہ سب سے پہلے عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں پیش آیا، انھوں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عول کا مشورہ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے مقررہ حصوں کو کچھ کم کر دو، چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی تائید کی، پھر اس (عول) پر اجماع ہو گیا۔[1]

مسائلِ وراثت کے بنیادی اصول سات ہیں، یعنی جن سے مسائلِ وراثت حل ہوتے ہیں، ان میں سے تین میں عول ہوتا ہے اور چار میں نہیں ہوتا، جن میں عول ہوتا ہے، وہ یہ ہیں: 12،6 اور 24 اور جن میں عول نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں: 4،3،2 اور 8۔

لعان کرنے والی، زانیہ عورت اور ان کی اولاد کی وراثت کا مسئلہ: لعان کرنے والی یا زانیہ عورت کا بچہ صرف اپنی ماں اور اس کے رشتہ داروں کا وارث بنتا ہے، اسی طرح یہی عورتیں اپنی ان اولاد کی وارث بنتی ہیں۔ سہل بن سعد رضی اللہ عنہما کی حدیث میں، جس میں لعان کے واقعے کی تفصیل ہے، بتایا گیا ہے کہ اس عورت کا بیٹا اپنی ماں ہی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا، پھر یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ جو حصہ اللہ نے ان کے لیے مقرر کیا ہے، اس کے مطابق ایسی عورت اپنے بیٹے کی اور بیٹا اپنی ماں کا وارث ہے۔[2]

نومولود کی میراث: نومولود اگر زندہ پیدا ہو، جس کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ رو پڑے، آواز نکالے، تو وارث شمار ہو گا چاہے اس کے بعد فوراً ہی مر جائے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا اسْتَهَلَّ الْمَوْلُودُ وُرِّثَ» "نومولود جب چیخ مار دے (آواز نکالے) تو اسے وارث بنایا جائے۔"[3]

آزاد کردہ غلام کی وراثت کا مسئلہ: آزاد کردہ غلام (مولیٰ) کی وراثت اسے آزاد کرنے والے کو ملتی ہے، اگر آزاد کردہ غلام کے اپنے عصبات ہوں تو پھر مولیٰ (آزاد کرنے والے) کو کچھ نہیں ملتا، البتہ حصہ داروں (ذوی

[1] فقه السنة للسيد سابق: 442/3. [2] صحيح البخاري، الطلاق، باب التلاعن في المسجد، حديث: 5309، وصحيح مسلم، اللعان، حديث: 1492. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الفرائض، باب في المولود يستهل ثم يموت، حديث: 2920.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفروض) سے اگر کچھ بچ رہے تو اسے ملتا ہے۔ عبداللہ بن شداد، حمزہ بن ابی لیلیٰ کی صاحبزادی سے نقل کرتے ہیں (یہ خاتون عبداللہ بن شداد کی ماں کی طرف سے بہن ہیں) وہ بیان کرتی ہیں کہ میرا ایک آزاد کردہ (مولیٰ) غلام فوت ہو گیا، اس کی ایک بیٹی بھی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس کا مال میرے اور اس کی بیٹی کے درمیان آدھا آدھا تقسیم فرما دیا (آدھا مجھے بوجۂ عصبہ ہونے کے اور آدھا اس کی بیٹی کو بوجۂ ذوی الفروض ہونے کے۔) [1]

ہزیل، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: اہل اسلام اپنے (آزاد کیے جانے والے) غلاموں کو سائبہ نہیں بناتے جبکہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ انھیں سائبہ کر دیتے تھے۔ [2]

سائبہ سے یہاں مراد یہ ہے کہ غلام کو آزاد کیا جائے اور پھر آزاد کرنے والے اور آزاد ہونے والے کے درمیان تعلق ولاء باقی نہ رہے۔

ولاء کا بیچنا یا کسی کو ہبہ کرنا حرام ہے: ولاء، آزاد کرنے والے مالک اور آزاد کیے جانے والے غلام کے درمیان نسبی تعلق جیسا تعلق اور حکمی قرابت ہے جسے ولاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولاء کو بیچنے یا ہبہ کر دینے سے منع فرمایا ہے۔ [3]

مسلمان اور کافر کے درمیان وراثت نہیں چلتی: اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ، وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ»

''مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا۔'' [4]

قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں بن سکتا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَلْقَاتِلُ لَا يَرِثُ» ''قاتل وارث نہیں ہو سکتا۔'' [5]

وراثت کے معاملے میں کسی طرح کا ظلم کرنا حرام ہے: عرب لوگ زمانۂ جاہلیت میں صرف مردوں کو وارث بناتے تھے اور عورتوں کو محروم کر دیتے تھے۔ بڑوں کو دیتے تھے، بچوں کو کچھ نہ دیتے تھے، چنانچہ جب

[1] [حسن] سنن ابن ماجه، الفرائض، باب ميراث الولاء، حديث: 2734، والمستدرك للحاكم: 66/4. [2] صحيح البخاري، الفرائض، باب ميراث السائبة، حديث: 6753. [3] صحيح البخاري، العتق، باب بيع الولاء وهبته، حديث: 2535، وصحيح مسلم، العتق، باب النهي عن بيع الولاء وهبته، حديث: 1506. [4] صحيح البخاري، الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم وإذا أسلم قبل أن يقسم الميراث فلا ميراث له، حديث: 6764، وصحيح مسلم، الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر ولا يرث الكافر المسلم، حديث: 1614 وللفظ له. [5] [صحيح] جامع الترمذي، الفرائض، باب ما جاء في إبطال ميراث القاتل، حديث: 2109، وسنن ابن ماجه، الديات، باب القاتل لا يرث، حديث: 2645.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عنایت فرمایا۔ اور ان حقوق کو اللہ کی وصیت اور اللہ کا فریضہ قرار دیا۔ بلکہ ان آیات کے آخر میں بڑے سخت کلمات کہے گئے ہیں اور وراثت میں شریعت کی مخالفت کرنے والوں کے لیے بڑی سخت وعید آئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ۧ﴾

"یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اسے اللہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے آگے نکلے گا تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔"[1]

وراثت میں حجب اور حرمان: (کسی کا دوسرے کے لیے مانع بن جانا یا وراثت سے محروم کر دیا جانا۔)

* حجب: کا لفظ حجاب سے ہے اور لغت میں ممانعت اور رکاوٹ کو بھی حجب کہتے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے اس کے حق وراثت میں کلی یا جزوی طور پر اس طرح رکاوٹ بن جائے کہ وہ اس کا مستحق نہ رہے۔

* حرمان: اس سے مراد یہ ہے کہ وارث کے لیے کوئی سبب آڑے آ جائے جس سے وہ حق وراثت سے محروم کر دیا جائے، مثلاً: قتل وغیرہ۔

حجب کی دو قسمیں ہیں: (1) حجب نقصان: یعنی وارث کا حصہ کم ہو جائے۔ (2) حجب حرمان: یعنی وارث وراثت سے یکسر محروم ہو جائے۔ حجب نقصان پانچ قسم کے افراد کو لاحق ہو سکتا ہے:

(1) شوہر: فوت شدہ بیوی کی اولاد موجود ہو تو شوہر کا استحقاق نصف سے چوتھائی حصے تک کم ہو جاتا ہے۔

(2) بیوی: فوت شدہ شوہر کی اولاد موجود ہو تو بیوی کا استحقاق چوتھائی سے آٹھویں حصے تک کم ہو جاتا ہے۔

(3) ماں: فوت شدہ شخص کی وارث اولاد موجود ہو تو ماں کا استحقاق ایک تہائی سے چھٹے حصے تک آ جاتا ہے۔

(4) پوتی: میت کی ایک حقیقی بیٹی موجود ہو تو پوتی کا حصہ نصف سے چھٹے حصے کی طرف آ جاتا ہے۔

(5) وہ بہن جو باپ کی طرف سے ہو۔ میت کی ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں باپ شریک بہن کا حصہ نصف سے چھٹے حصے کی طرف آ جاتا ہے۔

[1] النسآء 4:13، 14.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجب حرمان یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے کلی طور پر وراثت سے محرومی کا باعث بن جائے، مثلاً: بھائی، بیٹے کے ہوتے ہوئے محروم رہتا ہے۔ اور درج ذیل چھ وارثوں کو حجب حرمان نہیں ہوتا ہے، یعنی وہ کبھی محروم نہیں ہوتے اگرچہ بعض اوقات حجب نقصان سے دو چار ہو جاتے ہیں: (1) باپ (2) ماں (3) بیٹا (4) بیٹی (5) شوہر (6) بیوی ان کے علاوہ رشتوں میں حجب حرمان آتا ہے، جو دو بنیادوں پر قائم ہے:

(1) ہر وہ شخص جو میت کے ساتھ کسی شخص کے ذریعے سے ناطہ رکھتا ہو تو وہ اس شخص کی موجودگی میں وارث نہیں بن سکتا، مثلاً: پوتا، یہ بیٹے کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوتا، سوائے ماں کی اولاد کے، ماں کی اولاد اپنی ماں کے ساتھ ترکے کی وارث ہوتی ہے، حالانکہ وہ اسی ماں کے واسطے سے اس میت کے تعلق دار بنتے ہیں۔[1]

(2) قریبی رشتہ دار کو دور والے سے مقدم رکھا جاتا اور ترجیح دی جاتی ہے۔ چنانچہ بیٹا میت کے بھتیجے کے لیے مانعِ وراثت ہے۔ اگر ان رشتہ داروں کا تعلق میت کے ساتھ ایک ہی درجے میں ہو تو پھر قوتِ قرابت کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی جیسا کہ حقیقی بھائی، پدری بھائی کے لیے مانعِ وراثت ہے۔

[1] ملاحظہ ہو: فقه السنة للسيد سابق: 441,440/3

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

15

وصیت کے احکام و مسائل

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝

(البقرة2:180)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی سزاؤں کا بیان

حدود کی تعریف: لفظ حدود، حد کی جمع ہے۔ بنیادی طور پر ہر اس شے کو حد کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان حائل اور رکاوٹ بنی ہوئی ہو، اسی سے بمعنی رکاوٹ اور منع بھی وارد ہے۔

اور اصطلاحًا ان مقررہ سزاؤں کو کہتے ہیں جو شرعی احکام کی خلاف ورزی کے نتیجے میں لازم آتی ہیں، تاکہ وہ ممنوعہ باتوں کے ارتکاب کی راہ میں رکاوٹ بنیں۔

مقدمہ حاکم تک پہنچ جائے تو کسی حد میں سفارش کرنا ناجائز ہے: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل قریش کے لیے بنو مخزوم کی اس عورت کا مقدمہ بڑی پریشانی کا باعث بنا جس نے چوری کر لی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون بات کرے؟ اس کے لیے آپ کے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے علاوہ اور کوئی جرأتِ گفتار نہیں کر سکتا، چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی، تو آپ نے فرمایا:

«أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ؟» ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَايْمُ اللهِ! لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا»

''کیا تو اس حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے جو اللہ کی حدوں میں سے ہے؟!'' پھر آپ کھڑے ہو گئے، خطبہ دیا اور فرمایا: ''لوگو! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے گمراہ ہو گئے تھے کہ ان میں جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور کمزور اور کم درجے کا آدمی چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے تھے، اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''[1]

کسی صاحبِ ایمان کی غلطی پر پردہ ڈالنا مستحب ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ»

[1] صحيح البخاري، الحدود، باب كراهية الشفاعة في الحد إذا رفع إلى السلطان، حديث: 6788.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جس نے کسی مسلمان کا پردہ رکھا، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کا پردہ رکھے گا۔“ [1]

انسان کو چاہیے کہ خود بھی اپنے اوپر پردہ ڈالے رکھے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

«كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ فَيَقُولُ: يَا فُلَانُ! عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ»

”میری امت کے سب لوگ معافی پا جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جو اعلانیہ (ممنوعہ باتوں کے) مرتکب ہوتے ہیں (اللہ کی حدیں توڑتے ہیں) اعلان و اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی رات کے وقت کوئی کام کرے، جبکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہوا تھا، لیکن وہ صبح ہونے پر بولنے لگے: ارے فلاں! میں نے آج رات یہ یہ کیا ہے، حالانکہ رات گزری اور اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہوا تھا اور وہ صبح ہونے پر اللہ کے پردے کو نوچ ڈالتا ہے۔“ [2]

حد کا نفاذ مرتکب کے لیے کفارہ بن جاتا ہے: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا:

«بَايِعُونِي عَلٰى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقُوا، وَلَا تَزْنُوا - وَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ كُلَّهَا - فَمَنْ وَفّٰى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهُ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللهِ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ»

”مجھ سے بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، چوری کرو گے نہ بدکاری۔“ پھر آپ نے یہ (سورۂ ممتحنہ کی) آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا: ”جس نے یہ اعمال پورے کیے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جو کسی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہوگی اور جو مرتکب ہوا اور اللہ نے اس کو پردے میں رکھا تو پھر اس کا معاملہ اللہ ہی کے سپرد ہے، چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو سزا دے۔“ [3]

[1] صحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن وعلی الذکر، حدیث: 2699. [2] صحیح البخاري، الأدب، باب ستر المؤمن علی نفسه، حدیث: 6069، وصحیح مسلم، الزهد، باب النهي عن هتك الإنسان ستر نفسه، حدیث: 2990. [3] صحیح البخاري، الإیمان، باب 11، حدیث: 18 و6784، وصحیح مسلم، الحدود، باب الحدود »

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حد کون جاری کرے؟ حد جاری کرنا حاکم اعلیٰ (امام) یا اس کے نائب کا کام ہے کیونکہ آپ ﷺ اپنی زندگی میں خود ہی حدیں جاری کیا کرتے تھے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء بھی، ایک بار آپ نے اپنے ایک صحابی کو نمائندہ بنا کر یہ فرض سونپا تھا اور فرمایا تھا:

«وَاغْدُ، يَا أُنَيْسُ! إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا ، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا»

''انیس! کل صبح اس کی عورت کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا۔'' [1]

غلام کے مالک (اور آقا) کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مملوک پر حد جاری کر دے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا زَنَتِ الْأَمَةُ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ»

''جب لونڈی زنا کرے اور زنا واضح طور پر ثابت ہو جائے تو مالک کو چاہیے کہ اس پر حد لگائے اور طعن و تشنیع نہ کرے، اگر دوبارہ زنا کی مرتکب ہو تو اسے حد لگائے اور اسے طعن و تشنیع نہ کرے، اگر تیسری بار پھر ایسا کر لے تو اسے فروخت کر ڈالے، چاہے بالوں کی ایک رسی کے عوض ہی کیوں نہ ہو۔'' [2]

زنا کاری کی حد

زنا حرام ہے اور سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ ﴾

''اور تم زنا کے قریب بھی مت جاؤ، یقیناً وہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔'' [3]

زانی یا زانیہ اگر غیر شادی شدہ ہو: زنا کرنے والا شخص غیر شادی شدہ اور آزاد ہو (غلام، لونڈی نہ ہو) تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں، پھر ایک سال تک کے لیے شہر سے نکال دیا جائے۔ سورۂ نور میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

کفارات لأهلها،حديث: 1709.

[1] صحيح البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصُّلح مردود، حديث:2696,2695و2315,2314، وصحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنٰى، حديث :1698,1697.

[2] صحيح البخاري، الحدود، باب لا يُثَرَّبُ على الأمة إذا زنت ولا تُنفى، حديث :6839، وصحيح مسلم، الحدود، باب رجم اليهود أهل الذمة في الزنٰى، حديث :1703.

[3] بنى إسراء يل 32:17.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

”چنانچہ زانیہ عورت اور زانی مرد، ان دونوں میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین (پر عمل کرنے) کے معاملے میں تمھیں ان دونوں (زانی اور زانیہ) پر قطعاً ترس نہیں آنا چاہیے اور مومنوں میں سے ایک گروہ ان دونوں کی سزا کے وقت موجود ہونا چاہیے۔“ [1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو زنا کا مرتکب ہو اور شادی شدہ نہ ہو، یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے ایک سال کے لیے شہر بدر کر دیا جائے اور اس پر حد بھی لگائی جائے۔ [2]

زانی اگر شادی شدہ ہو: اگر کوئی شادی شدہ ہونے کے بعد بھی زنا کا مرتکب ہو تو اسے بھی اسی طرح کوڑے لگائے جائیں جس طرح غیر شادی شدہ کو لگائے جاتے ہیں، پھر پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے حتی کہ وہ مر جائے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«خُذُوا عَنِّي، خُذُوا عَنِّي، فَقَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا، اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَّنَفْيُ سَنَةٍ، وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ، جَلْدُ مِائَةٍ وَّالرَّجْمُ»

”مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو، اللہ نے ان زنا کی مرتکب عورتوں کے بارے میں راہ متعین کر دی ہے، کنوارا کنواری کے ساتھ ملوث ہو تو سو کوڑے مارنا ہے اور ایک سال کے لیے شہر بدری ہے اور اگر شادی شدہ شادی شدہ کے ساتھ ملوث ہو تو سو کوڑے مارنا اور سنگسار کر دینا ہے۔“ [3]

امام، یعنی حاکم اور قاضی کے لیے جائز ہے کہ بیک وقت دونوں سزائیں کوڑے مارنا اور رجم کرنا جمع کر دے۔ مگر مستحب یہ ہے کہ صرف سنگسار کرنے پر اکتفا کرے، جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا تھا، اس میں حکمت یہ ہے کہ سنگساری شدید ترین سزا جان کا تلف کرنا ہے اور کوڑے مارنا اس سزا کو مزید سخت بنانا ہے جسے چھوڑنے کی رخصت ہے۔ واللہ أعلم.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

«أَحَقٌّ مَّا بَلَغَنِي عَنْكَ؟» قَالَ: وَمَا بَلَغَكَ عَنِّي؟ قَالَ: «بَلَغَنِي أَنَّكَ وَقَعْتَ بِجَارِيَةِ آلِ فُلَانٍ» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ، ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ»

[1] النور 2:24. [2] صحيح البخاري، الحدود، باب البكران يجلدان وينفيان......، حديث: 6833. [3] صحيح مسلم، الحدود، باب حد الزنى، حديث: 1690.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”تمھاری جو بات مجھ تک پہنچی ہے، کیا وہ صحیح ہے؟“ اس نے پوچھا: آپ کو میرے بارے میں کیا معلوم ہوا ہے؟ فرمایا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم فلاں آل کی لونڈی کے ساتھ ملوث ہو۔“ اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے چار گواہیاں دیں (چار بار اقرار و اعتراف کیا)، آپ کے حکم پر اسے سنگسار کر دیا گیا۔“ [1]

زنا کا اثبات ایک مرتبہ کے اقرار سے ہو جاتا ہے چار بار کہلوانا مزید پختگی کے لیے ہے: کیونکہ اقرار کرنے والے کا اس کے اپنے اقرار پر مؤاخذہ کر لینا شریعت میں ثابت ہے جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے انیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «وَاغْدُ، يَا أُنَيْسُ! إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا»

”اے انیس! صبح اس کی عورت کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا۔“ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی مرتکب عورت کے ایک دفعہ کے اعترافِ جرم پر اکتفا کیا تھا جیسا کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں غامدی خاتون کا ذکر ہے کہ اس نے صرف ایک بار اقرار کیا تھا۔ [3]

وہ احادیث جن میں یہ واقعہ آیا ہے کہ حد کا مرتکب ایک بار اقرار کرنے کے بعد اپنے آپ پر حد لاگو کرنے کے لیے کہتا ہے، مگر آپ اس سے بار بار اقرار لیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ احادیث ایک خاص حکمت کی آئینہ دار ہیں، یعنی اعترافِ جرم کرنے والے کے عقل و شعور پر کوئی شک ہو تو وہ دور ہو جائے، یا اس نے کوئی نشہ کر رکھا ہو تو پتہ چل جائے۔ بس اسی غرض و غایت کے لیے بار بار اقرار لیا گیا۔

اور ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے قصے میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتی کہ ماعز نے چار بار اقرار کیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نفاذِ حد کے لیے چار بار کہنا شرط ہے، بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام کو حق حاصل ہے کہ بعض احوال میں مزید تاکید و پختگی کے لیے ایسا طرزِ عمل اختیار کرے تو جائز ہے۔

زنا کا اثبات چار گواہوں کی گواہی سے بھی ہو جاتا ہے: جیسے کہ درج ذیل آیات قرآنیہ میں اس کا بیان آیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمٰنِينَ جَلْدَةً﴾

[1] صحيح البخاري، الحدود، باب هل يقول الإمام للمقر: لعلك لَمَستَ أو غَمَزتَ، حديث: 6824، صحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث: 1693 واللفظ له. [2] صحيح البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، حديث: 2696،2695، وصحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث: 1698،1697. [3] صحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث: 1695. جبکہ بعض محققین چار بار اعتراف کو حد کے نفاذ کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیثوں سے چار بار کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے کہ عدمِ ذکر سے عدم لازم نہیں آتا۔ (عبد الولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے، تو تم انھیں اسّی کوڑے مارو۔'' [1]

یہ صریح دلیل ہے کہ زنا کا ثبوت ان چار افراد کی گواہی ہی سے ہوگا۔ اگر چار گواہ نہ ہوں گے تو زنا کا الزام لگانے والوں کو کوڑے لگیں گے: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ﴾

''اور تمھاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کا کام کریں، تو تم ان پر اپنے میں سے چار مرد گواہ ٹھہرالو۔'' [2]

سورۂ نور میں واقعہ افک کے ضمن میں فرمایا گیا ہے:

﴿لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝﴾

''وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی لوگ اللہ کے ہاں جھوٹے ہیں۔'' [3]

اقرار یا گواہی میں یہ صراحت ہونا واجب ہے کہ اقرار کرنے والا یا گواہ یہ کہے کہ ایک کا عضو دوسرے کی شرمگاہ میں داخل ہوا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، کہتے ہیں کہ جب ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، تو آپ نے اس سے کہا:

«لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ أَوْ غَمَزْتَ أَوْ نَظَرْتَ؟» قَالَ: لَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «أَنِكْتَهَا؟» لَا يَكْنِي، قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهِ»

''شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا، چٹکی بھری ہوگی یا دیکھا ہوگا؟'' اس نے کہا: نہیں اے اللہ کے رسول! اب آپ نے واضح لفظوں میں پوچھا: ''کیا تو نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے؟'' چنانچہ اس کے اقرار پر آپ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔'' [4]

تین افراد گواہی دیں اور چوتھا منکر ہو جائے تو تینوں پر قذف کی حد لاگو ہوگی: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے، تو تم انھیں اسّی کوڑے مارو

[1] النور 4:24. [2] النسآء 15:4. [3] النور 13:24. [4] صحيح البخاري، الحدود، باب: هل يقول الإمام للمقر: لعلك لَمَسْتَ أوغَمَزْتَ، حديث: 6824.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تم ان کی شہادت (گواہی) کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ نافرمان ہیں۔“ [1]

قسامہ بن زہیر سے روایت ہے کہ جب ابوبکرہ اور مغیرہ بن شعبہ کے مابین جو معاملہ پیش آیا، یعنی ابوبکرہ نے مغیرہ بن شعبہ پر بدکاری کی تہمت لگائی...... تو عمر رضی اللہ عنہ نے گواہ طلب کیے، چنانچہ ابوبکرہ، شبل بن معبد اور ابوعبداللہ نافع نے گواہی دے دی، عمر رضی اللہ عنہ کو بڑی پریشانی ہوئی، جب زیاد آیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان شاء اللہ تو حق و صداقت ہی کی گواہی دے گا۔ زیاد نے کہا: زنا کی تو میں گواہی نہیں دیتا، لیکن میں نے بڑی قبیح حالت دیکھی ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! انھیں حد لگاؤ، چنانچہ تینوں گواہوں کو حد قذف لگائی گئی۔ ابوبکرہ نے حد لگائے جانے کے بعد بھی کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ زانی ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے پھر ارادہ کیا کہ اس پر دوبارہ حد قذف لگا دیں لیکن علی رضی اللہ عنہ نے روک دیا۔ اور فرمایا: اگر آپ اسے حد لگاتے ہیں تو پہلے اپنے اس صاحب کو رجم کیجیے، چنانچہ اسے چھوڑ دیا اور حد نہیں لگائی۔ [2]

اپنے اقرار سے رجوع کرنے والے سے حد ساقط ہو جاتی ہے: محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا، تو انھوں نے کہا: مجھے حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب نے بتایا کہ مجھے قبیلۂ اسلم کے کئی معتبر افراد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ماعز کے بارے میں) صحابہ سے فرمایا تھا: «فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ!» ”تو تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا!“

حسن بن محمد کہتے ہیں کہ یہ روایت میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تو میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، ان سے کہا کہ قبیلۂ اسلم کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب ماعز پر پتھر برسے اور اس کی چیخ پکار بلند ہوئی تو بعد میں یہ کیفیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی، تو آپ نے فرمایا:

«أَلَّا تَرَكْتُمُوهُ!» ”تو تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا!“

یہ روایت واضح نہیں ہو رہی۔ مجھ سے یہ بات سن کر جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بھتیجے! میں اس واقعے سے سب سے زیادہ آگاہ ہوں۔ میں ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے ماعز کو پتھر مارے تھے۔ ہم لوگ اسے لے گئے اور اس پر پتھر برسانے لگے، وہ پتھروں کی ضرب کی تاب نہ لا کر چیخ اٹھا: اے میری قوم! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو، مجھے میری قوم نے مروا ڈالا، ان لوگوں نے مجھے میری جان کے بارے میں دھوکہ دیا ہے، انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے قتل نہیں کریں گے، ماعز اسی طرح چیختا رہا مگر ہم نے اسے نہیں چھوڑا، برابر پتھراؤ کیا حتی

[1] النور 24:4. [2] [صحیح] السنن الکبری للبیهقي: 234/8، والإرواء، حدیث: 2679.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اسے مار ہی ڈالا۔ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے اور آپ کو اس کی روداد سنائی تو آپ نے فرمایا:

«فَهَلَّا تَرَكْتُمُوهُ وَجِئْتُمُونِي بِهِ»

''تو تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا اور میرے پاس کیوں نہ لے آئے!''

یہ اس لیے فرمایا کہ آپ اس سے معاملے کی مزید تصدیق کرنے کے خواہش مند تھے، یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ ''حد'' پر عمل درآمد روک دیں، یہ بات ہرگز نہ تھی۔ حسن بن محمد کہتے ہیں کہ اس طرح یہ ماجرا سن کر مجھ پر اس حدیث کی حقیقت واضح ہوگئی۔ [1]

عورت کے باکرہ یا رتقاء اور مرد کے مقطوع الذکر یا نامرد ثابت ہونے پر حد ساقط ہو جاتی ہے: کیونکہ ان صورتوں میں ملاپ کا کوئی امکان نہیں، پس یہ محض زنا کا الزام ہوگا اور اس بارے میں ہر گواہی یا اقرار باطل ہو جائے گا کیونکہ اس دعوے کا جھوٹ بہت واضح ہے۔

زانی کو سزا دینے کے لیے سینے تک گڑھا کھودا جائے: بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے واپس بھیج دیا۔ اگلا دن طلوع ہوا، وہ پھر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے اسے لوٹا دیا اور اس کی قوم سے دریافت کرایا:

«أَتَعْلَمُونَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا تُنْكِرُونَ مِنْهُ شَيْئًا؟»

''کیا تم اس کی عقل میں کچھ فرق اور اس کی باتوں میں کچھ فتور محسوس کرتے ہو؟''

انھوں نے جواب دیا: ہم تو اسے بالکل صحیح اور باشعور پاتے ہیں اور بظاہر دیکھنے میں یہ ہمارے صالح افراد میں سے ہے۔ ماعز تیسری بار آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کی قوم سے پھر تحقیق کرائی تو ان لوگوں نے کہا: اسے کوئی مرض نہیں، اس کی عقل بھی کسی طرح متاثر نہیں ہے۔ پس جب وہ چوتھی بار آیا (اور اقرار کیا) تو اس کے لیے گڑھا کھودا گیا اور آپ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا۔ [2]

زانیہ اگر حاملہ ہو تو اسے کب رجم کیا جائے گا؟ جو عورت حاملہ ہو اسے اس وقت تک رجم نہ کیا جائے جب تک کہ بچے کو جنم نہ دے لے اور اپنے بچے کو دودھ نہ پلا لے (جب اس کے لیے کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ

[1] [حسن] سنن أبي داود، الحدود، باب رجم ماعز بن مالك، حديث:4420. [2] صحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث:1695.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو)۔ جناب بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلۂ ازد کے خاندان غامد کی عورت آئی، کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! مجھے پاک کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا:

«وَيْحَكِ! ارْجِعِي فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ»، فَقَالَتْ: أَرَاكَ تُرِيدُ أَنْ تُرَدِّدَنِي كَمَا رَدَّدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: «وَمَا ذَاكِ؟» قَالَتْ: إِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنٰى، فَقَالَ: «آنْتِ؟» قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ لَهَا: «حَتّٰى تَضَعِي مَا فِي بَطْنِكِ»، قَالَ: فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ، قَالَ: فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ، فَقَالَ: «إِذًا لَّا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيرًا لَّيْسَ لَهُ مَنْ يُّرْضِعُهُ» فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: إِلَيَّ رَضَاعُهُ، يَا نَبِيَّ اللهِ! قَالَ: فَرَجَمَهَا.

”تجھ پر افسوس! واپس چلی جا، اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔“ تو اُس نے کہا: میرا خیال ہے آپ مجھے بھی اسی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں جس طرح ماعز بن مالک کو لوٹا دیا تھا۔ آپ نے پوچھا: ”کیا ہوا؟“ اس نے کہا کہ میں زنا کی وجہ سے حاملہ ہوں، آپ نے کہا: ”کیا تو؟“ اس نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”اس وقت تک کے لیے توقف کرو کہ جو تمھارے بطن میں ہے، اسے جنم دے دو۔“ راوی کا بیان ہے کہ پھر ایک انصاری نے اس کی ذمہ داری لے لی، حتی کہ اس نے بچے کو جنم دیا، پھر وہ انصاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی کہ اس غامدی عورت نے ایک بچے کو جنم دیا ہے، آپ نے فرمایا: ”ابھی تو ہم اسے رجم نہیں کر سکتے کہ اس کے بچے کو چھوٹا ہی چھوڑ دیں اور اسے کوئی دودھ پلانے والا ہی نہ ہو۔“ یہ ارشاد سن کر ایک انصاری کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس کا دودھ پلانا میرے ذمے رہا، اے اللہ کے نبی! چنانچہ آپ نے اس خاتون کو رجم کرنے کا حکم دے دیا۔“ [1]

غیر شادی شدہ بیمار زانی کو کھجور کی ڈالی سے بھی سزا دی جا سکتی ہے: جب کوئی (غیر شادی شدہ) زانی بیمار ہو اور اس کی شفایابی کی بھی امید نہ ہو تو اس صورت میں اسے کھجور کی ایک ڈالی سے بھی سزا دی جا سکتی ہے۔

جناب سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے محلے میں ایک آدمی تھا، وہ جسمانی طور پر بڑا ناقص الخلقت اور انتہائی کمزور تھا لیکن ایک دن اچانک (خلاف توقع) اسے دیکھا گیا کہ وہ محلے کی ایک لونڈی پر چھایا ہوا تھا اور اس کے ساتھ خباثت کر رہا تھا۔ چنانچہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحیح مسلم، الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنٰی، حدیث: 1695.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اِجْلِدُوهُ ضَرْبَ مِائَةِ سَوْطٍ» قَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ! هُوَ أَضْعَفُ مِنْ ذٰلِكَ. لَوْ ضَرَبْنَاهُ مِائَةَ سَوْطٍ مَّاتَ. قَالَ: «فَخُذُوا لَهُ [عِثْكَالًا] فِيهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ، فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً وَّاحِدَةً»

''اسے سو کوڑے لگاؤ۔'' صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ انتہائی کمزور ہے، ہم نے اس کو سو کوڑے لگائے تو وہ مر جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے کھجور کی ایک ڈالی لے لو جس میں سو شاخیں ہوں اور وہ اسے ایک ہی مار دو۔'' [1]

لیکن اگر مجرم مریض ایسا ہو جس کے شفایاب ہونے کی امید ہو تو اسے مہلت دی جائے گی: ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے غلاموں پر (بھی) حد لگایا کرو، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کیا تھا، آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے کوڑے لگاؤں، مگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ ابھی ابھی نفاس سے اٹھی ہے، مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے اسے کوڑے مارے تو یہ مر جائے گی، میں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے فرمایا: ''تو نے بہت اچھا کیا۔'' [2]

لواطت کی حد قتل ہے، فاعل اور مفعول شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ دونوں کو قتل کر دیا جائے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ وَّجَدْتُمُوهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُولَ بِهِ»

''تم جسے قوم لوط کا سا کام کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' [3]

لواطت سے مراد یہ ہے کہ کوئی مرد کسی دوسرے مرد کی دبر میں بدکاری کرے یا کسی اجنبی عورت کے ساتھ یہی بدفعلی کرے تب بھی یہی حکم ہے۔

حیوان سے بدفعلی کی سزا تعزیر ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: ''جو شخص کسی حیوان سے بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے۔'' [4]

---

[1] [صحيح] سنن ابن ماجه، الحدود، باب الكبير والمريض ......، حديث: 2574. [2] صحيح مسلم، الحدود، باب تأخير الحد ......، حديث: 1705. [3] [ضعيف] سنن أبي داود، الحدود، باب فيمن عمل ......، حديث: 4462، وجامع الترمذي، الحدود، باب ماجاء في حد اللوطي، حديث: 1456، وسنن ابن ماجه، الحدود، باب من عمل عمل قوم لوط، حديث: 2561. لیکن یہ حدیث ثابت نہیں کیونکہ یہ عمرو بن أبي عمرو عن عکرمۃ کی روایت ہے جو کہ ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا اس جرم عظیم اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کے لیے بھی سخت تعزیر ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: المحلی لابن حزم: 11/385. (عبدالولی) [4] [صحيح] سنن أبي داود، الحدود، باب فيمن أتى بهيمة، حديث: 4465، وجامع الترمذي، الحدود، باب ماجاء فيمن يقع ......، حديث: 1455.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب ایسا فعل کرنے والے پر حد نہ ہوگی تو تعزیر اس پر لازم آئے گی کیونکہ اس نے ایسا جرم کیا ہے جس کی شرعی حد نہیں ہے اور نہ کفارہ ہی۔

مملوک غلام کی حد، آزاد کی سزا سے آدھی ہوتی ہے: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾

''(اور اس کے بعد وہ بدکاری کریں) تو ان کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے۔''[1]

نیز علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہی بات بیان کی گئی جو اسی باب میں گزر چکی ہے۔

جسے بدکاری پر مجبور کیا گیا ہو اس پر حد نہیں: جناب ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی، اسے پیاس نے پریشان کر دیا تھا، وہ ایک چرواہے کے پاس سے گزری تو اس سے پانی مانگا، چرواہے نے انکار کر دیا، الا یہ کہ وہ اسے بدکاری کا موقع دے، چنانچہ یہ عورت بدی پر مجبور ہوگئی، عمر رضی اللہ عنہ نے اسے رجم کرنے کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ خاتون مجبور تھی، میرا خیال یہ ہے کہ آپ اسے چھوڑ دیں، چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا۔[2]

حد قذف (کسی پر زنا کی تہمت لگا دینے کی سزا)

تہمت لگانے کی حد اسی کوڑے ہے: جیسا کہ اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہیں لاتے، تو تم انھیں اسّی کوڑے مارو۔''[3]

یہ جرم خود مجرم کے اعتراف یا دو عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔

تہمت لگانے والا عادل نہیں رہتا حتی کہ توبہ کرے: جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ ''اور تم ان کی شہادت (گواہی) کبھی قبول نہ کرو۔''[4]

تہمت لگانے والے سے حد قذف دو صورتوں میں ٹل سکتی ہے: (1) جب وہ چار گواہ پیش کر دے: اس صورت میں اس کی بات قذف اور تہمت نہیں ہوگی بلکہ ان چار گواہوں کے بیان سے ثابت ہوگا کہ زنا کا ارتکاب ہوا ہے۔

---

[1] النسآء 4:25. [2] [صحیح] السنن الکبرٰی للبیھقي: 8/236، والإرواء، حدیث: 2313. [3] النور 24:4. [4] النور 24:4.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(2) جب تہمت زدہ فرد زنا کا اقرار کر لے: اس صورت میں الزام لگانے والے پر حد قذف کے بجائے زنا کے معترف پر حد لاگو ہوگی۔

چوری کی حد

چور پر حد جاری کرنے کی شرطیں

چور شرعی امور کا مکلّف اور صاحبِ اختیار ہو: مکلّف ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ایسا آدمی مسلمان ہو، بالغ ہو اور عقل مند ہو۔ مسلمان ہونے کی شرط اس دلیل سے ثابت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روانہ کیا اور فرمایا:

«إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، فَادْعُهُمْ إِلٰى شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ»

”تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، ان لوگوں کو شہادت توحید و رسالت کی دعوت دینا، اگر وہ تمھاری اطاعت کریں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔“ [1]

عاقل اور بالغ ہونے کی شرط اور اس کی دلیل: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتّٰى يَعْقِلَ»

”تین قسم کے آدمیوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے: سوئے ہوئے سے حتی کہ جاگ جائے، چھوٹے بچے سے حتی کہ بالغ ہو جائے اور پاگل سے حتی کہ عقل مند ہو جائے۔“ [2]

[1] صحيح البخاري، الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد في الفقراء حيث كانوا، حديث:1496، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حديث: 19 واللفظ له. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الحدود، باب في المجنون يسرق أويصيب حدا، حديث: 4398، وسنن النسائي، الطلاق، باب من لا يقع طلاقه من الأزواج، حديث: 3462، وسنن ابن ماجه، الطلاق، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم، حديث:2041، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 83/3 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

با اختیار ہونے کی شرط اور اس کی دلیل: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأَ وَالنِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ»

''اللہ تعالیٰ نے میری امت پر غلطی، بھول چوک اور جس پر انھیں مجبور کیا جائے، وہ امر معاف فرما دیا ہے۔'' [1]

چوری شدہ مال بحفاظت رکھا گیا ہو: ''حرز'' (جائے حفاظت) سے مراد ایسی جگہ ہے جو معروف معنوں میں ''تحفظ'' کی جگہ سمجھی جاتی ہو، یا ایسی حالت میں ہو کہ اس تک مالک کے علاوہ کسی غیر کا ہاتھ نہ پہنچ پائے۔

مال کا اپنے 'حرز' یعنی محفوظ جگہ میں ہونا کئی احادیث سے ثابت ہے۔ جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پھل کی چوری کے متعلق پوچھا گیا جو درختوں پر لگا ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: ''اگر کسی ضرورت مند نے لیا ہو بشرطیکہ اس نے اپنے پلے میں کچھ نہ باندھا ہو تو اس پر کوئی باز پرس نہیں، البتہ اگر کوئی کچھ لے کر نکلا ہو تو اس پر اس کا دوگنا جرمانہ ہے اور سزا بھی! اگر کوئی ایسے پھل چرائے جو کھلیان، یعنی پھل خشک اور محفوظ کرنے کی جگہ رکھے گئے ہوں اور اس کی قیمت ایک ڈھال کو پہنچتی ہو تو اس پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو اس سے کم چرائے تو اس پر اسی کا دوگنا جرمانہ ہے اور سزا بھی۔'' [2]

اس روایت میں ''سزا'' سے مراد ''تعزیر'' ہے۔

چوتھائی دینار مالیت تک کا مال چوری کرنے کی سزا: ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہاتھ چوتھائی دینار (مالیت تک کی چوری) اور اس سے زیادہ پر کاٹا جاتا ہے۔'' [3]

چوتھائی دینار (سونے کا وزن) 1.0625 گرام کے برابر ہوتا ہے۔

* چوری کا ثبوت دو طرح عیاں ہوتا ہے: (1) چور کا اقبالی بیان: اس کی دلیل وہ صحیح احادیث ہیں جو حد زنا کے اثبات میں پہلے گزر چکی ہیں۔

(2) دو عادل گواہوں کی شہادت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] [صحيح] المستدرك للحاكم: 198/2، وابن حبان (الموارد)، حديث: 1498 واللفظ له. [2] [حسن] سنن أبي داود، الحدود، باب مالا قطع فيه، حديث: 4390، وجامع الترمذي، البيوع، باب ماجاء في الرخصة في أكل الثمرة للماربها، حديث: 1289، وسنن النسائي، قطع السارق، باب الثمر يسرق بعد أن يؤويه الجرين، حديث: 4961. [3] صحيح البخاري، الحدود، باب قول الله تعالى: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا﴾ وفي كم يقطع؟ حديث: 6789، وصحيح مسلم، الحدود، باب حد السرقة ونصابها، حديث: 1684.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ط ﴾

"اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں) جنھیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو (یہ اس لیے) کہ ان میں سے ایک عورت اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔" [1]

چور کا دایاں ہاتھ (پہنچے سے) کاٹ دیا جائے: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ ﴾

"اور تم چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو، یہ اللہ کی طرف سے اس گناہ کی عبرت ناک سزا ہے جو انھوں نے کیا اور اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے۔" [2]

چوری کا مقدمہ حاکم مجاز تک پہنچنے سے پہلے صاحب مال معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی:

جناب عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«تَعَافَوُا الْحُدُودَ فِيمَا بَيْنَكُمْ، فَمَا بَلَغَنِي مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ»

"حدود کے معاملات آپس ہی میں معاف کر کرا دیا کرو، حد کا جو معاملہ مجھ تک پہنچ گیا، وہ واجب ہو گیا۔" [3]

چار صورتوں میں ہاتھ نہیں کٹتا: (1) کوئی شخص پھل درخت سے توڑ کر کھا لے اور گھر نہ لے جائے۔

(2) خائن (3) مال لوٹنے والا لٹیرا (4) جھپٹا مار کر لے جانے والا اچکا۔

درختوں سے پھل توڑ کر کھانے والے کے بارے میں حدیث مسئلۂ حرز کے ذیل میں پہلے گزر چکی ہے اور بقیہ کے متعلق دلیل یہ ہے: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ عَلَى خَائِنٍ وَّلَا مُنْتَهِبٍ وَّلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ»

"خائن، لٹیرے اور اچکے کا ہاتھ نہیں کٹتا۔" [4]

---

[1] البقرة 2:282. [2] المآئدة 5:38. [3] [صحيح] سنن أبي داود، الحدود، باب يعفى عن الحدود مالم تبلغ السلطان، حديث: 4376، وسنن النسائي، قطع السارق، باب مايكون حرزا ومالايكون، حديث: 4890. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الحدود، باب القطع في الخلسة والخيانة، حديث: 4391-4393، وجامع الترمذي، الحدود، باب ماجاء في الخائن والمختلس والمنتهب، حديث: 1448. ایسے مجرموں پر قاضی کوئی اور شدید تعزیر نافذ کرے گا۔ (مترجم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(1) چور سے حد ٹالنے والی تلقین کرنے کی دلیل ضعیف ہے: ابو امیہ مخزومی کی روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا، اس نے چوری کا اعتراف کیا تھا، مگر اس کے پاس سے کوئی مال نہیں ملا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ؟» قَالَ: بَلٰى، فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، فَأَمَرَ بِهِ فَقُطِعَ وَجِيءَ بِهِ، فَقَالَ: «اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَيْهِ»، فَقَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ. فَقَالَ: «اَللّٰهُمَّ! تُبْ عَلَيْهِ»، ثَلَاثًا»

''میں نہیں سمجھتا کہ تو نے چوری کی ہے؟'' وہ بولا: کیوں نہیں! آپ نے اپنی بات دو یا تین بار دہرائی۔ پھر آپ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، اسے دوبارہ آپ کے پاس لایا گیا، تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔'' اس نے کہا: میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں، تب آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کی توبہ قبول فرما: یہ تین بار فرمایا۔''[1]

(2) کٹی ہوئی جگہ کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈبونے کی دلیل ضعیف ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا، اس نے ایک چادر چرائی تھی، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس نے چوری کی ہے، آپ نے فرمایا:

«اِذْهَبُوا بِهِ فَاقْطَعُوا ثُمَّ احْسِمُوهُ، ثُمَّ ائْتُونِي بِهِ» فَقُطِعَ فَأُتِيَ بِهِ، فَقَالَ «تُبْ إِلَى اللّٰهِ»، فَقَالَ: قَدْ تُبْتُ إِلَى اللّٰهِ قَالَ: «تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكَ»

''اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالو، پھر اسے کھولتے ہوئے تیل میں ڈبو دو اور پھر میرے پاس لاؤ۔'' چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور آپ کے پاس لایا گیا، تو آپ نے اس سے فرمایا: ''اللہ سے توبہ کرو۔'' اس نے کہا: میں اللہ کے حضور توبہ کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''اللہ تیری توبہ قبول فرمائے۔''[2]

یاد رہے کہ ضعیف حدیث سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

(3) عبرت کے لیے چور کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکانے کی دلیل ضعیف ہے: عبدالرحمٰن بن محیریز سے روایت ہے کہ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا چور کا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکانا سنت ہے؟ تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک چور لایا گیا، اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا، پھر آپ نے اس ہاتھ کے بارے میں حکم دیا تو اسے اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا۔[3]

[1] [ضعیف] الإرواء، حدیث: 2426. [2] [ضعیف] الإرواء، حدیث: 2431. [3] [ضعیف] الإرواء، حدیث: 2432.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب پینے کی حد

شراب پینا سب سے بڑے گناہوں میں سے ایک ہے: اہل علم کا یہی قول اور فتویٰ ہے۔[1]

وجوبِ حد کی شرطیں: اس کی شرط یہ ہے کہ شراب پینے والا شرعی احکام کا مکلّف اور صاحبِ اختیار ہو، اس کے دلائل پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

شرابی کی حد چالیس کوڑے ہے: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب پینے کے جرم پر کھجور کی چھڑیوں اور جوتوں سے بھی پٹائی کرائی ہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چالیس کوڑے مارے ہیں۔[2]

ایک اور روایت میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا، اس نے شراب پی لی تھی، آپ نے اسے کھجور کی دو چھڑیوں سے تقریباً چالیس (40) ضربیں لگائیں۔ انس رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ بعد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا اور جب عمر رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت آیا تو انھوں نے اس بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے کم اور ہلکی حد اسی درّے ہے، چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کا حکم دے دیا۔[3]

یہ حد اس صورت میں لاگو ہوگی جب مرتکب خود شراب پینے کا اعتراف کرے یا دو عادل گواہ شہادت دیں: اس کی دلیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

شرابی پر حد اس وقت ثابت ہوگی جب دو عادل گواہ شہادت دیں، چاہے قے کرنے پر: حضین بن منذر ابو ساسان فرماتے ہیں کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھا کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو لایا گیا، اس نے فجر کی نماز پڑھاتے ہوئے دو رکعتیں پڑھانے کے بعد نمازیوں سے پوچھا تھا: کیا اور بھی پڑھا دوں؟ اس کے بارے میں دو آدمیوں نے گواہی دی، ان میں سے ایک حمران تھا، اس نے بتایا کہ ولید نے شراب پی ہے، دوسرے گواہ نے کہا کہ میں نے اسے (بوجۂ شراب) قے کرتے دیکھا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس نے قے ہی

---

[1] ملاحظہ ہو: الكبائر للذهبي، ص: 133، الكبيرة التاسعة عشرة. [2] صحيح البخاري، الحدود، باب ماجاء في ضرب شارب الخمر، حديث: 6773، وصحيح مسلم، الحدود، باب حد الخمر، حديث: 1706. [3] صحيح مسلم، الحدود، باب حد الخمر، حديث: 1706.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کی ہے کہ اس نے پی رکھی تھی، پھر علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اٹھیے اور اسے کوڑے لگائیے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے کہا: اے حسن! اٹھو اور اسے کوڑے لگاؤ، وہ بولے: اس کی تلخی تو وہی برداشت کرے جو خلافت کے مزے لیتا ہے (وہ کچھ خفا سے تھے) اس پر علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر سے فرمایا: اٹھ اور اسے کوڑے لگا، چنانچہ انھوں نے کوڑے لگائے اور وہ کوڑے مارتے جاتے اور علی رضی اللہ عنہ گنتے جاتے تھے حتی کہ وہ چالیس تک پہنچے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس رک جاؤ، پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے چالیس تازیانے مارے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے مارے اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسی، سبھی سنت ہے مگر یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ [1]

چوتھی بار شراب پینے پر قتل کا حکم منسوخ ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ، فَاقْتُلُوهُ»

”اگر شراب پیے اسے کوڑے لگاؤ، دوبارہ پیے تو پھر کوڑے لگاؤ، پھر پیے تو پھر کوڑے لگاؤ اور چوتھی بار پیے تو اسے قتل کر دو۔“

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس نعمان کو لایا گیا۔ اس نے چوتھی بار شراب پی تھی، آپ نے اسے تازیانے مارے مگر قتل نہیں کیا، پس یہ فیصلہ قتل کے حکم کا ناسخ ہوا۔ [2]

ایسی خلاف ورزیاں جن پر کوئی شرعی حد ثابت نہیں، ان پر تعزیر لگانا جائز ہے: ابوبردہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«لَا يُجْلَدُ أَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِّنْ حُدُودِ اللهِ»

”کسی شخص کو دس کوڑوں سے زیادہ کی سزا نہ دی جائے، الّا یہ کہ یہ خلاف ورزی کی کوئی ایسی حرکت ہو جس پر اللہ کی طرف سے شرعی حد ثابت ہو۔“ [3]

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو ایک الزام کے تحت قید کر رکھا تھا۔ [4]

[1] صحيح مسلم، الحدود، باب حدّ الخمر، حديث: 1707. [2] [حسن] جامع الترمذي، الحدود، باب ماجاء من شرب الخمر فاجلدوه ومن عاد في الرابعة فاقتلوه، حديث: 1444، والسنن الكبرٰى للنسائي: 3/256، حديث: 5300، والمستدرك للحاكم: 4/371 واللفظ له. [3] صحيح البخاري، الحدود، باب كم التعزير والأدب؟ حديث: 6848، وصحيح مسلم، الحدود، باب قدر أسواط التعزير، حديث: 1708 واللفظ له. [4] [حسن] سنن أبي داود، القضاء، باب في الدَّين

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب پینے والے کو بددعا دینا جائز نہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں ایک آدمی تھا، اس کا نام عبداللہ تھا مگر وہ حمار (گدھے) کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ شخص نبی ﷺ کے ساتھ خوش طبعی کی باتیں بھی کرتا تھا اور آپ کو ہنساتا تھا۔ آپ نے اسے شراب پینے کے جرم پر حد لگائی۔ اور اسے پھر ایک دفعہ پکڑ کر لایا گیا، آپ نے حکم دیا اور اسے کوڑے مارے گئے، قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: اے اللہ! اس پر لعنت کر، اسے کس قدر بار بار لایا جاتا ہے! نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ، أَنَّهُ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ»

اس پر لعنت نہ کرو، اللہ کی قسم! جو مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔" [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نشے میں تھا۔ اسے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ نے اس کی پٹائی کرنے کا حکم دیا۔ ہم میں سے کچھ نے اسے اپنے ہاتھ سے مارا، کسی نے جوتے سے مارا اور کسی نے اپنے کپڑے سے مارا، جب اس سے فارغ ہوئے تو ایک شخص بولا: اسے کیا ہوا ہے، اللہ اسے رسوا کرے! یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَكُونُوا عَوْنَ الشَّيْطَانِ عَلَى أَخِيكُمْ»

"اپنے بھائی کے مقابلے میں شیطان کے معاون مت بنو۔" [2]

حرابہ (راہزنی) پر حد

حرابہ کی تعریف: دارالاسلام میں جب کوئی مسلمان فرد یا گروہ فتنہ فساد، قتل و غارت اور لوٹ مار کرنے لگے، لوگوں کی عزت پامال کرے، کھیتیاں ویران کرے، نسلیں برباد کرنے کے درپے ہو جائے اور یوں دین و اخلاق، نظامِ حکومت اور قانون کی بالادستی کو چیلنج کرے تو یہ عمل حرابہ کہلاتا ہے۔

محاربین کو عبرتناک سزا دینے کا حکم: جو لوگ مذکورہ بالا قسم کے جرائم کے مرتکب ہوں، انھیں درج ذیل چار

» هل يحبس به، حديث: 3630، و جامع الترمذي، الديات، باب ماجاء في الحبس في التهمة، حديث: 1417. [1] صحيح البخاري، الحدود، باب مايكره من لعن شارب الخمر، وإنه ليس بخارج من الملة، حديث: 6780. [2] صحيح البخاري، الحدود، باب مايكره من لعن شارب الخمر، وإنه ليس بخارج من المِلَّة، حديث: 6781.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا دی جا سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے: قتل کر ڈالنا، سولی پر چڑھانا، مخالف اطراف سے ہاتھ پاؤں کا کاٹ دینا یا ملک بدر کر دینا۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے:

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے بھاگ دوڑ کرتے ہیں، ان کی سزا تو صرف یہ ہے کہ انھیں قتل کیا جائے یا سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا انھیں جلا وطن کر دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' [1]

﴿ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ و رسول کے قانون کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق پر ظلم ڈھانے لگیں۔

﴿ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ ان کے کرتوتوں سے لوگوں کا امن وسکون غارت ہو جائے، یہ انھیں قتل کرنے کے درپے ہوں، ان کے مال لوٹنے لگیں اور انھیں ڈرائیں دھمکائیں۔

﴿ يُنْفَوْا ﴾ انھیں ملک سے نکال باہر کیا جائے، انھیں عبرت ناک سزا دی جائے یا یہ لوگ قید کر دیے جائیں۔

﴿ خِزْيٌ ﴾ سے مراد ہے: ذلت، رسوائی اور تادیب۔

امام کو حق حاصل ہے کہ محاربین کے ساتھ ایسا سلوک کرے جو اللہ کے دین کی رو سے اصلاح و امن کا باعث ہو: نبی ﷺ نے قبیلۂ عرینہ کے مفسدین کے لیے یہی صورت اپنائی تھی جس کا اوپر آیت کریمہ میں تذکرہ آیا ہے، یعنی ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے تھے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ انھیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہ آئی، آپ نے ان سے فرمایا:

«إِنْ شِئْتُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَتَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا»

''اگر چاہو تو باہر بادیہ (گاؤں) میں صدقے کے اونٹوں میں چلے جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو۔''

انھوں نے ایسے ہی کیا اور صحت مند ہو گئے، پھر وہ چرواہوں پر چڑھ دوڑے، انھیں قتل کر ڈالا اور اسلام سے بھی مرتد ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے اونٹ لے بھاگے۔ نبی اکرم علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے ان کا تعاقب

[1] المآئدة 5:33.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرایا۔ وہ پکڑے گئے اور انھیں نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا، تو آپ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیے، ان کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیریں، انھیں پتھریلی زمین میں چھوڑ دیا جہاں وہ بالآخر مر گئے۔ [1]

حَرَّة: یہ مدینہ منورہ میں ایک معروف سنگلاخ جگہ ہے جس میں کالے پتھر بہت زیادہ ہیں۔ اور ان لوگوں کو وہاں اس لیے ڈالا گیا تھا کہ یہ جگہ جہاں انھوں نے قتل اور غارت گری کی ہولناک واردات کی تھی، اس مقام کے نزدیک تھی۔

محاربین گرفتاری سے پہلے توبہ کر لیں تو ان پر حد نافذ نہیں ہوگی: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

’’سوائے ان لوگوں کے جو اس سے پہلے کہ تم ان پر قابو پاؤ، توبہ کر لیں، پس تم جان لو کہ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔‘‘ [2]

حد قتل کن لوگوں پر نافذ ہوتی ہے؟

حربی، یعنی وہ کافر جس سے مسلمانوں کا کسی قسم کا معاہدہ نہ ہو: اس لیے اللہ عز وجل نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے، مثلاً:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ﴾

’’ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اس چیز کو حرام نہیں ٹھہراتے جسے اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے، وہ جو اہل کتاب میں سے ہیں، (ان سے لڑو) یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔‘‘ [3]

اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾

’’اور تمام مشرکین سے لڑو جیسے وہ سارے تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔‘‘ [4]

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب أبوال الإبل والدواب والغنم ومرابضها، حديث: 233، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب حكم المحاربين والمرتدين، حديث: 1671 واللفظ له. [2] المآئدة 5:34. [3] التوبة 9:29. [4] التوبة 9:36.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ سے بھی متواتر طور پر ثابت ہے کہ آپ نے مشرکین کے ساتھ جنگیں کی ہیں۔ آپ انھیں تین باتوں کی دعوت دیا کرتے تھے اور اپنے کمان داروں کو بھی یہی تاکید فرماتے تھے کہ جنگ کے موقع پر وہ مشرکوں سے ان باتوں کا مطالبہ کریں، یہ تین باتیں ذیل کی حدیث میں آ رہی ہیں:

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر کا امیر یا کسی مہم کا قائد بناتے تھے تو اسے تاکید فرماتے تھے کہ وہ خاص طور پر اپنی ذات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور اپنے مسلمان ساتھیوں کے معاملے میں بھی بھلائی اختیار کرے اور فرماتے: ''جنگ کرو اللہ کے نام سے اس کے راستے میں ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ کا کفر کرتے ہیں۔ لڑائی کرو اور خیانت نہ کرنا، دھوکہ نہ دینا، مثلہ نہ کرنا، کسی بچے کو قتل نہ کرنا اور جب تمھارا مشرک دشمنوں سے آمنا سامنا ہو تو انھیں تین باتوں کی دعوت دینا اور ان میں سے جو بات وہ قبول کر لیں، تم بھی قبول کر لینا اور لڑائی سے باز رہنا (سب سے پہلے) انھیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ یہ قبول کر لیں، تو بہتر ہے، پھر ان سے اپنا ہاتھ روک لینا اور پیش کش کرنا کہ وہ اپنے گھروں سے دار المہاجرین کی طرف منتقل ہو جائیں۔ انھیں بتانا کہ اگر وہ ایسا کر لیں گے تو ان کے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان کی ذمہ داریاں بھی وہی ہوں گی جو مہاجرین کی ہیں، اگر وہ منتقل ہونے سے انکار کریں تو انھیں بتانا کہ تمھارا حال دیہاتی مسلمانوں کا سا ہوگا اور تم پر اللہ کا وہی حکم نافذ ہوگا جو اہل ایمان پر جاری ہوتا ہے اور انھیں غنیمت اور فے میں سے کچھ نہیں ملے گا سوائے اس کے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ (دوسری بات) اگر یہ مشرک اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان سے جزیے کا مطالبہ کرنا، اگر وہ تسلیم کر لیں تو بہتر ہے، پھر ان سے اپنا ہاتھ روک لینا، اگر وہ اس سے بھی انکاری ہوں تو (تیسری بات ہوگی کہ) اللہ سے مدد مانگتے ہوئے ان کے ساتھ جنگ آزما ہو جانا......۔''[1]

مرتد، یعنی جو اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر جائے: جناب عکرمہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو آگ میں جلایا۔ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خبر ملی تو کہا: اگر میں ہوتا تو انھیں آگ میں نہ جلاتا کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''اللہ کے عذاب جیسا کسی کو عذاب نہ دو۔'' میں انھیں قتل کر دیتا جیسے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو اپنا

[1] صحیح مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث، ووصيته إياهم بآداب الغزو وغيرها، حديث: 1731.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین بدل لے، اسے قتل کر دو۔"[1]

جادوگر: جادو کرنا کفر کی ایک قسم ہے۔ اس کا مرتکب مرتد ہے اور اسی سزا کے لائق ہے جس کا مستحق مرتد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہاروت اور ماروت کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾

"اور انھوں نے اس کی پیروی کی جسے شیطان، سلیمان کی بادشاہت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور انھوں نے اس کی پیروی کی جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا، وہ دونوں (فرشتے) جادو سکھانے سے پہلے کہہ دیتے تھے کہ ہم تو صرف آزمائش ہیں، لہٰذا تو کفر نہ کر، چنانچہ لوگ ان دونوں سے وہ جادو سیکھتے جس کے ذریعے سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈالتے اور وہ اس جادو سے اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اور لوگ ان سے وہ علم سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتا تھا، ان کو نفع نہیں دیتا تھا، حالانکہ وہ بالیقین جانتے تھے کہ جس نے اس (جادو) کو خریدا، آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں اور البتہ وہ بہت بری چیز تھی جس کے بدلے میں انھوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں، کاش! وہ جانتے ہوتے۔"[2]

یقیناً جادو کبیرہ گناہوں میں سے ہے، ملاحظہ ہو امام ذہبی رحمہ اللہ کی تالیف کتاب الکبائر۔ (الکبیرة الثالثة)

کاہن (غیب کی خبریں بتانے والا): کہانت کا عمل کفر کی ایک قسم ہے اور اس کا مرتکب بھی کفر ہی کا عمل کرتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے، جب اس کی تصدیق کفر ہے تو خود کاہن اور اس کا عمل کہانت بدرجۂ اولیٰ کفر ہے۔

صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، حديث: 3017. [2] البقرة 2:102.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا ہے:

«مَنْ أَتٰى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً»

''جو کسی عراف (غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس گیا اور اس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس رات کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔''[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَتٰى حَائِضًا أَوِ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ كَاهِنًا، فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ»

''جو شخص حائضہ عورت سے مباشرت کرے، یا عورت سے اس کی دبر میں مباشرت کرے، یا کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل کی گئی چیزوں کا کفر کیا۔''[2]

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، اللہ کی کتاب، نبی کی سنت یا اسلام کو گالی دینے والا: یہ اعمال کفر صریح کے موجب ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی مرتکب مرتد ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی ﷺ کو گالیاں دیتی تھی اور برا بھلا بھی کہتی تھی۔ ایک دن ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور وہ مرگئی، رسول اللہ ﷺ نے اس کا خون ضائع قرار دے دیا۔[3]

زندیق: یعنی وہ شخص جو بظاہر تو مسلمان ہو مگر اپنا کفر چھپائے ہوئے ہو اور اللہ کی شریعت کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو ایسا آدمی اللہ اور اس کے دین کا کافر ہے، اس کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ جب اس کے قول و فعل سے اس قسم کی کوئی بات صاف ظاہر ہو تو وہ مرتد ہے۔

* مندرجہ بالا قسم کے لوگوں پر حد قتل نافذ کی جائے مگر پہلے توبہ کرائی جائے: ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کا عامل بنایا گیا، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے، ابوموسیٰ نے انھیں تکیہ پیش کیا اور کہا کہ تشریف لائیں، اس وقت ایک آدمی بندھا ہوا تھا۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ یہودی تھا، مسلمان ہوا، اب پھر یہودی ہوگیا ہے۔ ابوموسیٰ نے کہا: بیٹھیے! معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک

---

[1] صحيح مسلم، السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، حديث: 2230. [2] [صحيح] سنن أبي داود، الكهانة والتطير، باب في الكهان، حديث: 3904، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية إتيان الحائض، حديث: 135، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب النهي عن إتيان الحائض، حديث: 639 واللفظ له. [3] [حسن] سنن أبي داود، الحدود، باب الحكم فيمن سب النبي، حديث: 4362.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مرتد کو قتل نہ کر دیا جائے۔ اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ انھوں نے یہ جملہ تین بار کہا۔ چنانچہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔[1]

لیکن یاد رہے کہ ان حدود کی تنفیذ کا اختیار خلیفہ، نائب خلیفہ اور حکومت کے پاس ہے، کوئی شخص یا تنظیم ان حدود کی تنفیذ کی مجاز نہیں۔

[1] صحيح البخاري، الأحكام، باب الحاكم يحكم بالقتل على من وجب عليه دون الإمام الذي فوقه، حديث: 7157، وصحيح مسلم، الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، حديث: 1733 بعد الحديث: 1652.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

16

قصاص کے احکام ومسائل

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

(البقرة2:179)

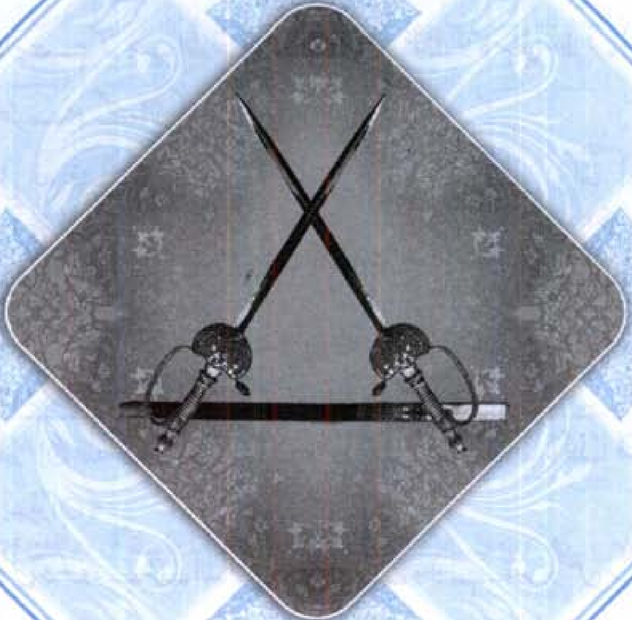

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصاص کے احکام و مسائل

قانونِ قصاص کے لازم ہونے کی دلیل: اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مسلمانوں پر قانونِ قصاص لاگو ہے۔

سورۂ بقرہ میں ہے: ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ﴾

''اے ایمان والو! قتل ہو جانے والوں (کے معاملے) میں تمھارے لیے برابر کا بدلہ لینے کا قانون فرض کر دیا گیا ہے۔'' [1]

اور فرمایا: ﴿ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾

''اور اے عقل والو! تمھارے لیے برابر کا بدلہ لینے ہی میں زندگی ہے۔'' [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی عطا فرمائی اور مکہ فتح ہوا تو آپ لوگوں (کے ہجوم) میں کھڑے ہو گئے، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا:

«... وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يُفْدَى وَإِمَّا أَنْ يُقْتَلَ»

''جس کا کوئی (عزیز) قتل ہو گیا ہو تو اسے دو باتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہے: یا قاتل سے خون بہا لے لے، یا قاتل کو قتل کر دیا جائے۔'' [3]

مسلمانوں کی عزت و حرمت کا احترام و تعظیم: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ○ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا وَظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ○ ﴾

''اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور جو شخص سرکشی اور ظلم سے ایسے (نافرمانی کے) کام کرے گا، تو اسے ہم جلد آگ میں ڈالیں گے اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔'' [4]

[1] البقرة 2:178. [2] البقرة 2:179. [3] صحيح البخاري، العلم، باب كتابة العلم، حديث: 112، وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة وتحريم صيدها وخلاها وشجرها ولقطتها، إلا لمنشد على...، حديث: 1355 واللفظ له. [4] النسآء 4:29، 30.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا جہنم ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہوگی اور اللہ نے اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' [1]

مزید فرمایا:

﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ﴾

''اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو قتل کر دے، سوائے اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد کرنے والا ہو، تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی ایک جان کو (ناحق قتل ہونے سے) بچائے، تو گویا اس نے تمام لوگوں کی جان بچائی۔'' [2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ»

''سات ہلاک کر دینے والے کاموں سے بچو۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی محترم جان کو ناحق قتل کر ڈالنا، یتیم کا مال کھا جانا، سود کھانا، لڑائی والے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [3]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فِي الدِّمَاءِ»

''سب سے پہلے لوگوں کے جس معاملے کا قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا، وہ خون ہوں گے۔'' [4]

[1] النسآء 4:93. [2] المآئدة 5:32. [3] صحيح البخاري، الوصايا، بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تعالى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ......﴾، حديث: 2766، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث: 89. [4] صحيح البخاري، الرقاق، باب القصاص يوم القيامة، حديث: 6533، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب المجازاة بالدماء في الآخرة وأنها أول مايقضى فيه بين الناس يوم القيامة، حديث: 1678 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* قصاص کس پر لازم آتا ہے؟ قتل کا قصاص اس شخص پر لازم آتا ہے جو مکلّف ہو، صاحبِ اختیار ہو اور اس نے عمداً قتل کیا ہو۔

قتل کی اقسام

1. قتل عمد: یہ ہے کہ کوئی کسی دوسرے انسان کو جانے بوجھے ارادتاً قتل کرے اور ایسے آلے کے ساتھ کرے جس سے انسان عموماً ہلاک ہو جاتا ہے۔

2. شبہ عمد: اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی دوسرے کو ایسی چیز سے چوٹ مارے جس سے عموماً موت واقع نہیں ہوتی۔

3. قتل خطا: یہ ہے کہ مارنے والے نے مقتول کو مارنے کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا، بلکہ مارنے والا کسی شکار وغیرہ کو مارنا چاہتا تھا مگر غلطی سے گولی اتفاقاً کسی اور کو جا لگی۔

وارثوں کو قصاص سے دستبردار ہو کر دیت لینے کا حق حاصل ہے: اس کی دلیل گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہے۔

قتل سرزد ہو جانے کی صورت میں مرتب ہونے والے احکام: قتل اگر شبہ العمد ہو یا خطا سے ہو، ان دو صورتوں میں قاتل پر کفارہ اور اس کے عاقلہ، یعنی عصبہ رشتہ داروں پر دیت لازم آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَھْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِــيْمًا ۝ ﴾

”اور کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے، مگر غلطی سے (ہو جائے تو اس کا حکم الگ ہے) اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے، اس پر ایک مسلمان غلام آزاد کرنا اور مقتول کے رشتے داروں کو خون بہا ادا کرنا لازم ہے۔ ہاں، اگر وہ لوگ معاف کر دیں (تو اور بات ہے۔) پھر اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہو جو تمھاری دشمن ہو جبکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ اور اگر وہ ایسی قوم میں سے ہو کہ تمھارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا، پھر جو شخص غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا، ہو وہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے، یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے توبہ (قبول کرنے کا ذریعہ) ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہت حکمت والا ہے۔“[1]

اور قتل عمد کی صورت میں مقتول کے وارث کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت (خون بہا) لے کر معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

”اے ایمان والو! قتل ہو جانے والوں (کے معاملے) میں تمھارے لیے (قانون) قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے، غلام، غلام کے بدلے اور عورت، عورت کے بدلے، پھر جس (قاتل) کو اس کا بھائی (مقتول کا ولی) کچھ (قصاص) معاف کر دے تو معروف طریقے سے اتباع (دیت کا مطالبہ) ہو اور اچھے طریقے سے (دیت کی) ادائیگی ہو۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے، پھر اس کے بعد جس شخص نے زیادتی کی، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ، إِمَّا أَنْ يُودٰى وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ»

”جس کا کوئی (عزیز) قتل کر دیا گیا ہو، اسے دو باتوں کا اختیار ہے: اسے دیت دی جائے یا قصاص۔“[3]

اور یہ دیت (خون بہا) قتل کا عوض نہیں بلکہ قصاص چھوڑنے کا بدل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقتول کے اولیاء کو حق حاصل ہے کہ متعین دیت کے علاوہ بھی کچھ چاہیں تو عائد کریں، خواہ وہ اس معروف دیت سے زیادہ ہی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«مَنْ قَتَلَ عَمْدًا، دُفِعَ إِلٰى أَوْلِيَاءِ الْقَتِيلِ. فَإِنْ شَاءُوا قَتَلُوا. وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الدِّيَةَ. وَذٰلِكَ ثَلَاثُونَ حِقَّةً وَّثَلَاثُونَ جَذَعَةً وَّأَرْبَعُونَ خَلِفَةً. وَذٰلِكَ عَقْلُ الْعَمْدِ. وَمَا صُولِحُوا عَلَيْهِ، فَهُوَ لَهُمْ. وَذٰلِكَ تَشْدِيدُ الْعَقْلِ»

”جس نے جان بوجھ کر (عمداً) قتل کیا ہو، اسے مقتول کے وارثوں کے حوالے کیا جائے، وہ چاہیں تو قتل کر

[1] النسآء 4:92. [2] البقرة 2:178. [3] صحيح البخاري، الديات، باب من قتل فهو بخير النظرين، حديث: 6880، وصحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة وتحريم صيدها وخلاها وشجرها ولقطتها إلا لمنشد على الدوام، حديث: 1355، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 8/52 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں اور اس کی مقدار 100 (سو) اونٹنیاں ہے: تیس حقہ (جو چوتھے سال میں ہو)، تیس جذعہ (جو پانچویں سال میں ہو) اور چالیس حاملہ، یہ قتل عمد کی دیت ہے اور جس پر بھی اُن (وارثوں) سے مصالحت کی جائے وہ ان کا حق ہے۔ اور یہ سب کچھ دیت (خون بہا) میں شدت اور سختی کی بنا پر ہے۔" [1]

اور بغیر کچھ لیے معاف کر دینا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ﴾ "اور تم معاف کر دو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔" [2]

اور نبی ﷺ نے فرمایا: «وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا»

"معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں مزید اضافہ ہی کرتا ہے۔" [3]

عورت کو مرد، غلام کو آزاد اور کافر کو مسلمان کے قصاص میں قتل کیا جائے گا: ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ یمن کے لیے ایک تحریر لکھوائی تھی جس میں فرائض، سنن اور دیات کا بیان تھا۔ آپ نے یہ خط عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا، پھر اسے اہلِ یمن کے روبرو پڑھا گیا، اس مکتوب گرامی کا مضمون یہ تھا: "من جانب نبی محمد ﷺ بنام سرداران قبائل ذی رعین، معافر و ہمدان، شرحبیل بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور حارث بن عبد کلال، امابعد! جس نے کسی مومن کو ناحق (بے قصور) قتل کیا اور اس کے گواہ بھی موجود ہوں تو اس پر قصاص ہے الا یہ کہ مقتول کے وارث راضی ہو جائیں اور ایک جان کی دیت سو اونٹ ہے۔ اور ناک پوری کٹی ہو تو اس پر پوری دیت ہے۔ زبان کے لیے پوری دیت ہے۔ ہونٹوں پر پوری دیت ہے۔ خصیتین پر پوری دیت ہے، ذکر پر پوری دیت ہے، کمر توڑ دینے پر پوری دیت ہے، دونوں آنکھوں کے لیے پوری دیت ہے، ایک ٹانگ پر آدھی دیت ہے، کھوپڑی اور بھیجے کی چوٹ پر تہائی دیت ہے، پیٹ کے اس زخم میں جو اندر تک چلا جائے، تہائی دیت ہے اور ایسی چوٹ پر جس سے ہڈی کا جوڑ نکل جائے، پندرہ اونٹ ہیں، انگلی ٹوٹ جائے چاہے ہاتھ کی ہو یا پاؤں کی، اس پر دس اونٹ ہیں، دانت پر پانچ اونٹ ہیں، ایسا زخم جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے، اس پر پانچ اونٹ ہیں۔ اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ اور جو سونے کی شکل میں دینا چاہیں، ان کی دیت ایک ہزار دینار ہے۔" [4]

[1] [حسن] جامع الترمذي، الديات، باب ماجاء في الدية كم هي من الإبل ؟ حديث : 1387، وسنن ابن ماجه، الديات، باب من قتل عمدًا فرضوا بالدية، حديث: 2626 واللفظ له. [2] البقرة 2:237. [3] صحيح مسلم، البروالصلة، باب استحباب العفو والتواضع، حديث : 2588. [4] [صحيح] سنن النسائي، القسامة، ذكر حديث عمرو بن حزم في العقول واختلاف الناقلين له، حديث: 4857، وصحيح ابن حبان (الموارد): 3/75-79، حديث: 793، والمستدرك للحاكم:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بچی کچھ زیور پہنے ہوئے تھی کہ ایک یہودی نے اسے پتھر مار کر قتل کر دیا، اس بچی کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، ابھی اس کی سانس چل رہی تھی، آپ نے اس سے پوچھا:

«أَقَتَلَكِ فُلَانٌ؟»، فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا، ثُمَّ قَالَ فِي الثَّانِيَةِ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا، ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ نَعَمْ، فَقَتَلَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِحَجَرَيْنِ»

''کیا تجھے فلاں نے قتل کیا ہے؟'' اس نے اپنے سر کے اشارے سے کہا کہ نہیں، پھر دوسرے کا پوچھا، اس نے اشارہ کیا کہ نہیں، تیسری بار دریافت فرمایا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! تو آپ نے اس کو دو پتھروں کی ضرب سے قتل کر دیا۔''[1]

آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا نہ مسلمان کو کافر کے بدلے: سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ ﴾

''اے ایمان والو! قتل ہو جانے والوں (کے معاملے) میں تمھارے لیے برابر کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے، غلام، غلام کے بدلے اور عورت، عورت کے بدلے۔''[2]

کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآن میں نہ ہو؟ اور ایک روایت میں ہے: جو لوگوں کے پاس نہ ہو، انھوں نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا ہے! ہمارے پاس تو صرف وہی ہے جو قرآن کریم میں ہے، یا وہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کتاب میں تدبر کرنے سے کسی کو عنایت فرما دیتا ہے اور یہ ہے جو اس صحیفے میں ہے۔ میں نے کہا: اس صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا: دیتوں کی تفصیل ہے اور قیدیوں

[1] صحيح البخاري، الديات، بَابُ مَنْ أَقَادَ بِالْحَجَرِ، حديث: 6879، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب ثبوت القصاص في القتل بالحجر وغيره، من المحددات والمثقلات وقتل الرجل بالمرأة، حديث: 1672 واللفظ له. والسنن الكبرى للبيهقي: 90,89/4، و395/1-397 و485/3. [2] البقرة 178:2. آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا، یہ علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے، جبکہ ان کے ہاں اس پر قرآن و سنت سے کوئی واضح دلیل نہیں ہے، اس کے برعکس علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اگر آزاد شخص مسلمان غلام کو قتل کر دے تو اسے قتل کیا جائے گا، جس کی دلیل قرآن کریم کی آیت: ﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ ...... ﴾ ''بے شک نفس کے بدلے نفس کو قتل کیا جائے گا۔'' [المآئدة 45:5] ہے جس کے عموم کے تحت غلام بھی آتا ہے اور اسے اس کے عموم سے نکالنے والی کوئی قابلِ قبول دلیل نہیں ہے۔ مؤلف کا مذکورہ آیت سے استدلال نہایت بعید ہے۔ (عبدالولی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو چھڑانے کی ترغیب ہے اور یہ کہ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔ [1]

عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کرنا: اس میں راجح یہی ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ امام ابن منذر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ [2]

اصل کو فرع کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا: یعنی ماں باپ کو اولاد کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا، عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی مدلج کے آدمی کی ایک لونڈی تھی، اس آدمی کا اس لونڈی سے ایک لڑکا تھا، وہ آدمی اس لونڈی سے خدمت لیتا تھا، وہ لڑکا جوان ہو گیا، ایک دن باپ نے اس لونڈی کو پکارا اور مختلف کاموں کے لیے کہا کہ یہ کرو اور وہ کرو۔ اس لڑکے نے کہا: اب یہ تیرے پاس نہیں آئے گی، آخر تو کب تک میری ماں پر حکم چلاتا رہے گا؟ باپ کو اس پر بڑا غصہ آیا، اس نے تلوار پھینک کر ماری جو اس کی ٹانگ پر لگی جس سے ٹانگ کٹ گئی، بہت زیادہ خون نکلا حتی کہ وہ لڑکا مر گیا۔ وہ اپنی قوم کا ایک گروہ لے کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے فرمایا: ارے اپنی جان کے دشمن! تو نے اپنے بیٹے کو قتل کر دیا؟ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا:

«لَا يُقَادُ الْأَبُ مِنِ ابْنِهِ» ”باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔“

تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ چل اب اس کی دیت دے۔ چنانچہ وہ ایک سو بیس یا ایک سو تیس اونٹنیاں لایا، عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک سو اونٹنیاں منتخب کر لیں اور اس لڑکے کے وارثوں کو دے دیں اور اس باپ کو کچھ نہیں دیا۔ [3]

اعضاء کاٹ دینے یا زخمی کر دینے پر بھی ممکن حد تک قصاص ہے: جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾

”اور ہم نے تورات میں ان کے لیے لکھ دیا تھا کہ بے شک جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک، اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کا قصاص ہے۔“ [4]

---

[1] صحيح البخاري، الديات، باب العاقلة، حديث: 6903. [2] الإجماع لابن المنذر، رقم: 653، وصحيح البخاري، معلقًا قبل الحديث: 6886. [3] [صحيح] سنن الدار قطني: 140/3، حديث: 3246، والسنن الكبرى للبيهقي: 38/8 واللفظ له. [4] المائدة 45:5.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری پھوپھی ربیع نے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیے۔ وہ لوگ اپنا معاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ آپ نے قصاص کا حکم دیا تو انس بن نضر نے کہا: اے اللہ کے رسول!

أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ، لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «يَاأَنَسُ! كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ». فَرَضِيَ الْقَوْمُ، فَعَفَوْا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَّوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ»

کیا ربیع کے دانت توڑ دیے جائیں گے، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انس! کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔“ پھر لڑکی والے دیت لینے پر راضی ہو گئے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بلاشبہ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر قسم ڈال دیں تو وہ انھیں بری کر دیتا ہے۔“ [1]

وارثوں میں سے کوئی ایک بھی قاتل کو بری کر دے تو قصاص ساقط ہو جاتا ہے: کیونکہ قصاص اور دیت کا معاملہ وارثوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور انھیں دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوتا ہے، یعنی قصاص کا یا دیت کا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بتایا گیا ہے۔ اگر وہ سب لوگ مجرم کو قصاص سے بری کریں یا کوئی ایک وارث بھی اسے اپنے حق سے بری کر دے تو قصاص ساقط ہو جائے گا کیونکہ قصاص اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ سب وارثوں کو ان کے اپنے حق کے مطابق دیت میں سے حصہ دیا جائے گا۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ رشتہ داروں کے ذمے ہے جو اس کے وارث نہیں ہوتے سوائے اس چیز کے جو اس کے ذوی الفروض وارثوں سے بچ جائے۔ اگر کوئی عورت قتل ہو جائے تو اس کی دیت اس کے وارثوں کا حق ہے اور وہی اس کے قاتل کو قتل کریں گے۔ [2]

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ﴾، حديث: 4500، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب إثبات القصاص في الأسنان وَمَا في معناها، حديث: 1675 واللفظ له. [2] [حسن] سنن أبي داود، الديات، باب ديات الأعضاء، حديث: 4564، وسنن النسائي، القسامة، ذكر الاختلاف على خالد الحذاء، حديث: »

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* اگر وارثوں سے کوئی چھوٹی عمر کا ہو تو قصاص کے معاملے میں اس کا اس کے بلوغ تک انتظار کیا جائے گا۔

اس صورت میں کوئی قصاص نہیں ہے جب متأثرہ شخص خود اس کا سبب بنے: عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر کاٹ کھایا، اس نے کاٹنے والے کے منہ سے اپنا ہاتھ زور سے کھینچ لیا، اس وجہ سے اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ کر باہر نکل آئے، وہ لوگ اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے تو آپ نے فرمایا:

''یہ کیسی افسوس ناک بات ہے کہ اپنے بھائی کو یوں چباتا ہے جیسے کہ اونٹ چباتا ہے؟ اس کے لیے کوئی دیت نہیں ہے۔'' [1]

ایک شخص کے قتل کرنے میں کئی لوگ شریک ہوں تو کیا حکم ہے؟ حق یہ ہے کہ کئی مرد ہوں یا عورتیں، وہ کسی کے ناحق قتل عمد میں شریک ہوں گی تو ان سب کو قتل کیا جائے گا، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک لڑکے کو خفیہ طریقے سے قتل کر دیا گیا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اس کے قتل میں صنعاء کے تمام لوگ شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔ [2]

قتل خطا کی سزا دیت اور کفارہ ہے: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾

''اور کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے، مگر غلطی سے (ہو جائے تو اس کا حکم الگ ہے) اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے، اس پر ایک مسلمان غلام آزاد کرنا اور مقتول کے رشتے داروں کو خون بہا ادا کرنا لازم ہے۔ ہاں، اگر وہ لوگ معاف کر دیں (تو اور بات ہے۔) پھر اگر وہ

[1] صحيح البخاري، الديات، باب: إذا عض رَجُلًا فَوَقَعَت ثناياه، حديث: 6892، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب الصائل على نفس الإنسان وعضوه، وإذا دفعه المصول عليه، فأتلف نفسه أوعضوه، لا ضمان عليه، حديث: 1673. [2] [صحيح] المؤطا للإمام مالك: 2/341، و صحيح البخاري، الديات، باب إذا أصاب قوم من رجل: هل يعاقب أو يقتص منهم كلهم؟ تعليقاً، حديث: 6896.
4805، وسنن ابن ماجه، الديات، باب عقل المرأة على عصبتها وميراثها لولدها، حديث: 2647.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتول ایسی قوم میں سے ہو جو تمھاری دشمن ہو جبکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ اور اگر وہ ایسی قوم میں سے ہو کہ تمھارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا، پھر جو شخص غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، وہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے، یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے توبہ (قبول کرنے کا ذریعہ) ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حکمت والا ہے۔''[1]

قتل خطا کی دیت عاقلہ، یعنی اقرباء کے ذمے آتی ہے اور اس سے مراد عصبہ ہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنی لحیان کی ایک عورت کے جنین کے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اسے ایک غلام یا ایک لونڈی دی جائے، پھر وہ عورت جسے غلام یا لونڈی دینے کا حکم دیا تھا، فوت ہوگئی، آپ نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی وراثت اس کے بیٹے اور شوہر کا حق ہے اور دیت اس (مارنے والی) کے عصبہ رشتے داروں کے ذمے ہے۔[2]

[1] النسآء 4:92. [2] صحیح البخاري، الدیات، باب جنین المرأة وأن العقل علی الوالد وعصبة الوالد لا علی الولد، حدیث:6909، وصحیح مسلم، القسامة والمحاربین، باب دیة الجنین ووجوب الدیة في قتل الخطأ وشبه العمد علی عاقلة الجاني، حدیث:1681.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

17

دیت کے احکام و مسائل

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ
اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ

(النساء4:92)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتوں کا بیان

دیت کی تعریف: «دیت» اس مال یا عوضانہ کو کہتے ہیں جو کسی مجرم سے اس کے جرم کے باعث لے کر متاثرہ مظلوم یا اس کے ولی کو دیا جائے۔ اور یہ دیت، قابلِ قصاص اور غیر قابل قصاص، دونوں طرح کے جرائم میں ہو سکتی ہے۔ اس عوضانے کا ایک نام «العقل» بھی ہے، اس کے لفظی معنیٰ ''باندھنا'' ہیں۔ چونکہ قاتل اپنے جرم کی دیت اونٹوں کی صورت میں مقتول کے وارثوں کے گھروں میں باندھتا ہے، تو اس عوضانے کو «عَقْل» بھی کہہ دیتے ہیں۔ «عَقَلْتُ عَنْ فُلَانٍ» کے معنی یہ ہیں کہ میں نے فلاں آدمی کی طرف سے اس کے جرم کا جرمانہ ادا کیا۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی آیت ہے جو سورۂ نساء میں بیان ہوئی ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اور کسی مومن کے لیے جائز نہیں کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے، مگر غلطی سے (ہو جائے تو اس کا حکم الگ ہے) اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے، اس پر ایک مسلمان غلام آزاد کرنا اور مقتول کے رشتے داروں کو خون بہا ادا کرنا لازم ہے۔ ہاں، اگر وہ لوگ معاف کر دیں (تو اور بات ہے۔) پھر اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہو جو تمھاری دشمن ہو جبکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ اور اگر وہ ایسی قوم میں سے ہو کہ تمھارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو اس کے وارثوں کو خون بہا دیا جائے گا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا، پھر جو شخص (غلام آزاد کرنے کی) طاقت نہ رکھتا ہو وہ دو ماہ لگاتار روزے رکھے، یہ (کفارہ) اللہ کی طرف سے توبہ (قبول کرنے کا ذریعہ) ہے۔ اور اللہ خوب جاننے والا، بہت حکمت والا ہے۔''[1]

[1] النسآء 4:92.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کی دیت کی مقدار: اگر کوئی مسلمان قتل کر دیا جائے تو اس کی دیت (خون بہا) ایک سو اونٹ، یا دو سو گائے، یا دو ہزار بکریاں، یا ایک ہزار دینار، یا بارہ ہزار درہم، یا دو سو حُلّے (جوڑے) ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص غلطی سے قتل کر دیا گیا ہو تو اس کی دیت ایک سو اونٹ ہے (اس طرح کہ ان میں) تیس بنت مخاض، یعنی وہ اونٹنیاں جو دوسرے سال میں ہوں، تیس بنت لبون، یعنی وہ اونٹنیاں جو تیسرے سال میں ہوں، تیس حقہ، یعنی وہ اونٹنیاں جو چوتھے سال میں ہوں اور دس ابن لبون، یعنی وہ اونٹ جو تیسرے سال میں ہوں۔'' مزید بتایا کہ نبی ﷺ بستی والوں پر ان کی قیمت چار سو دینار یا اس کے برابر چاندی لازم کرتے تھے۔ اور اونٹوں والوں پر ان کی قیمت ان کے مہنگے ہونے یا سستے ہونے کے لحاظ سے مقرر فرماتے تھے جیسے ان دنوں ان کی قیمت معروف اور مروج ہوتی۔ چنانچہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے دور میں ان کی قیمت چار سو سے آٹھ سو دینار یا اس کے برابر چاندی تک پہنچی ہے اور مزید بتایا کہ آپ ﷺ نے گائے والوں پر قتل کی دیت دو سو گائے مقرر فرمائی اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریاں۔ آپ نے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ دیت مقتول کے اصحاب الفروض وارثوں میں ان کے حصوں کے برابر تقسیم ہو اور جو باقی رہے، وہ عصبہ کے لیے ہے۔ آپ نے فیصلہ فرمایا کہ اگر عورت سے قصور ہو تو اس کی دیت اس کے عصبہ کے ذمے ہوگی جو بھی وہ ہوں اور اس میں سے وہ کسی چیز کے وارث نہ ہوں گے سوائے اس کے جو اس کے وارثوں سے بچ رہے۔ اور اگر عورت قتل ہو جائے، تو اس کی دیت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی اور وہی اس کے قاتل کو قتل کرنے کے مجاز ہوں گے۔ [1]

معلوم رہے کہ سونے کا ایک دینار 4.25 گرام سونے کے برابر ہوتا ہے۔

دیت کب سخت اور شدید کی جاتی ہے؟ جب کوئی قتل عمداً کیا گیا ہو یا عمد کے مشابہ ہو تو دیت میں تغلیظ و شدت کی جاتی ہے اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ شدت صرف اونٹوں کی صورت میں ہوتی ہے، سونے چاندی کی صورت میں نہیں ہوتی۔

دیت کس طرح شدید ہوتی ہے؟ دیت اونٹوں کی صورت میں ہو تو چالیس اونٹنیاں ایسی ہونی چاہییں جو حاملہ ہوں، اس طرح یہ مغلظ، یعنی بڑی سخت قرار پاتی ہے۔ عقبہ بن اوس عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے

[1] سنن أبي داود، الديات، باب الدية كم هي، حديث:4541، وسنن النسائي، القسامة، باب ذكر الاختلاف على خالد الحذاء، حديث:4805، وسنن ابن ماجه، الديات، باب دية الخطأ، حديث:2630.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا، آپ نے تین بار اللہ اکبر کہا، پھر پڑھا:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، صَدَقَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ، أَلَا! إِنَّ كُلَّ مَأْثَرَةٍ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تُذْكَرُ وَتُدْعٰى مِنْ دَمٍ أَوْ مَالٍ تَحْتَ قَدَمَيَّ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ سِقَايَةِ الْحَاجِّ وَسِدَانَةِ الْبَيْتِ». ثُمَّ قَالَ: «أَلَا! إِنَّ دِيَةَ الْخَطَإِ شِبْهِ الْعَمْدِ - مَا كَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا - مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بُطُونِهَا أَوْلَادُهَا»

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور (کفار کے) لشکروں کو اس اکیلے نے شکست دی، آگاہ ہو جاؤ! فخر کی ہر وہ بات جو زمانہ جاہلیت میں کی جاتی تھی اور جس کا مطالبہ کیا جاتا تھا، چاہے وہ خون تھا یا مال، اب میرے قدموں تلے ہے، سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت یا بیت اللہ کی خدمت کے۔" مزید فرمایا: "خبردار! قتل خطا جو عمد کے مشابہ ہو، یعنی کوڑے اور لاٹھی سے ہوا ہو، اس کی دیت سو اونٹ ہے، ان میں سے چالیس اونٹنیاں ایسی ہوں جن کے پیٹوں میں ان کے بچے ہوں۔" [1]

ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہوتی ہے: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ»

"معاہد (ذمی) کی دیت، آزاد (مسلمان) کی دیت سے آدھی ہوتی ہے۔" [2]

عورت اور اس کے اعضاء کی دیت کی مقدار: اگر کوئی عورت قتل ہو جائے تو اس کی دیت، مرد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے اور ایسے ہی اس کے اعضاء کی دیت جب کل کی ایک تہائی سے زیادہ ہو جائے تو آدھی ہوتی ہے (اور اگر ایک تہائی سے کم ہو تو پھر مرد اور عورت کے اعضاء کی دیت برابر ہوتی ہے۔)

قاضی شریح سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میرے پاس عروہ بارقی آئے، وہ عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے تھے، انھوں نے کہا کہ مردوں اور عورتوں کے زخموں کی دیت دانت ٹوٹنے اور ایسے زخم میں جو ہڈی تک پہنچ جائے، برابر ہے اور جو اس سے زیادہ ہو تو وہ مرد کی دیت سے آدھی ہو گی۔ [3]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الديات، باب في دية الخطأ شبه العمد، حديث: 4547. [2] [حسن] سنن أبي داود، الديات، باب في دية الذمي، حديث: 4583، وجامع الترمذي، الديات، باب ماجاء في دية الكفار، حديث: 1413، وسنن ابن ماجه، الديات، باب دية الكافر، حديث: 2644. [3] [صحيح] المصنف لابن أبي شيبة: 411/5، حديث: 27488، والسنن الكبرى للبيهقي: 96,95/8.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم کہتا ہے کہ چونکہ اس فیصلے میں صحابہ سے کوئی بھی متذکرہ بالا امور کا مخالف نہیں ہے تو یہ اجماع ہوا اور یہ ایسی بات ہے جو اپنی رائے سے نہیں کہی گئی، لہٰذا حکماً یہ مرفوع حدیث کے معنوں میں ہے۔

اعضاء اور زخموں کی دیت: دونوں آنکھوں، ہونٹوں، ہاتھوں، پاؤں اور دونوں خصیوں کی دیت پوری ہوتی ہے۔ ان میں اگر ایک عضو ضائع ہو تو دیت آدھی ہوگی۔ اسی طرح ناک، کان، زبان، ذکر اور ریڑھ کی ہڈی کی تلفی پر کامل دیت ہے۔ مامومہ (سر کا زخم جس کا اثر بھیجے تک جا پہنچے) اور جائفہ (پیٹ کا زخم، یا ایسا زخم جس کی گہرائی بدن کے اندر تک ہو) کی تہائی دیت ہے۔ اور ایسی چوٹ کی دیت جس میں جوڑ نکل جائے، کل دیت کا دسواں حصہ اور اس کا نصف ہے، یعنی کل پندرہ اونٹ ہیں۔

ایسا زخم جس میں ہڈی چھل جائے اور ٹوٹ جائے تو اس کی دیت دسواں حصہ ہے اور ہر دانت پر دسویں حصے کا نصف (پانچ اونٹ) ہے اور اسی طرح اس زخم کا حکم ہے جو ہڈی تک پہنچ جائے۔

زخموں کی نوعیت اور ان کی دیت: جو زخم سر اور چہرے پر آئیں، ان کی دس قسمیں ہیں:

1. خَارِصَة — ایسا زخم جس سے جلد چھل جائے مگر خون نہ نکلے۔
2. دَامِيَة — ایسا زخم جس سے خون نکل آئے۔
3. بَاضِعَة — جس میں گوشت بڑی حد تک پھٹ جائے۔
4. مُتَلَاحِمَة — ایسا زخم جو گوشت کے اندر تک اتر جائے۔
5. سِمْحَاق — ایسا زخم کہ زخم اور ہڈی کے درمیان باریک سی جھلی باقی رہ جائے۔

ان پانچ زخموں پر کوئی قصاص نہیں ہے، نہ جرمانے کی کوئی شرح یا مقدار معین ہے، ان چیزوں میں حکومۃ، یعنی تحکیم کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔[1]

[1] علامہ ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''حکومة وتحکیم'' کا مفہوم علماء کے نزدیک یہ ہے کہ کسی انسان کو ایسا زخم لگے کہ اس کی دیت معلوم نہ ہو تو اس کا اندازہ اس طرح ہوگا کہ زخمی ہونے والے کے بارے میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر یہ غلام ہوتا تو زخم لگنے سے پہلے اس کی قیمت کیا ہوتی، اگر کہا جائے کہ اس کی قیمت سو دینار تھی، اب جبکہ اسے زخم لگا ہے اور ٹھیک بھی ہو گیا ہے، تو اب اس کی قیمت کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ پچانوے دینار ہے تو اس کو زخمی کرنے والے کی جیب سے کل دیت کے دسویں حصے کا نصف، یعنی پانچ اونٹ دلائے جائیں گے۔ اگر معلوم ہو کہ اس کی قیمت نوے دینار رہ گئی ہے تو اس کو کل دیت کا دسواں حصہ، یعنی دس اونٹ دلائے جائیں گے۔ اس دیت میں اسی نسبت سے کمی بیشی ہوگی۔ (الاجماع: 697)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

6 مُوَضِّحَة ایسا زخم جو ہڈی تک پہنچ جائے۔ اس پر پانچ اونٹوں کی دیت لازم آتی ہے۔

7 هَاشِمَة جس میں ہڈی ٹوٹ جائے۔ اس پر دس اونٹ دیت ہے۔

8 مُنَقِّلَة جس میں ہڈی اپنی جگہ سے ہل جائے، اس پر پندرہ اونٹ دیت ہے۔

9 مَأْمُومَة یا آمَّة کھوپڑی کا ایسا زخم کہ دماغ کے اوپر ایک جھلی سی باقی رہ جائے۔ اس پر کل دیت کا تہائی لازم آتا ہے۔

10 دَامِغَة جو زخم دماغ تک اثر انداز ہو، اس پر بھی تہائی دیت ہے۔

پیٹ کے بچے (جنین) کی دیت: اگر عمداً یا بھولے چوکے عورت پر اس طرح کا وار ہو کہ اس کے پیٹ کا بچہ مر جائے، مگر ماں نہ مرے تو اس پر ایک غلام دینا لازم آتا ہے، وہ بچہ چاہے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہوئے مرے، یا پیٹ ہی میں مر گیا ہو، لڑکا ہو یا لڑکی، اس کا جرمانہ ایک غلام ہی ہے، اگر عورت بھی مر جائے تو اس کی دیت الگ سے ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلۂ بنی ہذیل کی دو عورتوں میں لڑائی ہو گئی، ایک عورت نے دوسری کو پتھر دے مارا، اس طرح وہ عورت اور اس کے پیٹ کا بچہ دونوں مر گئے۔ یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش ہوا، آپ نے جنین کی دیت ایک غلام یا ایک لونڈی ٹھہرائی اور عورت کے عاقلہ کے ذمے دیت ڈال دی کہ وہ ادا کریں اور مقتولہ کی اولاد اور اس کے شوہر کو اس کا وارث بنایا۔[1]

لیکن اگر جنین ماں کے پیٹ سے زندہ پیدا ہوا ہو اور پھر مر جائے تو اس پر کامل دیت لاگو ہو گی۔ اگر لڑکا ہو تو سو اونٹ اور لڑکی ہو تو پچاس اونٹ، اس لیے کہ یقین ہے کہ وہ اسی کے وار ہی کی بنا پر مرا ہے، پس وہ غیر جنین کے مشابہ ہے۔

قسامہ کی تعریف: اگر کسی جگہ کوئی مقتول پایا جائے اور اس کے والی وارث وہاں کے کسی شخص یا جماعت پر اس کے قتل کا دعویٰ کریں جبکہ ظاہری اسباب سے بھی ان لوگوں کے اس قتل میں ملوث ہونے کا شبہ یا امکان موجود ہو، جیسا کہ کوئی جماعت کسی گھر یا جنگل یا صحرا میں اکٹھی تھی، وہ علیحدہ ہوئی اور ان میں ایک مقتول پایا گیا یا جہاں

[1] صحيح البخاري، الديات، باب جنين المرأة، حديث:6909 و 5758، وصحيح مسلم، القسامة والمحاربين، باب دية الجنين، ووجوب الدية في قتل الخطأ وشبه العمد على عاقلة الجاني، حديث :1681.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتول پایا گیا وہیں آس پاس کوئی ایسا آدمی دیکھا گیا جو خون آلود ہے یا کوئی ایک عادل آدمی گواہی دے کہ فلاں نے فلاں کو قتل کیا ہے یا کوئی عورتوں کا یا غلاموں کا جتھا کہے، چاہے ملا جلا ہو یا متفرق آئے اور یہ اعتماد بھی ہو کہ ان لوگوں نے آپس میں بات بنانے پر اتفاق نہیں کیا، اس طرح کی کوئی صورت ہو تو مدعی پچاس قسمیں اٹھائے گا اور اپنے دعوے کا مستحق ٹھہرے گا۔

قسامت میں مدعا علیہ کیا کرے؟ مدعا علیہ کو دو باتوں کا اختیار ہوگا: پچاس قسمیں کھا کر اپنی براءت ثابت کرے یا دیت ادا کرے۔ معاملہ مشتبہ ہو تو دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں: سہل بن ابی حثمہ نامی ایک انصاری نے بتایا کہ اس کی قوم کے چند آدمی خیبر کی طرف گئے، وہاں پہنچ کر منتشر ہو گئے، پھر ان میں سے ایک کو مقتول پایا گیا۔ انھوں نے وہاں کے ایک مقامی آدمی سے کہا کہ ہمارا آدمی تم لوگوں نے قتل کیا ہے۔ وہ بولا: ہم نے اسے قتل نہیں کیا، نہ ہمیں اس کے قاتل کا کوئی علم ہے۔ وہ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں آ گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم خیبر گئے تھے، وہاں ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا گیا۔ آپ نے ان سے فرمایا:

«تَأْتُونَ بِالْبَيِّنَةِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ؟» قَالُوا: مَا لَنَا بَيِّنَةٌ، قَالَ: «فَيَحْلِفُونَ»، قَالُوا: لَا نَرْضٰى بِأَيْمَانِ الْيَهُودِ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يُطَلَّ دَمُهُ، فَوَدَاهُ مِائَةً مِّنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ»

''گواہ لاؤ کہ کس نے قتل کیا ہے؟'' انھوں نے کہا: ہمارے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تب وہ قسمیں اٹھائیں گے۔'' انصاریوں نے کہا: ہمیں یہودیوں کی قسموں پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔ نبی ﷺ کو ناگوار گزرا کہ اس کا خون رائیگاں جائے، چنانچہ آپ نے ان کو صدقے کے اونٹوں میں سے سو اونٹ بطور دیت ادا فرمائے۔''[1]

دور جاہلیت میں قسامہ: ایک انصاری صحابی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قسامہ کا معاملہ اسی انداز سے قائم رکھا جیسا کہ دور جاہلیت میں ہوتا تھا۔[2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: قسامت کا پہلا معاملہ دور جاہلیت میں ہمارے ہاں بنی ہاشم ہی میں ہوا

[1] صحیح البخاري، الديات، باب القسامة، حديث: 6898، وصحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب القسامة، حديث: 1669. [2] صحیح مسلم، القسامة والمحاربين، باب القسامة، حديث: 1670.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ بنی ہاشم کے ایک آدمی کو ایک قریشی نے مزدوری کے لیے اپنے ہاں بلایا۔ وہ اس کے ساتھ اس کے اونٹوں کے ریوڑ میں چلا گیا۔ اس (مزدور) کے پاس سے بنی ہاشم کا ایک آدمی گزرا، اس کے توبرے کا ایک کنڈا ٹوٹ گیا تھا، اس نے اس ہاشمی سے کہا کہ مجھے رسی کا ایک ٹکڑا دے دو جس سے میں یہ توبرا باندھ لوں، مبادا میرے اونٹ بھاگ جائیں۔ اس نے رسی کا ایک ٹکڑا اسے دے دیا جس سے اس نے اپنا توبرا باندھ لیا۔ جب یہ لوگ اپنے پڑاؤ پر اترے تو تمام اونٹ باندھ دیے گئے لیکن ایک اونٹ رہ گیا۔ قریشی نے اس ہاشمی سے جسے وہ مزدوری پر لے گیا تھا، پوچھا: اس اونٹ کو کیا ہو گیا کہ دوسرے اونٹوں کے ساتھ اسے باندھا نہیں گیا۔ اس نے جواب دیا کہ اس کی رسی نہیں ہے۔ اس نے پوچھا: اس کی رسی کہاں ہے؟ اور پھر اپنی لاٹھی اس پر پھینک ماری جس کی ضرب سے وہ بالآخر فوت ہو گیا۔ مرنے سے پہلے اس ہاشمی کے پاس سے ایک یمنی گزرا، اس نے اس سے پوچھا: کیا تو حج پر جائے گا؟ وہ بولا: نہیں اور ممکن ہے کہ چلا بھی جاؤں۔ اس نے کہا: کیا تو کبھی کسی وقت میرا ایک پیغام پہنچا سکتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں، چنانچہ اس نے کہا: جب تو حج پر جائے، تو پکارنا: اے آل قریش! وہ تجھے جواب دیں، تو آواز دینا: اے آل بنی ہاشم! وہ تجھے جواب دیں تو ابو طالب کا معلوم کرنا، پھر انھیں بتانا کہ فلاں آدمی نے مجھے صرف ایک اونٹ باندھنے کی رسی کے باعث قتل کیا ہے۔ یہ بتا کر وہ مزدور فوت ہو گیا، پھر وہ قریشی جو اسے مزدوری پر لے گیا تھا، واپس آیا تو ابو طالب اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ ہمارے آدمی کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: وہ بیمار ہو گیا تھا، میں نے اس کی خوب خدمت کی، لیکن بالآخر وہ فوت ہو گیا اور میں نے اسے دفن کر دیا۔ ابو طالب نے کہا: تم اسی بات کے لائق تھے، یعنی تم سے ایسی ہی توقع تھی۔ کچھ وقت گزرا تو وہ آدمی جسے اس مرنے والے نے اپنا پیغام پہنچانے کی وصیت کی تھی، حج پر آیا، اس نے ندا لگائی: اے آل قریش! لوگوں نے کہا: یہ قریش ہیں، پھر اس نے کہا: اے بنی ہاشم! انھوں نے کہا: یہ رہے بنو ہاشم، اس نے پوچھا: ابو طالب کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: یہ رہے ابو طالب! تو اس نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے وصیت کی تھی کہ میں آپ کو اس کا یہ پیغام پہنچا دوں کہ فلاں آدمی نے اسے محض اونٹ باندھنے کی ایک رسی کی وجہ سے قتل کر دیا ہے۔ ابوطالب اس قاتل کے پاس آئے اور اس سے کہا: ہماری طرف سے تین باتیں ہیں، ان میں سے کوئی ایک قبول کر لو، چاہو تو ایک سو اونٹ ادا کر دو کیونکہ تم نے ہمارے آدمی کو قتل کیا ہے، چاہو تو تمھاری قوم میں سے پچاس آدمی قسمیں کھائیں کہ تم نے اسے قتل نہیں کیا ہے، اس سے بھی انکار کرو گے تو ہم تمھیں اس کے بدلے میں قتل کر دیں گے۔ چنانچہ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا، تو انھوں نے کہا: ہم قسمیں اٹھاتے ہیں، تو ان میں ایک عورت جو بنی ہاشم میں سے تھی اور ان کے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کی زوجیت میں تھی اور اس سے اس کا ایک بیٹا بھی تھا، اس نے کہا: اے ابوطالب! میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے اس بیٹے سے قسم نہ اٹھوائیں اور اسے ان پچاس آدمیوں سے الگ کر دیں جو قسم اٹھائیں گے۔ ابو طالب نے اس کی بات مان لی۔ پھر ان لوگوں میں سے ابوطالب کے پاس ایک اور آدمی آیا، اس نے کہا: اے ابوطالب! آپ سو اونٹوں کے بدلے پچاس آدمیوں سے قسمیں اٹھوانا چاہتے ہیں، ہر آدمی کے ذمے دو دو اونٹ آتے ہیں تو یہ رہے دو اونٹ، آپ انھیں میری طرف سے قبول کر لیں اور مجھے قسم کھانے سے بری کر دیں۔ انھوں نے اونٹ قبول کر لیے۔ بقیہ اڑتالیس آدمی آئے، انھوں نے قسمیں اٹھا لیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! سال نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ اڑتالیس کے اڑتالیس فوت ہو گئے۔ [1]

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب القسامة في الجاهلية، حديث: 3845.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

18

قضا کے احکام و مسائل

www.KitaboSunnat.com

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝

(النساء 4:105)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضا کے لازمی بنیادی اصول

فیصلے کرنے کرانے کی مشروعیت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾

''اور (اے نبی!) آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے۔'' [1]

اور فرمایا: ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ ﴾

''اے داود! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔'' [2]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ»

''جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرتا ہے اور حتی الامکان اپنی پوری کوشش کرتا ہے اور حق و انصاف کو پہنچتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، پھر جب وہ کوئی فیصلہ کرتا ہے اور اپنی پوری کوشش کرنے کے باوجود کوئی غلطی کر جاتا ہے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔'' [3]

قضا کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

قضا کا حکم: شرعاً یہ عمل فرض کفایہ ہے اور مسلمانوں کے حاکم کا فرض ہے کہ حسب ضرورت شہروں میں ایسے قابل قاضی مقرر کرے جو ان کے معاملات کے فیصلے کیا کریں۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمات کے فیصلے کیے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قاضی کے منصب پر مامور کر کے یمن روانہ فرمایا تھا۔ [4] خلفائے راشدین خود بھی فیصلے کیا کرتے تھے اور انھوں نے شہروں میں ایسے لائق قاضی مقرر کر رکھے تھے جو لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرتے تھے۔

[1] المآئدة 5:49. [2] صٓ 38:26. [3] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ، حديث: 7352، وصحيح مسلم، الأقضية، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد، فأصاب أو أخطأ، حديث: 1716. [4] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 8/111.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی بننے کا اہل کون ہے؟ لوگوں کے مابین فیصلے کرنے کا اہل وہ شخص ہے جو صاحب اجتہاد ہو (صاحب علم ہو، فہم و فراست کا حامل ہو اور جری بھی ہو) لوگوں کے مال و متاع سے پرہیز کرنے والا ہو، فیصلہ کرنے میں عادل ہو اور فیصلہ کرنے میں برابری اور انصاف سے کام لے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ»

''فیصلہ کرنے والے تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک جنت میں ہے اور دو دوزخ میں، جنت کا مستحق وہ قاضی ہے جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ مگر جس نے حق کو پہچانا اور فیصلے میں ظلم کیا، وہ آگ میں ہے اور جس نے جاہل ہونے کے باوجود لوگوں کے فیصلے کیے، وہ بھی آگ میں ہے۔''[1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حق کو وہی پہچان سکتا ہے جو صاحب اجتہاد ہو اور مقلد تو بس وہی فیصلہ کرے گا جو اس کے امام نے کہا ہو۔ خود اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ خود جو فیصلہ کر رہا ہے، وہ حق ہے یا باطل، پس ایسا آدمی جہالت کی بنیاد پر فیصلے کرنے والا ہوتا ہے اور یہ ان دو میں سے ایک ہے جو جہنم میں جانے والے ہیں۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ»

''جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی پوری (پوری) کوشش کرتا ہے اور حق و انصاف کو پہنچتا ہے تو اس کے لیے دو اجر ہیں، جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرتا ہے اور اپنی سی (پوری) کوشش بھی کرتا ہے مگر غلطی کر جاتا ہے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔''[2]

اس حدیث میں یہی نکتہ ہے کہ لوگوں کے معاملات و مقدمات سننے سمجھنے اور ان کا مبنی برانصاف فیصلہ کرنے

---

[1] [صحيح] سنن أبي داود، القضاء، باب في القاضي يخطئ، حديث: 3573، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ماجاء عن رسول الله ﷺ في القاضي، حديث: 1322، وسنن ابن ماجه، الأحكام، باب الحاكم يجتهد فيصيب الحق، حديث: 2315. [2] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب أجر الحاكم إذا اجتهد فأصاب أوأخطأ، حديث: 7352، وصحيح مسلم، الأقضية، باب بيان أجر الحاكم إذا اجتهد، فأصاب أوأخطأ، حديث: 1716.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا قاضی جس کا فیصلہ نافذ ہو، وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں اجتہاد کی صلاحیت ہو۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾

''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔''[1]

قاضی کا منصب مانگنا جائز نہیں: عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

«يَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ! لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُوتِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا، وَإِنْ أُوتِيتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا»

''اے عبدالرحمٰن بن سمرہ! امارت کا سوال نہ کرنا، یہ ذمہ داری اگر تیرے مانگنے پر تجھے دی گئی تو تو اس کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر یہ تجھے بن مانگے دی گئی تو اس پر تیری مدد کی جائے گی۔''[2]

حاکم اعلیٰ کے لیے جج بننے کے حریصوں اور مطالبہ کرنے والوں کو جج بنانا جائز نہیں: ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے ساتھ میرے دو چچا زاد بھی تھے۔ ان میں سے ایک نے کہہ دیا: اے اللہ کے رسول! جن معاملات کا اللہ نے آپ کو والی اور ذمہ دار بنایا ہے، ان میں سے ہمیں بھی کسی پر امیر بنا دیجیے، پھر دوسرے نے بھی ایسی ہی بات کہی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّا لَا نُوَلِّي هٰذَا مَنْ سَأَلَهُ وَلَا مَنْ حَرَصَ عَلَيْهِ»

''ہم کسی شخص کو اس منصب کا ذمہ دار نہیں بناتے جس کا وہ طلبگار ہو، نہ اس کو جو اس کا حریص اور لالچی ہو۔''[3]

* منصب کا اہل قاضی بھی خطرے سے دو چار ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ»

''جو شخص قاضی بنا، وہ چھری کے بغیر ہی ذبح کر دیا گیا۔''[4]

عورتوں کو منصب قضا کی ذمہ داری نہیں دی جا سکتی: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[1] النسآء 4:58. [2] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب قول الله تعالىٰ: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ﴾، حديث: 6622، وصحيح مسلم، الأيمان، باب ندب من حلف يمينًا فرأى غيرها خيرًا منها أن يأتي الّذي هو خير ويكفر عن يمينه، حديث: 1652. [3] صحيح البخاري، الأحكام، باب مايكره من الحرص على الإمارة، حديث: 7149، وصحيح مسلم، الإمارة، باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها، حديث: 1733 قبل الحديث: 1825. [4] [صحيح] سنن أبي داود، القضاء، باب في طلب القضاء، حديث: 3571، وجامع الترمذي، الأحكام، باب ماجاء عن رسول اللهﷺ في القاضي، حديث: 1325، وسنن ابن ماجه، الأحكام، باب ذكر القضاة، حديث: 2308.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾

''مرد عورتوں پر اس وجہ سے حاکم ہیں کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔''[1]

اور نبی ﷺ کا فرمان بھی ہے: «لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً»

''وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کر دیا۔''[2]

نیز نبی ﷺ کا زندگی بھر یہی دستور عمل رہا کہ آپ نے بہت لوگوں کو قضا کی ذمہ داری سونپی مگر کبھی کسی عورت کو قاضی نہیں بنایا۔ یہی طرز عمل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا بھی رہا ہے۔

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے جو لکھا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شفاء رضی اللہ عنہا کو والی بنایا تھا تو یہ روایت یہاں دلیل نہیں بن سکتی۔ اولاً اس لیے کہ یہ روایت ثابت نہیں۔ امام صاحب نے اسے بغیر سند کے بیان کیا ہے جو موصول نہیں ہے بلکہ صیغۂ تمریض سے روایت کیا ہے اور اس قسم کے الفاظ حجت یا دلیل نہیں ہوتے۔

پھر اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس سے یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قضا اور فیصلے کرنے کی ذمے داری بھی سونپی تھی، بلکہ اس میں صرف اتنی ہی بات مذکور ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے یہ کہا تھا کہ بازار میں عورتیں بعض شرعی خلاف ورزیوں کی مرتکب ہوتی ہیں، ان میں وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''بازار کا کوئی معاملہ اس کے سپرد کرتے تھے۔''

اگر عورت کو قاضی اور والی بنانا صحیح ہوتا تو سلف کا کوئی دور بھی اس سے خالی نہ ہوتا۔

غصے کی حالت میں فیصلہ کرنا ناجائز ہے: جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«لَا يَحْكُمْ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ»

''کوئی شخص دو افراد کے درمیان فیصلہ نہ کرے، جبکہ وہ غصے میں ہو۔''[3]

قاضی کا فیصلہ حق کو نہیں بدل دیتا: اگر کسی شخص کو اس کے بھائی کا حق دیا جا رہا ہو، وہ اسے ہرگز نہ لے، کیونکہ حاکم اور قاضی کا کوئی فیصلہ کسی حرام کو حلال نہیں کر سکتا اور نہ کسی حلال کو حرام کر سکتا ہے۔

---

[1] النسآء 4:34. [2] صحيح البخاري، الفتن، باب: 18، حديث: 7099. [3] صحيح البخاري، الأحكام، باب: هل يقضي القاضي أويفتي وهو غضبان، حديث: 7158، وصحيح مسلم، الأقضية، باب كراهة قضاء القاضي وهو غضبان، حديث: 1717 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھگڑے چکانے کے شرعی اصول

مدعی کے ذمے ہے کہ گواہ پیش کرے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینِ صَبْرٍ یَّقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ هُوَ فِیهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ»

”جس شخص نے ایسی قسم اٹھائی کہ اس کے ذریعے سے کسی مسلمان کا مال مار لینا چاہتا ہو اور وہ اس میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضبناک اور ناراض ہوگا۔“

راوی کہتا ہے کہ پھر اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور ہم سے پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کیا بیان کر رہے تھے؟ تو ہم نے ابو عبدالرحمٰن کی بات بتادی، وہ بولے: ابو عبدالرحمٰن نے سچ کہا ہے، یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی، میرے اور ایک دوسرے آدمی کے مابین یمن میں کچھ زمین مشترک تھی، اس میں نزاع پیدا ہوا، میں نے اپنا جھگڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے دریافت فرمایا:

«هَلْ لَّكَ بَیِّنَةٌ؟» ”کیا تیرا کوئی گواہ ہے؟“

میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: «فَیَمِینُهُ» ”پھر اس کی قسم ہوگی۔“

میں نے عرض کیا: وہ تو قسم اٹھالے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینِ صَبْرٍ یَّقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِیءٍ مُّسْلِمٍ هُوَ فِیهَا فَاجِرٌ، لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ»

”جس نے کوئی قسم اٹھائی کہ اس کے ذریعے سے کسی مسلمان آدمی کا مال مار لے، جب کہ وہ اس معاملے میں جھوٹا ہو، تو وہ اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ رب ذوالجلال اس پر غضب ناک ہوگا۔“ اور یہ آیت اتری:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

”بے شک جو لوگ اللہ کا عہد اور اپنی قسمیں تھوڑی قیمت کے بدلے بیچ ڈالتے ہیں، ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور قیامت کے روز اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"[1]

حدیث کے الفاظ میں قسم کے لیے "یمین صبر" کی اضافت والی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ اس کا معنی ہے کہ قسم اٹھانے والا اپنے آپ کو اس حلف کے لیے روکتا ہے۔ اور ایسی جھوٹی قسم کو یمین غموس بھی کہا جاتا ہے۔

قسم اسی پر آتی ہے جو انکار کرتا ہو (مدعا علیہ پر): ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ، لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَّأَمْوَالَهُمْ، وَلٰكِنَّ الْيَمِينَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ»

"اگر لوگوں کو محض ان کے دعووں ہی پر دے دیا جائے تو لوگ دوسروں کے خونوں اور مالوں پر بھی دعویٰ کرنے لگیں گے، البتہ قسم مدعا علیہ پر لازم ہے۔"[2]

جج کو مدعا علیہ کے اقرار و اعتراف پر فیصلہ کر دینا چاہیے: ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«وَاغْدُ، يَا أُنَيْسُ! إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا، فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا»

"اے انیس! صبح اس آدمی کی بیوی کے پاس جانا، اگر وہ اعتراف کر لے تو اسے رجم کر دینا۔"[3]

مالی معاملات میں فیصلہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت پر ہونا چاہیے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ﴾

"اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں) جنھیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو (یہ اس لیے) کہ ان میں سے ایک عورت اگر بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔"[4]

ایک شخص کی گواہی اور مدعی کی قسم پر بھی فیصلہ کر دیا جائے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

[1] آل عمران 3:77. صحيح البخاري، الشهادات، باب، حديث:2669، 2670، وصحيح مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث: 138 واللفظ له. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ﴾ حديث:4552، وصحيح مسلم، الأقضية، باب اليمين على المدّعٰى عليه، حديث: 1711 واللفظ له. [3] صحيح البخاري، الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، حديث:2695، 2696 و 2314، 2315، وصحيح مسلم، الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى، حديث :1697، 1698. [4] البقرة 2:282.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے (مدعی کی) قسم اور ایک گواہ کی شہادت پر بھی فیصلہ فرمایا ہے۔[1]

مدعا علیہ کی قسم پر فیصلہ کرنا بھی درست ہے: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضر موت کا ایک شخص اور قبیلۂ کندہ کا ایک آدمی (دونوں) نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضرمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ شخص میری زمین پر قابض ہوگیا ہے جبکہ یہ زمین میرے والد کی تھی۔ کندی نے کہا: یہ زمین میری ہے، میرے قبضے میں ہے، میں ہی اسے کاشت کر رہا ہوں، اس کا اس زمین پر کوئی حق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے حضرمی سے دریافت فرمایا:

«أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَلَكَ يَمِينُهُ» قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ. فَقَالَ: «لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ» فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَمَّا أَدْبَرَ: «أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا، لَيَلْقَيَنَّ اللهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ»

''کیا تمھارے گواہ ہیں؟'' حضرمی بولا: جی نہیں، آپ نے فرمایا: ''پھر تیرے لیے اس کی قسم ہے۔'' حضرمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ فاجر آدمی ہے، اسے کچھ پروا نہیں کہ یہ کس بات کی قسم کھا رہا ہے، یہ کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے سوائے اس کی قسم کے اور کچھ نہیں ہے۔'' چنانچہ وہ قسم اٹھانے کے لیے تیار ہوگیا۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ نے فرمایا: ''اگر اس نے اس کا مال ازراہ ظلم ہڑپ کرنے کے لیے قسم کھائی ہے، تو یہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے منہ موڑے ہوئے ہوگا۔''[2]

جو شخص عادل نہ ہو اس کی گواہی مقبول نہیں: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ ﴾ ''اور تم اپنے میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنا لو۔''[3]

اور کسی شخص کے عادل ہونے کی پہچان اس طرح ہوتی ہے کہ قاضی گواہ کو خود جانتا ہو کہ یہ عادل ہے یا دو عادل افراد اس کا تزکیہ کریں۔ کسی کے عادل ہونے کی تعریف یہ ہے کہ وہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچنے والا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو اور ایسے کام بھی نہ کرتا ہو جو مروّت کے خلاف ہوں اور مروّت کا تعلق ان اخلاق و آداب سے ہے جن کا تارک عرف عام میں بے حیا سمجھا جاتا ہے، مثلاً: اچھے مظہر کا حامل ہونا، عمدہ عادات اور پاکیزہ

[1] صحیح مسلم، الأقضية، باب وجوب الحكم بشاهد ويمين، حديث: 1712. [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، حديث: 139. [3] الطلاق 2:65.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھ رکھاؤ اور اچھے فن وکسب کا حامل ہونا با مروت ہونے کی علامت ہے۔

خائن، دشمن اور متہم کے علاوہ اس آدمی کی گواہی بھی ناقابل قبول ہے جس کی گزر بسر اسی گھرانے پر ہو: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خائن مرد، خائن عورت یا اپنے بھائی سے عداوت رکھنے والے شخص کی گواہی کو مسترد کر دیا ہے اور ایسے آدمی کی گواہی بھی ان لوگوں کے حق میں، جن کے ہاں اس کی گزر بسر ہو، قبول نہیں فرمائی، البتہ دوسروں کے حق میں قبول کی ہے۔ [1]

تہمت لگانے والے کی گواہی مسترد ہے: سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

”اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر (ثبوت میں) چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو انھیں اَسّی اَسّی تازیانے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، یہی لوگ فاسق ہیں۔“ [2]

کسی صحرائی شخص کی شہری آدمی کے خلاف گواہی قبول نہیں: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: «لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ»

”کسی صحرائی آدمی کی شہری کے خلاف گواہی قابل قبول نہیں ہے۔“ [3]

ابن رسلان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بعض اجنبی لوگوں کا عادل ہونا واضح معلوم نہیں ہوتا، اس لیے ان کی گواہی معتبر نہیں مانی جا سکتی۔ [4]

جو شخص اپنے کسی قول و فعل کے ثبوت پر گواہی دے وہ قابل قبول ہے: عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کر لی، بعدازاں ہمارے ہاں ایک کالی سی عورت آئی، کہنے لگی: میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا کہ میں نے فلاں بنت فلاں سے شادی کی ہے، اب ایک کالے رنگ کی عورت ہمارے ہاں آئی ہے، اس نے مجھے کہا ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، یہ عورت جھوٹی ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اپنا منہ پھیر لیا۔ میں آپ کے چہرۂ مبارک کی طرف سے حاضر

---

[1] سنن أبي داود، القضاء، باب من ترد شهادته، حديث: 3600. [2] النور 24:4. [3] [صحيح] سنن أبي داود، القضاء، باب شهادة البدوي على أهل الأمصار، حديث: 3602، وسنن ابن ماجه، الأحكام، باب من لا تجوز شهادته، حديث: 2367. [4] المغني لابن قدامة: 12/32، رقم: 8359.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا اور عرض کیا: وہ تو جھوٹی ہے، آپ نے فرمایا:

«كَيْفَ بِهَا وَقَدْ زَعَمَتْ أَنَّهَا قَدْ أَرْضَعَتْكُمَا؟ دَعْهَا عَنْكَ»

''تو اس کے ساتھ کیسے رہ سکتا ہے جبکہ اس نے کہہ دیا کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، اس عورت کو اپنے پاس سے دور کر دے۔'' [1]

جھوٹی گواہی دینا سب سے بڑا گناہ ہے: انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

«اَلْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ»

''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کر ڈالنا اور جھوٹی گواہی دینا۔'' [2]

قسم اٹھا لینے کے بعد گواہی مقبول نہیں: کیونکہ جب مدعا علیہ سے قسم لے لی گئی، جو فیصلہ کرنے کے لیے ایک مؤثر اور قوی دلیل ہے، تو اس کے بعد اس کے خلاف کوئی اور دلیل لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

[1] صحيح البخاري، النكاح، باب شهادة المرضعة، حديث: 5104. [2] صحيح البخاري، الشهادات، باب ماقيل في شهادة الزور، حديث: 2653، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر و أكبرها، حديث: 88.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19

(قتال)

جہاد کے احکام و مسائل

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○

(البقرۃ 2:190)

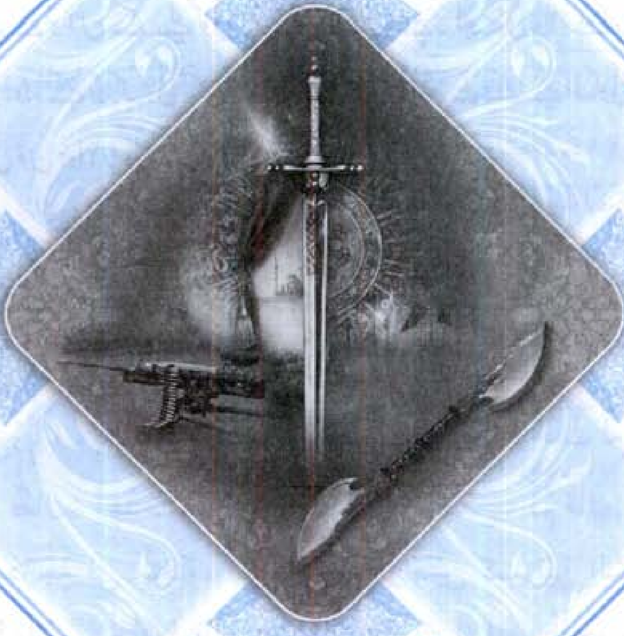

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد کے احکام و مسائل

جہاد کی تعریف: «جهاد» کا لفظ «جهد» سے مشتق ہے، اس کے معنی ہیں: طاقت صرف کرنا اور مشقت کرنا۔ جَاهَدَ، يُجَاهِدُ، مُجَاهَدَةً و جِهَادًا، جب کوئی وسعت بھر محنت و مشقت کرے اور طاقت صرف کرے۔ اور اصطلاحاً دشمن سے مقابلے اور اس کے ساتھ لڑائی میں مشقت برداشت کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔

کوئی جہاد اس وقت تک حقیقی جہاد نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس میں اللہ کی رضا، اس کے کلمے کی بلندی اور حق کا جھنڈا بلند کرنے کے ساتھ ساتھ باطل کو ختم کرنے کی نیت نہ کی گئی ہو۔ اس کے علاوہ لذاتِ دنیا میں سے کسی چیز کا ارادہ کیا گیا ہو تو وہ حقیقی جہاد نہیں ہو گا، مثلاً: اگر کوئی کسی منصب کے حصول یا مالِ غنیمت یا اظہارِ شجاعت یا اپنی شہرت کی خاطر لڑائی کرے تو اس کے لیے کوئی اجر و ثواب نہیں ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوا، کہنے لگا کہ کوئی شخص غنیمت کے لیے، کوئی شہرت کے لیے اور کوئی اظہارِ شجاعت کے لیے لڑتا ہے، تو اللہ کی راہ میں کون ہوا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ»

”جس نے اس نیت سے لڑائی کی کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں (جہاد) ہے۔“[1]

جہاد کی فضیلت: ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ رَّضِيَ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيًّا، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ» فَعَجِبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ. فَقَالَ: أَعِدْهَا عَلَيَّ، يَا رَسُولَ اللهِ! فَفَعَلَ. ثُمَّ قَالَ: «وَأُخْرٰى يُرْفَعُ بِهَا الْعَبْدُ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ» قَالَ: وَمَا هِيَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ»

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا، حديث: 2810، وصحيح مسلم، الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله، حديث: 1904.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”جو شخص اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی رہا، اس کے لیے جنت واجب ہوئی۔“ ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اس پر تعجب ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے لیے یہ ارشاد دہرا دیجیے۔ آپ نے یہ بات دوبارہ کہی اور فرمایا: ”ایک اور عمل بھی ہے کہ اس کے ذریعے سے بندے کے لیے جنت میں سو درجات بلند کر دیے جائیں گے۔ اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔“ پوچھا کہ وہ کیا عمل ہے، اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ [1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا:

«إِيمَانٌ بِاللهِ وَرَسُولِهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ» قِيلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «حَجٌّ مَبْرُورٌ»

”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ کہا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ”اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔“ کہا گیا: پھر کون سا؟ فرمایا: ”پاکیزہ حج۔“ [2]

جہاد چھوڑ دینے پر وعید: اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْــــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾

”اے ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو، کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر ریجھ گئے ہو؟ چنانچہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی حقیر ہے۔ اگر تم نہیں نکلو گے تو وہ (اللہ) تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“ [3]

[1] صحيح مسلم، الإمارة، باب بيان ما أعده الله تعالٰى للمجاهد في الجنة من الدرجات، حديث: 1884، وسنن النسائي، الجهاد، درجة المجاهد في سبيل الله عزوجل، حديث: 3133. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب من قال: إنّ الإيمان هو العمل، حديث: 26، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالٰى أفضل الأعمال، حديث: 83. [3] التوبة 9:38، 39.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ»

”جو شخص مر گیا اور اللہ کی راہ میں لڑائی نہیں کی، یہاں تک کہ اپنے جی میں اس کی خواہش بھی نہیں کی تو وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔“ [1]

جہاد کی ترغیب و تشویق: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور ان کے لیے واجب کیا ہے کہ وہ اس کی راہ میں نکلیں۔ اور اس کام کو بھاری جاننا حرام قرار دیا ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

”تم ہلکے (بھی) نکلو اور بوجھل (بھی) اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمھارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔“ [2]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ ﴾

”اے ایمان والو! تمھیں کیا ہو گیا ہے، جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف بوجھل ہو جاتے ہو، کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی پر ریجھ گئے ہو؟ چنانچہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تو آخرت کے مقابلے میں بہت ہی حقیر ہے۔“ [3]

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا»

”کسی قدر صبح کے وقت اللہ کی راہ میں نکلنا یا شام کے وقت، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (سب) سے بڑھ کر ہے۔“ [4]

---

[1] صحيح مسلم، الإمارة، باب ذم من مات ولم يغز ولم يحدث نفسه بالغزو، حديث: 1910، وسنن النسائي، الجهاد، التشديد في ترك الجهاد، حديث: 3099. [2] التوبة 9:41. [3] التوبة 9:38. [4] صحيح البخارى، الجهاد والسير، باب الغدوة والروحة في سبيل الله، وقَابُ قوس أحدكم في الجنة، حديث: 2792، وصحيح مسلم، الإمارة، باب فضل الغدوة والروحة في سبيل الله، حديث: 1880.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاد فرض کفایہ اور فرض عین کب ہوتا ہے؟ جہاد فرض کفایہ اس وقت ہو گا جب مسلمانوں کی ایک جماعت یہ فریضہ ادا کر رہی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً﴾

''اور مومنوں کے لیے مناسب نہیں کہ وہ سب ہی نکل کھڑے ہوں۔''[1]

لیکن جب امام المسلمین مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کی عام دعوت دے یا دشمن مسلمانوں کے علاقے پر چڑھ دوڑے تو (اس علاقے کے لوگوں پر) جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

''اگر تم نہیں نکلو گے تو وہ (اللہ) تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''[2]

جہاد غیر صالح قائد کی قیادت میں بھی جائز ہے: جہاد واجب ہونے کے لیے یہ کوئی شرط نہیں کہ حاکم یا قائد عادل ہو۔ بلکہ جہاد غیر صالح حاکم و قائد کی قیادت میں بھی جائز ہے۔ کتاب و سنت میں جہاد کے وجوب، اس کی فضیلت اور ترغیب میں جتنے بھی بیانات آئے ہیں، ان میں ایسی کوئی قید اور شرط نہیں کہ حاکم اعلیٰ اور قائد عساکر عادل ہو بلکہ جہاد دین کے فرائض میں سے ایک ایسا اساسی فریضہ ہے جو اللہ نے اپنے بندوں پر زمان، مکان یا شخص اور اس کے عادل یا ظالم ہونے کے ساتھ مشروط نہیں ٹھہرایا، نہ علمی آثار میں ایسی کوئی دلیل ہے۔

نفلی جہاد میں والدین سے اجازت لینا ضروری ہے: عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں شرکت کے لیے اجازت چاہی، آپ نے اس سے دریافت فرمایا:

«أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ»

''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: ''تو ان دونوں میں جہاد کر۔''[3]

اخلاص کیساتھ جہاد کرنا حقوق العباد کے سوا تمام گناہوں کا کفارہ ہے: عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ، إِلَّا الدَّيْنَ»

[1] التوبة 9:122. [2] التوبة 9:39. [3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الجهاد بإذن الأبوين، حديث: 3004، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب بر الوالدين، وأيهما أحق به، حديث: 2549.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''شہید کے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں مگر قرضہ (معاف نہیں۔)'' [1]

حقوق العباد ادا کرنا لازم ہے بغیر اس امتیاز کے کہ یہ حقوق خون سے متعلق ہوں یا عزت سے یا مال سے، ان میں کوئی فرق نہیں۔

اشد ضرورت کے بغیر جہاد میں مشرکین سے مدد نہیں لی جا سکتی: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوئے، جب آپ حرۂ وبرہ کے مقام پر پہنچے تو آپ کو ایک آدمی ملا، اس شخص کی جرأت و شجاعت کا بڑا شہرہ تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اس کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں تاکہ آپ کی متابعت کروں اور آپ کے ساتھ اس مہم میں شریک ہو جاؤں۔ نبی ﷺ نے اس سے پوچھا:

«تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «فَارْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ»

''کیا تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟'' اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: ''واپس چلے جاؤ، میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔''

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ چلتے رہے حتی کہ جب ہم مقام شجرہ پر پہنچے تو وہ شخص آپ کی خدمت میں آیا اور وہی بات کہی جو پہلے کہی تھی تو آپ نے بھی پھر یہی ارشاد فرمایا:

«فَارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ»

''واپس چلے جاؤ، میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔''

وہ پھر لوٹ کر آیا، بیداء مقام پر آپ کی خدمت میں پیش ہوا اور اپنی عرض داشت دہرائی، آپ نے پھر پوچھا:
«تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟» ''کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟''

اس نے کہا: جی ہاں، تب آپ نے فرمایا: «فَانْطَلِقْ» ''تو چلو!'' [2]

''حرۂ وبرہ'' مدینہ سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔

اہلِ لشکر پر اپنے امیر کی اطاعت لازم ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی والی بات نہ مانی جائے:

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قتل في سبيل الله كفرت خطاياه إلا الدين، حديث: 1886. [2] صحيح مسلم، الإمارة، باب كراهة الاستعانة في الغزو بكافر إلا لحاجة......، حديث: 1817.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصٰى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي»

”جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی، اس نے میری نافرمانی کی۔“ [1]

امیر کے لیے اہلِ لشکر سے مشورہ کرنا اور نوازش کا سلوک کرنا اور حرام سے بچائے رکھنا ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۚ﴾ ”اور ان سے (اہم) معاملات میں مشورہ کریں۔“ [2]

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان آرہا ہے تو آپ نے مشورہ کیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی، آپ نے اس سے رخ پھیر لیا، عمر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو آپ نے اس سے بھی رخ پھیر لیا، تب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے: کیا آپ کی مراد ہم ہے؟ اے اللہ کے رسول! قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ حکم دیں کہ ہم اس سمندر میں کود جائیں تو ہم بے دریغ اس میں کود پڑیں گے اور اگر حکم فرمائیں کہ برک الغماد تک ان کا تعاقب کریں، تو ہم ایسا بھی کر گزریں گے۔ [3]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے:

«اَللّٰهُمَّ! مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ، وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهِ»

”اے اللہ! جو شخص میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور پھر اس نے ان پر مشقت ڈالی تو تو بھی اس پر مشقت ڈال اور جو میری امت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنا اور اس نے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا تو تو بھی اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ فرما۔“ [4]

حملے کا ارادہ ہو تو امام کو حکمت و توریہ سے کام لینا چاہیے: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی غزوے کا ارادہ فرماتے تو توریہ کرتے۔ [5]

[1] صحيح البخاري، الأحكام، باب قول الله تعالى: ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ﴾، حديث: 7137، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية......، حديث: 1835. [2] آل عمرٰن 3:159. [3] صحيح مسلم، الجهاد، باب غزوة بدر، حديث: 1779. [4] صحيح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل وعقوبة الجائر......، حديث: 1828. [5] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث كعب بن مالك......، حديث: 4418، وصحيح مسلم، التوبة، باب »

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملے سے پہلے مکمل معلومات حاصل کرنی چاہئیں: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفار کے لشکر کی خبریں کون لائے گا؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں تیار ہوں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کفار کے لشکر کی خبریں کون لائے گا؟ اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ پوچھا کہ کفار کے لشکر کی خبریں کون لائے گا؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَّإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ» ”ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے، میرا حواری زبیر ہے۔“ [1]

لشکر ترتیب دینا اور جھنڈے مہیا کرنا مسنون ہے: براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن پیدل افراد پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا، ان کی تعداد پچاس تھی، ان سے فرمایا:

«إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ»،

”اگر تم ہمیں اس حالت میں دیکھو کہ ہمیں پرندے نوچ رہے ہیں تب بھی تم اپنی یہ جگہ نہ چھوڑنا جب تک کہ میں تمھیں پیغام نہ بھیجوں، اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور ان کا لشکر روند ڈالا ہے، تب بھی یہ جگہ نہ چھوڑنا حتی کہ میں پیغام بھیجوں۔“ [2]

جابر رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث میں بیان کیا کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ [3]

آداب جہاد: بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی لشکر یا مہم کا امیر بناتے تو اسے بالخصوص شخصی طور پر اپنی ذات میں اور اپنے ساتھیوں کے سلسلے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتے اور فرماتے:

«أُغْزُوا بِاسْمِ اللهِ، فِي سَبِيلِ اللهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، أُغْزُوا فَلَا تَغُلُّوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ - أَوْ خِلَالٍ -، فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ

»» حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه، حديث: 2769. [1] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة الخندق وهي الأحزاب، حديث: 4113، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل طلحة والزبير رضي الله عنهما، حديث: 2415. [2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب مايكره من التنازع والاختلاف في الحرب......، حديث: 3039. [3] [حسن] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرايات والألوية، حديث: 2592، وجامع الترمذي، الجهاد، باب ماجاء في الألوية، حديث: 1679، وسنن ابن ماجه، الجهاد، باب الرايات والألوية، حديث: 2817.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُدْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلٰى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ، إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ، فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ، فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَقَاتِلْهُمْ»

''جہاد کرو نکلو اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں سے لڑو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں، جہاد کرنا، (مال غنیمت میں) خیانت نہیں کرنا، دھوکہ نہ دینا، لاشوں کا مثلہ نہیں کرنا، کسی بچے کو قتل مت کرنا اور جب تم اپنے مشرک دشمن سے ملو تو اسے تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دینا۔ وہ جو بھی قبول کرلیں تو تم بھی قبول کر لینا اور لڑائی سے باز رہنا۔ انھیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کر لیں تو تم بھی قبول کر لینا اور اپنے ہاتھ روک لینا، پھر انھیں دعوت دینا کہ اپنے گھروں سے مہاجرین کے علاقے میں منتقل ہو جائیں، انھیں بتانا کہ اگر وہ ایسا کرلیں گے تو ان کے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں، ان کے فرائض بھی وہی ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں۔ اگر وہ منتقل ہونے سے انکار کریں تو انھیں بتا دینا کہ تمھاری حیثیت دیہی مسلمانوں کی سی ہوگی، ان پر اللہ کا حکم نافذ ہوگا جو اہل ایمان پر جاری ہوتا ہے اور ان کا غنیمت یا فے میں کوئی حصہ نہیں ہوگا الا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ لیں۔ اگر وہ اسلام سے انکار کر دیں تو انھیں جزیے کی پیش کش کرنا، وہ قبول کرلیں تو تم بھی قبول کر لینا اور اپنے ہاتھ روک لینا، اگر وہ اس سے بھی انکار کر دیں تو ان کے خلاف اللہ سے مدد چاہنا اور ان سے (ڈٹ کر) جنگ کرنا۔''[1]

عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا حرام ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے میں ایک عورت کی لاش پائی گئی، اسے قتل کر دیا گیا تھا، آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل کی ممانعت فرما دی۔[2]

[1] صحيح مسلم، الجهاد، باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث......، حديث: 1731، وسنن أبي داود، الجهاد، باب في دعاء المشركين، حديث: 2613,2612، وجامع الترمذي، الديات، باب ماجاء في النهي عن المثلة، حديث: 1408و1617.

[2] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب قتل الصبيان في الحرب، حديث: 3015,3014 و صحيح مسلم، الجهاد، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب، حديث: 1744.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعشوں کا مثلہ کرنا اور جلانا حرام ہے: مثلہ کے متعلق اوپر بتایا جا چکا ہے کہ یہ عمل حرام ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر بھیجا اور فرمایا:

«إِنْ وَجَدْتُّمْ فُلَانًا وَّفُلَانًا فَأَحْرِقُوهُمَا بِالنَّارِ». ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَرَدْنَا الْخُرُوجَ: «إِنِّي أَمَرْتُكُمْ أَنْ تُحْرِقُوا فُلَانًا وَّفُلَانًا، وَإِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللهُ، فَإِنْ وَجَدْتُّمُوهُمَا فَاقْتُلُوهُمَا»

''اگر تم فلاں فلاں کو پاؤ تو انھیں آگ میں جھونک کر جلا ڈالنا۔'' پھر جب ہم نکلنے لگے تو فرمایا: ''میں نے تمھیں فلاں فلاں کے متعلق کہا تھا کہ انھیں جلا ڈالنا، مگر آگ کا عذاب اللہ کے سوا اور کوئی نہیں دے سکتا اگر تم انھیں پاؤ تو قتل کر دینا۔'' [1]

میدانِ قتال سے فرار حرام ہے: سورۂ انفال میں ہے:

﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''اور جو شخص اس دن ان سے پیٹھ پھیرے گا، سوائے اس شخص کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو یا (اپنے) کسی گروہ کی پناہ لینے والا ہو، تو یقیناً وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری لوٹنے کی جگہ ہے۔'' [2]

دشمن پر شب خون مارنا جائز ہے: صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواء یا ودان مقام پر میرے پاس سے گزرے، آپ سے مشرکین کے ایسے گھروں کے بارے میں پوچھا گیا جن پر شب خون مارا جاتا ہے اور اس کی زد میں ان کی عورتیں اور بچے بھی آ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

«هُمْ مِّنْهُمْ». وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «لَا حِمٰى إِلَّا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ»

''وہ انھی میں سے ہیں۔'' صعب رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے سنا: ''کسی علاقے کو اپنے لیے خاص اور محفوظ بنانا صرف اللہ اور اس کے رسول ہی کا حق ہے۔'' [3]

جنگ میں دشمن کو جھانسہ دیا جا سکتا ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب لا يعذب بعذاب الله، حديث: 3016. [2] الأنفال 8:16. [3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب أهل الدار يُبَيَّتون فيُصاب الولدان والذَّراري، حديث: 3012، وصحيح مسلم، الجهاد، باب جواز قتل النساء والصّبيان في البيات من غير تعمد، حديث: 1745.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ» ”لڑائی دھوکے کا نام ہے۔“ [1]

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: علماء کا اتفاق ہے کہ لڑائی میں کفار کو جس طرح بھی ممکن ہو، دھوکا دینا جائز ہے، مگر عہد و پیمان نہ توڑا جائے۔ [2]

جنگ میں (دشمن سے) جھوٹ بھی جائز ہے: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟» فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ: أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ؟ قَالَ: «نَعَمْ»، قَالَ: فَأْذَنْ لِي فَأَقُولَ، قَالَ: «قَدْ فَعَلْتُ»

”کون ہے کعب بن اشرف کے لیے (کہ اسے ٹھکانے لگا دے)؟“ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: پھر مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کے سامنے کوئی بات بنا سکوں، آپ نے فرمایا: ”ہاں اجازت ہے۔“ [3]

مال غنیمت کے بارے میں احکام

مال غنیمت کی اہل لشکر اور دوسرے مصارف میں تقسیم کیسے کی جائے؟ مال غنیمت کے پانچ حصے کرنے پر سبھی اہل علم متفق ہیں۔ ان میں سے خمس، یعنی پانچواں حصہ درج ذیل سورۂ انفال کی آیت میں بتائے گئے طریقے کے مطابق خرچ کیا جائے گا اور باقی چار حصے اہل لشکر میں تقسیم کیے جائیں گے۔ سورۂ انفال میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

”اور (اے مسلمانو!) جان لو کہ تم جو کچھ بھی مال غنیمت حاصل کرو، اس میں سے پانچواں حصہ یقیناً اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور (اس کے) رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن اتارا جس دن دو فوجوں میں ٹکراؤ

[1] صحيح مسلم، الجهاد، باب جواز الخداع في الحرب، حديث: 1740. [2] شرح صحيح مسلم: 12/67، حديث: 1740.

[3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الفتك بأهل الحرب، حديث: 3032، وصحيح مسلم، الجهاد، باب قتل كعب بن الأشرف طاغوت اليهود، حديث: 1801.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔“ [1]

شہسوار کو غنیمت میں سے تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ ملتا ہے: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقع پر گھوڑے کے لیے دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا تھا۔ نافع نے اس کی وضاحت یوں کی کہ اگر آدمی کے پاس گھوڑا ہو تو اسے کل تین حصے ملیں گے۔ اگر اس کے پاس گھوڑا نہ ہو تو اس کے لیے صرف ایک حصہ ہے۔ [2]

غنیمت میں سے کن کو حصہ ملے گا؟ جو لوگ جنگ کے لیے نکل چکے ہوں، خواہ وہ قوی ہوں یا ضعیف، لڑائی میں باقاعدہ شرکت کی ہو یا نہ کی ہو، غنیمت میں سب برابر ہیں، مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد سعد رضی اللہ عنہ نے خیال ظاہر کیا کہ انھیں دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: «هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ إِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ؟» ”تمھیں مدد اور رزق تمھارے کمزوروں ہی کی بنا پر ملتا ہے۔“ [3]

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے موقع پر جب لڑائی میں شریک ہونے والوں اور شریک نہ ہونے والوں میں مال غنیمت کے بارے میں بحث و تکرار ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ان دونوں فریقوں کے درمیان برابر برابر تقسیم فرمایا۔ [4]

لشکر کے بعض افراد کو خصوصی انعام دینا جائز ہے: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کو کسی مہم پر روانہ کرتے تھے تو انھیں دوسرے اہل لشکر جیسے مال غنیمت کے علاوہ خاص انعام بھی مرحمت فرماتے تھے، البتہ خمس سب میں واجب ہے۔ [5]

امام کو خاص انتخاب کا حق حاصل ہے اور غنیمت کا حصہ بھی: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے لیے ان کے خاص حق انتخاب کے تحت صفی میں سے تھیں۔ [6]

عورتوں اور بچوں کے لیے مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں: یزید بن ہرمز سے روایت ہے کہ نجدہ بن عامر

[1] الأنفال 8:41. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب غزوة خيبر، حديث: 4228، وصحيح مسلم، الجهاد، باب كيفية قسمة الغنيمة بين الحاضرين، حديث: 1762. [3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب من استعان بالضعفاء والصالحين في الحرب، حديث: 2896. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الجهاد، باب في النفل، حديث: 2737، والمستدرك للحاكم: 2/131،132. [5] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب: ومن الدليل على أن الخمس لنوائب المسلمين......، حديث: 3135، وصحيح مسلم، الجهاد، باب الأنفال، حديث: 1750. [6] [حسن] سنن أبي داود، الخراج، باب ماجاء في سهم الصفي، حديث: 2994. امیر کا مال غنیمت میں سے تقسیم سے قبل ہی اپنے لیے انتخاب کردہ شے کو صفی کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں یہ سوالات بھیجے: غلام اور عورت جب معرکے میں موجود ہوں تو کیا ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ ہے؟ اور بچوں کے قتل کا کیا حکم ہے؟ اور یتیم سے اس کے یتیم ہونے کا حکم کب اٹھتا ہے اور ذوی القربیٰ کون ہیں؟ جواباً انھوں نے یزید سے کہا: اسے لکھ بھیجو اور اگر مجھے یہ امید ہوتی کہ وہ کسی حماقت میں نہیں پڑے گا تو میں اسے کچھ نہ لکھتا، بہر حال اسے لکھ: تم نے پوچھا ہے کہ عورت اور غلام اگر غنیمت کے موقع پر حاضر ہوں تو کیا کچھ دیا جائے گا یا نہیں؟ جان لو! ان کے لیے کچھ نہیں ہے، سوائے اس کے کہ انھیں قوم کی غنیمتوں میں سے کچھ عطیہ دے دیا جائے۔ [1]

امام کے لیے مؤلفۃ القلوب کو ترجیح دینا جائز ہے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حنین کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال غنیمت دینے میں ترجیح دی۔ اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے، عیینہ کو بھی اتنا ہی حصہ دیا، عرب کے شرفاء کو بھی ترجیح دی، اس موقع پر ایک آدمی بول پڑا: اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل نہیں کیا گیا، نہ اللہ کی رضا چاہی گئی، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ میں نے یہ بات کہہ دی۔ آپ نے فرمایا:

«فَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللهُ وَرَسُولُهُ، رَحِمَ اللهُ مُوسٰى قَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ»

”اگر اللہ اور اس کے رسول ہی نے عدل نہ کیا تو کون عدل کرے گا؟ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انھیں اس سے زیادہ ایذا دی گئی، پھر بھی انھوں نے صبر کیا۔“ [2]

کفار سے کسی مسلمان کا مال واپس لیا جائے تو وہ اس کے مالک ہی کو دیا جائے گا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میرا ایک گھوڑا بھاگ گیا، اسے دشمن نے پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تو وہ گھوڑا مجھے واپس کر دیا گیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی بات ہے، پھر میرا ایک غلام بھاگ گیا اور رومیوں سے جا ملا، مسلمان ان پر غالب آ گئے تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ غلام مجھے واپس کر دیا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد کی بات ہے۔ [3]

[1] صحيح مسلم، الجهاد، باب النساء الغازيات يرضخ لهن ولا يسهم......، حديث: 1812. [2] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ما كان النبي يعطي المؤلفة قلوبهم......، حديث: 3150، وصحيح مسلم، الزكاة، باب إعطاء المؤلفة قلوبهم على الإسلام......، حديث: 1062. [3] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب إذا غنم المشركون مال المسلم ثم وجده المسلم، حديث: 3067.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم سے پہلے مال غنیمت سے کھانے اور چارے کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے: رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِّنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتّٰى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِّنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتّٰى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ»

''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ مسلمانوں کی غنیمت میں سے کسی جانور پر سوار نہ ہو حتی کہ جب وہ اسے کمزور کر دے تو وہ اسے اس میں (مال غنیمت) واپس کر دے، اور جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، وہ مسلمانوں کی غنیمت میں سے کوئی کپڑا نہ پہنے حتیٰ کہ جب وہ اسے بوسیدہ کر دے تو وہ اسے اس میں (مال غنیمت) واپس کر دے۔'' [1]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو غزوات میں شہد اور انگور وغیرہ حاصل ہوتے تھے تو ہم وہ کھا لیا کرتے تھے، ایسی چیزوں کو اٹھا کر خزانے میں جمع نہیں کراتے تھے۔ [2]

خیانت کی حرمت اور اس سے ترہیب کا بیان: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی مگر ہمیں مال غنیمت میں کوئی چاندی سونا نہیں ملا بلکہ عام سامان، غذائی اجناس اور کپڑے ملے۔ پھر ہم وادی کی طرف چلے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کا ایک غلام بھی تھا، جسے قبیلۂ جذام کے ایک آدمی نے آپ کو ہبہ کیا تھا، اس کا نام رفاعہ بن زید تھا۔ وہ قبیلۂ ضبیب سے تعلق رکھتا تھا۔ ہم وادی میں اترے، وہ غلام رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کا پالان کھول رہا تھا۔ اچانک اسے ایک تیر لگا، اسی تیر میں اس کی موت لکھی تھی، ہم نے کہا: کیا مبارک ہے اس کے لیے شہادت، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا:

''ہرگز نہیں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ اونی کمبل اس پر آگ کی صورت میں بھڑک رہا ہے جو اس نے خیبر کے دن غنیمتوں کی تقسیم سے پہلے اچک لیا تھا۔''لوگ ڈر گئے، پھر ایک شخص ایک تسمہ یا دو تسمے لے آیا، پس اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ مجھے خیبر کے دن ملا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ تسمہ آگ سے ہے، یا فرمایا: ''یہ دو تسمے آگ سے ہیں!'' [3]

[1] [حسن] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرجل ينتفع من الغنيمة بشيء، حديث: 2708، وسنن الدارمي: 152/2، وصحيح ابن حبان (ابن بلبان)، حديث: 4850، ومسند أحمد: 109,108/4. [2] صحيح البخاري، فرض الخمس، باب ما يصيب من الطعام في أرض الحرب، حديث: 3154. [3] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب هل يدخل في الأيمان »

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کے قبیلے بنونضیر اور قریظہ نے جنگ کی تو آپ نے بنونضیر کو مدینہ منورہ سے جلا وطن کر دیا اور قریظہ کو رہنے دیا، یوں ان پر احسان فرمایا، پھر قریظہ نے بھی جنگ کی، تو آپ نے ان کے مردوں کو قتل کرا دیا، ان کی عورتوں، بچوں اور اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ان میں سے جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ ملے، آپ نے ان کو امان دی اور وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ اور پھر بنوقینقاع اور بنو حارثہ کے سب یہودیوں کو مدینہ سے نکال دیا گیا، بنوقینقاع عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قبیلہ تھا۔[1]

امام کا فر قیدیوں کو قتل کرنے یا فدیہ لے کر آزاد کرنے یا بغیر عوض کے رہا کر دینے کا مجاز ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا﴾

”چنانچہ جب تم (جہاد میں) ان لوگوں سے ملو جنھوں نے کفر کیا تو (ان کی) گردنیں مارو، حتی کہ جب انھیں خوب قتل کر چکو تو (قیدیوں کو) بیڑیوں میں مضبوطی سے باندھ دو، پھر یا تو اس کے بعد ان پر احسان کرنا ہے یا فدیہ (تاوان) لینا ہے، حتی کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔“[2]

www.KitaboSunnat.com

قیدیوں، جاسوسوں اور صلح کے مسائل

کافروں کو غلام بنایا جا سکتا ہے، خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی: ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے نافع کی خدمت میں ایک دریافت طلب سوال لکھ بھیجا، انھوں نے جواب میں لکھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ بنو مصطلق پر شب خون مارا جبکہ وہ لوگ غافل تھے، ان کے جانوروں کو چشمے پر پانی پلایا جا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ جویریہ رضی اللہ عنہا اسی موقع پر آپ کے حرم میں آئیں۔ نافع کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بتائی تھی، وہ اس جنگ میں شریک تھے۔[3]

» والنذور الأرض......، حديث : 6707، وصحيح مسلم، الإيمان، باب غلظ تحريم الغلول وأنه لا يدخل الجنة إلا المؤمنون، حديث : 115. [1] صحيح البخاري، المغازي، باب حديث بني النضير، و مخرج رسول الله ﷺ إليهم......، حديث : 4028، وصحيح مسلم، الجهاد، باب إجلاء اليهود من الحجاز، حديث : 1766. [2] محمد 47:4. [3] صحيح البخاري، العتق، باب من ملك من العرب رقيقًا......، حديث : 2541، وصحيح مسلم، الجهاد، باب جواز الإغارة على الكفار......، حديث : 1730.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسوس جو کافر ہو اسے قتل کرنا جائز ہے: سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین میں سے ایک جاسوس آگیا، آپ سفر میں تھے، وہ آپ کے صحابہ کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا تھا، پھر اچانک کھسک گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اُطْلُبُوهُ وَاقْتُلُوهُ»، فَقَتَلْتُهُ، فَنَفَّلَهُ سَلَبَهُ»

''اسے ڈھونڈو اور قتل کر دو۔'' چنانچہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔ آپ نے اس کا سلب مجھے بطور انعام عنایت فرما دیا۔'' [1]

کوئی حربی اپنی خوشی سے مسلمان ہو جائے تو اس سے اس کا مال بھی محفوظ ہو جاتا ہے: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ»

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ (کافر) لوگوں سے قتال کروں حتی کہ وہ اللہ کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکاۃ دیں، جب وہ یہ کام کریں گے تو مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیں گے سوائے اس کے کہ اسلام کا کوئی حق ہو اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' [2]

اس حدیث میں ''حفاظت'' کا لفظ آیا ہے۔ اس کے مفہوم میں بڑوں کے ساتھ چھوٹے بھی شامل ہیں، کیونکہ اسلام میں اولاد ماں باپ کے تابع ہوتی ہے۔

اور ''حق اسلام'' سے مراد یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی شرعی مخالفت سرزد ہو تو شرعی سزا ان پر لاگو ہوگی چاہے وہ مال کی صورت میں ہو یا بدنی۔ ''اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے'' یعنی ان کے سِرّی معاملات اللہ ہی کے علم میں ہیں کہ وہ کیا ظاہر کرتے ہیں اور دل میں کیا چھپاتے ہیں۔

کسی کافر کا غلام مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرف آجائے تو وہ آزاد ہوگا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن کچھ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئے، ابھی صلح نہیں ہوئی تھی، غلاموں کے مالکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا: اے محمد! اللہ کی قسم! یہ لوگ آپ کے دین کی رغبت میں آپ کے پاس نہیں

[1] صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب الحربي إذا دخل دار الإسلام بغير أمان، حديث:3051. [2] صحيح البخاري، الإيمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ......﴾، حديث:25، وصحيح مسلم، الإيمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا......، حديث:22.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے ہیں، یہ تو غلامی سے بھاگ کر آئے ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! انھوں نے سچ لکھا ہے، انھیں واپس کر دیجیے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خفا ہو گئے اور فرمایا:

«مَا أُرَاكُمْ تَنْتَهُونَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشٍ! حَتّٰى يَبْعَثَ اللهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلٰى هٰذَا» وَأَبٰى أَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ: «هُمْ عُتَقَاءُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ»

''اے جماعت قریش! میں سمجھتا ہوں تم اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی ایسا فرد نہ بھیج دے جو تمھاری اس بات پر تمھاری گردنیں مار دے۔'' آپ نے ان غلاموں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ''یہ اللہ کے آزاد کردہ لوگ ہیں۔'' [1]

مفتوحہ زمین کا معاملہ امام کے سپرد ہے، حسب مصلحت جو چاہے کرے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی کئی احادیث بیان کیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا، وَأَقَمْتُمْ فِيهَا، فَسَهْمُكُمْ فِيهَا، وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ، فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ﷺ، ثُمَّ هِيَ لَكُمْ»

''جس بستی میں تم بغیر لڑائی کے آؤ اور اس میں اقامت اختیار کرو، تو اس میں تمھارا حصہ عام مسلمانوں جیسا ہے (کیونکہ وہ مال فے ہے) اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے (پھر تم اسے لڑائی کے ذریعے سے فتح کرلو)، تو اس کا خمس اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے، پھر یہ تمھاری ہے۔'' [2]

کسی کافر کو کوئی بھی مسلمان پناہ دے دے تو وہ امن میں ہے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ، يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ»

''اور مسلمانوں کا ذمہ (اور پناہ) یکساں ہے۔ مسلمانوں کا ادنیٰ آدمی بھی اس کی پاس داری کی کوشش کرے گا۔ جس نے کسی مسلمان کا ذمہ توڑا، اس پر اللہ کی لعنت ہے اور اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی قیامت کے دن اس کی عبادت سے کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کیا جائے گا۔'' [3]

[1] [حسن] سنن أبي داود، الجهاد، باب في عبيد المشركين يلحقون بالمسلمين فيسلمون، حديث: 2700، وجامع الترمذي، المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب ﷺ......، حديث: 3715. [2] صحيح مسلم، الجهاد، باب حكم الفيء، حديث: 1756. [3] صحيح مسلم، الحج، باب فضل المدينة، ودعاء النبي ﷺ فيها بالبركة......، حديث: 1371.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیر کو پناہ حاصل ہے: نعیم بن مسعود اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے مسیلمہ کذاب کا خط سننے کے بعد اس کے ایلچیوں سے پوچھا:

«مَا تَقُولَانِ أَنْتُمَا؟» قَالَا : نَقُولُ كَمَا قَالَ، قَالَ : «أَمَا وَاللهِ! لَوْلَا أَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ أَعْنَاقَكُمَا»

''تم دونوں کیا کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: ہم بھی وہی کہتے ہیں جو مسیلمہ کہتا ہے، آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ دستور نہ ہوتا کہ ایلچیوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تمھاری گردنیں اڑا دیتا۔'' [1]

مسلمانوں کی مصلحت کے لیے مسلمانوں کا حاکم کفار سے ایک مدت تک کے لیے صلح کر سکتا ہے: امام المسلمین اور دانشور لوگ مسلمانوں کی مصلحت کے لیے کفار اور ان کے قبائل کے شر سے حفاظت کی ضمانت کے ساتھ دس سال تک بھی صلح کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں یہ قول کہ صلح کے لیے مدت دس سال بھی ہو سکتی ہے، قابل اعتماد ہے۔ صاحب طبقات ابن سعد (97/2) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (343/5) میں اسی کو ترجیح دی ہے اور مستدرک حاکم میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔

کفار جزیہ دینے پر راضی ہوں تو دائمی صلح جائز ہے: مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ، جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور غزوۂ بدر میں بھی شریک تھے، نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین روانہ کیا تاکہ وہاں کا جزیہ لے آئیں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اہل بحرین سے مصالحت کر لی تھی اور علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا تھا، چنانچہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے۔ انصار کو ان کی آمد کی خبر ہوئی، وہ سب فجر کی نماز میں نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے، جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو وہ بھی آپ کے سامنے آ گئے، آپ نے انھیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا: ''میرا خیال ہے کہ تم لوگوں نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ کچھ لائے ہیں۔'' انھوں نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا:

«فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللهِ! لَا الْفَقْرَ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّي أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ»

''خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی امید رکھو جو تمھیں خوش کر دے، اللہ کی قسم! مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم لوگ فقر زدہ

[1] [حسن] سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرسل، حديث:2761، ومسند أحمد:3/487,488.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہ جاؤ گے، بلکہ مجھے یہ ڈر ہے کہ تم پر دنیا اسی طرح کھول دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کھول دی گئی تھی، تم اس میں اسی طرح مگن ہو جاؤ گے جس طرح پہلے لوگ مگن ہو گئے تھے اور پھر دنیا تمھیں اسی طرح ہلاک کر ڈالے گی جس طرح اس نے ماضی کے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا۔“ [1]

مشرکین اور ذمیوں کا جزیرۃ العرب میں رہنا ممنوع ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، حَتّٰى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا»

”میں یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے یقیناً نکال کر رہوں گا اور یہاں مسلمانوں کے سوا اور کسی کو نہیں رہنے دوں گا۔“ [2]

جزیہ بالغ مردوں سے لیا جائے: نافع، اسلم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لشکروں کے امراء کو لکھا کہ غیر مسلموں کی عورتوں اور بچوں پر جزیہ نہ لگاؤ، صرف ان پر لگاؤ جن پر استرے چل چکے ہیں (جن کے زیر ناف کے بال اُگ آئے ہیں اور وہ انھیں مونڈتے ہیں، یعنی بالغ ہو چکے ہیں)۔ [3]

جزیے کی مقدار: معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن روانہ فرمایا تو حکم دیا کہ ہر بالغ سے ایک دینار یا اس کی مالیت کے برابر (معافری) ریشمی کپڑا وصول کیا جائے۔ [4]

جزیہ اس مقدار سے زیادہ بھی لیا جا سکتا ہے جیسا کہ اسلم رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سناروں پر چار دینار اور چاندی والوں پر چالیس درہم جزیہ عائد کیا تھا، ساتھ ہی یہ تاکید بھی کی تھی کہ وہ مسلمانوں کے قافلوں کو کھلائیں پلائیں گے اور تین دن کی ضیافت پیش کیا کریں گے۔ [5]

حاکم وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان معاملات میں وسعت اور تنگدستی کے حالات کو پیش نظر رکھے، ابن ابی نجیح فرماتے ہیں کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ اہل شام کے غیر مسلمانوں پر فی کس چار دینار اور اہل یمن کے کافروں پر صرف ایک دینار جزیہ لاگو ہے؟ انھوں نے کہا کہ یہ ان کی وسعت کی بنا پر ہے۔ [6]

---

[1] صحيح البخاري، المغازي، باب: 12، حديث: 4015، وصحيح مسلم، الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر، حديث: 2961 واللفظ له. [2] صحيح مسلم، الجهاد، باب إخراج اليهود والنصارٰى من جزيرة العرب، حديث: 1767. [3] [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي: 9/195، والإرواء، حديث: 1255. [4] [صحيح] سنن أبي داود، الخراج، باب في أخذ الجزية، حديث: 3038، وجامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء في زكاة البقر، حديث: 623، والإرواء، حديث: 1254. [5] [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي: 9/195، والإرواء، حديث: 1261. [6] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع أهل الذمة والحرب، قبل الحديث: 3156، والإرواء، حديث: 1260.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باغیوں سے قتال کا حکم

حق کی طرف رجوع کرنے تک باغیوں سے قتال واجب ہے: سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:
﴿وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ﴾

’’اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم ان کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے، تو تم اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، حتی کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔‘‘ [1]

باغیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟ گرفتار کیے جانے پر باغیوں کو غلام بنایا جائے نہ قتل کیا جائے اور جو بھاگ اٹھے، اس کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمی کو قتل نہ کیا جائے، نہ ان کا مال لوٹا جائے۔ کیونکہ مسلمانوں کے خون اور مال میں اصل حرمت ہے، جب تک کوئی شرعی دلیل نہ ملے، ان کا خون اور مال حلال نہیں ہوسکتا۔

امامت عظمیٰ کے احکام

حاکم کی اطاعت کی جائے مگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی بات نہ مانی جائے: سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ﴾

’’تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔‘‘ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ»

’’مسلمان پر واجب ہے کہ ہر بات سنے اور اطاعت کرے، چاہے اسے پسند آئے یا نہ آئے جب

[1] الحجرٰت 9:49. [2] النسآء 59:4.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے، ہاں جب کسی معصیت کا حکم دیا جائے تو وہ بات سنی جائے نہ مانی جائے۔‘‘[1]

امام جب تک نماز کا پابند ہو اور اس سے کسی صریح کفر کا اظہار نہ ہو اس کے خلاف خروج (بغاوت) جائز نہیں: عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

«خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ» قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: «لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، قَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ. أَلَا! مَنْ وَّلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ، فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِّنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَّعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ»

’’تمھارے بہترین امام وہی ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہوں، تم ان کے لیے دعائیں کرتے ہو اور وہ تمھارے لیے دعائیں کرتے ہوں اور تمھارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے نفرت کرتے ہوں، تم ان کو لعنتیں کرتے ہو اور وہ تمھیں لعنتیں کرتے ہوں۔‘‘

صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس صورت میں ہم انھیں ان کے منصب سے علیحدہ نہ کر دیں؟ فرمایا: ’’نہیں، جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے ہوں، جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے ہوں، خبردار! جس پر کسی کو والی مقرر کیا گیا ہو، وہ اس میں اللہ کی کوئی نافرمانی دیکھے، تو چاہیے کہ اس کی نافرمانی کو مکروہ جانے مگر اس کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہ کھینچے۔‘‘[2]

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم بڑی بری حالت میں تھے، اللہ نے خیر بھیج دی اور اب ہم خیر کی موجودہ حالت میں ہیں، کیا اس خیر کے بعد کوئی شر بھی ہے؟ فرمایا:

«نَعَمْ» قُلْتُ: هَلْ وَرَاءَ ذٰلِكَ الشَّرِّ خَيْرٌ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: فَهَلْ وَرَاءَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ شَرٌّ؟ قَالَ: «نَعَمْ» قُلْتُ: كَيْفَ؟ قَالَ: «يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَّا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ، وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ»

[1] صحيح البخاري، الأحكام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، حديث: 7144، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية، حديث: 1839. [2] صحيح مسلم، الإمارة، باب خيار الأئمة وشرارهم، حديث: 1855.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: «تَسْمَعُ وَتُطِيعُ [لِلْأَمِيرِ]، وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ، وَأُخِذَ مَالُكَ، فَاسْمَعْ وَأَطِعْ»

''ہاں۔'' میں نے عرض کیا: تو کیا اس شر کے بعد خیر ہو گی؟ فرمایا:''ہاں۔'' میں نے عرض کیا: تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر بھی ہوگا؟ فرمایا:''ہاں۔''میں نے نے عرض کیا: کیسے؟ فرمایا:

''میرے بعد امام ہوں گے، وہ میری سیرت اور میرے طریقے پر نہیں چلیں گے، نہ میری سنت اپنائیں گے، ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ ان کے دل انسانی جسموں میں شیطانوں کے دل ہوں گے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے یہ حالات پیش آ جائیں تو کیا کروں؟ فرمایا:''امیر کی بات سننا اور ماننا، چاہے تیری پیٹھ پر مارا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے، پس سننا اور ماننا۔''[1]

حاکم کے ظلم پر صبر ضروری ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ، فَلْيَصْبِرْ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ، فَمِيتَةٌ جَاهِلِيَّةٌ»

''جس نے اپنے امیر کی کوئی مکروہ ناپسندیدہ چیز دیکھی، اسے صبر کرنا چاہیے، بلاشبہ جس نے جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدگی اختیار کی اور مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔''[2]

ابو حازم کہتے ہیں کہ میری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ سال تک مجلس رہی ہے، میں نے ان سے سنا، وہ بیان کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

www.KitaboSunnat.com

«كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ» قَالُوا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: «فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ، فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ»

''بنو اسرائیل کی قیادت ان کے انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تھا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا تھا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔'' صحابہ نے پوچھا:

[1] صحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن......، حديث: 1847. [2] صحيح البخاري، الأحكام، باب السَّمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، حديث: 7143، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن......، حديث: 1849 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ اس سلسلے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ''پہلے کی بیعت سے وفا کرنا (پوری کرنا)، پھر اس کے بعد دوسرے کی، ان کا حق انھیں دینا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں جواب طلب کرے گا۔'' [1]

حکام کی خیر خواہی واجب ہے: تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ» قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»

''دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے کہا: کس کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے رسول کے لیے، مسلمانوں کے حکام کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔'' [2]

حکام پر رعایا کے فرائض: حکام پر واجب ہے کہ مسلمانوں کا ہر طرح سے دفاع کریں، ظالم کا ہاتھ روکیں، ان کی سرحدوں کی کامل حفاظت کریں۔ ان کے معاشرے میں شریعت نافذ کریں، ان کے دین اور ان کے مال کی حفاظت کریں۔ اللہ کے اموال ان کے صحیح مقامات پر خرچ کریں۔ معروف انداز میں کفایت سے زیادہ دینے میں بخیل نہ بنیں۔ ان کے ظاہر اور ان کے باطن کی اصلاح کے لیے خوب محنت اور کوشش سے کام لیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امیر عبید اللہ بن زیاد نے معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ کی ان کے مرض الموت میں عیادت کی۔ معقل رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تمھیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری زندگی باقی ہے تو میں تم کو یہ بات نہ سناتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

«مَا مِنْ عَبْدٍ يَّسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً، يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِّرَعِيَّتِهِ، إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ»

''جس بندے پر اللہ کسی رعیت کی کوئی ذمہ داری ڈال دے اور وہ اس حال میں مرا کہ اپنی رعیت کی خیانت کرنے والا تھا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔'' [3]

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب ماذكر عن بني إسرائيل، حديث:3455، وصحيح مسلم، الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة الأول فالأول، حديث: 1842 واللفظ له. [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان أن الدين النصيحة، حديث: 55. [3] صحيح البخاري، الأحكام، باب من استرعى رعية فلم ينصح، حديث: 7150، وصحيح مسلم، الإيمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار، حديث: 142 واللفظ له.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو الملیح سے روایت ہے کہ امیر عبید اللہ بن زیاد نے معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کی عیادت کی، معقل نے کہا: میں تجھے ایک حدیث سناتا ہوں، اگر میں مر نہ رہا ہوتا تو تجھ سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے:

«مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ»

’’جو امیر مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور پھر ان کے لیے محنت اور کوشش نہ کرے اور ان کی خیر خواہی نہ کرے، تو وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ [1]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا

www.KitaboSunnat.com

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب استحقاق الوالي الغاش لرعيته النار، حدیث: 142.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ